سلسلہ تعلیماتِ اسلام ۸

زکوٰۃ اور صدقات

(فضائل و مسائل)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

سلسلہ تعلیماتِ اِسلام: 8

زکوٰۃ اور صدقات

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتّبہ

مسز فریدہ سجاد

شعبہ دعوت، منہاج القرآن ویمن لیگ

منہاج القرآن پبلی کیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

فون: 8514 3516 [EXT. 153], 111-140-140 (42-92+)

فیکس: 3354 3516 (42-92+)

یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار لاہور۔ فون: 7695 3723 (42-92+)

www.minhaj.org www.minhaj.biz

mqi.salespk@gmail.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

سلسلہ تعلیماتِ اِسلام: 8

زکوٰۃ اور صدقات

اِفادات : شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتّبہ : مسز فریدہ سجاد

معاوِنہ : مصباح کبیر

نظرِ ثانی : ممتاز الحسن باروی، محمد فاروق رانا

زیرِ اِہتمام : فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : مئی 2013ء

تعداد : 2,400

قیمت : -/240 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے کیسٹس اور CDs و DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk

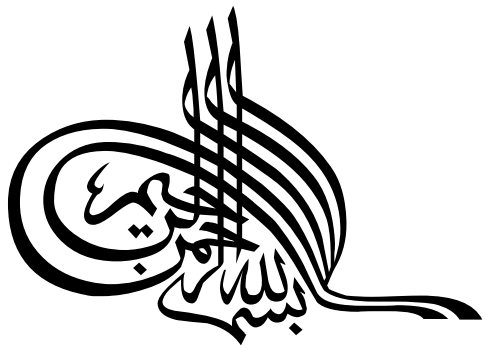

مَـوُلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُـحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْـفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-ا/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرس

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
۞	پیش لفظ	25
	۱. مبادیاتِ زکوٰۃ	27
1	زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟	27
2	لفظِ زکوٰۃ کا لغوی و شرعی معنی کیا ہے؟	27
3	فرضیتِ زکوٰۃ کی تاریخ کیا ہے؟	29
4	کیا قرآن و حدیث کی رُو سے زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے؟	32
5	فرضیتِ زکوٰۃ کی شرائط کیا ہیں؟	34
6	کیا ادائیگیِ زکوٰۃ کے لیے نیت ضروری ہے؟	36
7	ادائیگیِ زکوٰۃ میں کیا حکمتیں کارفرما ہیں؟	36
8	زکوٰۃ ادا کرنے کی فضیلت کیا ہے؟	37
9	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید سنائی گئی ہے؟	39

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
10	سونا چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا قیامت کے روز کیا انجام ہوگا؟	41
11	جو لوگ جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں کیا وعید سنائی گئی ہے؟	42
12	اِسلام کا تصورِ ملکیت کیا ہے؟	43
13	اپنی محنت اور صلاحیتوں کے ذریعے کمائی ہوئی دولت میں زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں دوسروں کو حصہ دار کیوں بنایا جائے؟	47
14	کیا اِنسان کے مال کی بقا دوسروں کی فلاح و بہبود میں مضمر ہے؟	50
15	اِنسانی حاجاتِ اَصلیہ سے کیا مراد ہے؟ کیا اَحوال و ظروف کے بدلنے سے اِن میں بھی تبدیلی ہوسکتی ہے؟	56
16	تملیک (یعنی مالک بنانے) سے کیا مراد ہے؟	61
17	تملیک کے شرط ہونے میں اِختلاف کی وجہ کیا ہے؟	62
18	ادائیگیِ زکوٰۃ کا اَحسن طریقہ کیا ہے؟	69

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
19	کیا دینِ اسلام عمل میں اِنفرادیت پر اِجتماعیت کو ترجیح دیتا ہے؟	69
20	زکوٰۃ اِنفرادی طور پر ادا کرنا بہتر ہے یا اِجتماعی طور پر؟	72
21	مصارفِ زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟	74
22	مصارفِ زکوٰۃ کتنے اور کون سے ہیں؟	75
23	فقیر کسے کہتے ہیں؟	76
24	مسکین کسے کہتے ہیں؟	77
25	عاملین کسے کہتے ہیں؟	77
26	تالیفِ قلب سے کیا مراد ہے؟	79
27	رِقاب کسے کہتے ہیں؟	81
28	غارِم کسے کہتے ہیں؟	82
29	فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟	85
30	ابن السبیل کسے کہتے ہیں؟	85
	2. مسائلِ زکوٰۃ	87
31	نصاب کسے کہتے ہیں؟	87

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
32	کتنے سونے پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	87
33	کتنی چاندی پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	88
34	کیا قیمتی جواہرات پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	89
35	کیا تمام جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	89
36	سائمہ کسے کہتے ہیں اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟	89
37	کتنے اونٹوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	90
38	کتنی گائیوں/بھینسوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	91
39	کتنی بھیڑ/بکریوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	92
40	کیا کافر پر زکوٰۃ فرض ہے؟	92
41	حصص (shares) پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟	93
42	حصص (shares) کی کون سی قیمت شمار کی جائے گی؟	95
43	اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب کرنسی ہو تو کیا حکم ہے؟	95
44	کیا رہائشی مکان، فلیٹ اور پلاٹ پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	96
45	مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟	97
46	کیا سامانِ تجارت یا آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے؟	97

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
47	مالِ تجارت کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟	97
48	گاڑیوں کی خرید وفروخت کے کاروبار پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟	98
49	مشترک کاروبار میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے گی؟	98
50	کیا ٹیکس دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے؟	99
51	مالِ ضمار کسے کہتے ہیں؟	99
52	کیا مالِ ضمار پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟	100
53	کیا سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے بنے ہوئے ذاتی استعمال کے زیورات پر بھی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	100
54	اگر کسی کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے تو ملا کر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟	100
55	اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہیں لیکن حوائجِ اَصلیہ کے علاوہ کرنسی وغیرہ ہے تو کیا زکوٰۃ لازم ہوگی؟ اگر ہوگی تو ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہے؟	102
56	زکوٰۃ کی ادائیگی کے نصاب کا معیار سونے کو بنایا جائے گا یا چاندی کو؟	103

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
57	کیا وقت سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟	۱۰۵
58	سال گزرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہوگیا، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟	۱۰۵
59	سال گزرنے کے بعد اگر سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا تو اس کا حکم کیا ہے؟	۱۰۵
60	اگر کوئی شخص وفات پا جائے حالانکہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اور اس نے ادا نہ کی ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟	۱۰۶
61	کیا دورانِ سال تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ پیشگی ادا کی جا سکتی ہے؟	۱۰۶
62	کیا دو سال کی زکوٰۃ اکٹھی دی جاسکتی ہے؟	۱۰۶
63	لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا ہو جاتا ہے؟	۱۰۷
64	کون سے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے؟	۱۰۹
65	زکوٰۃ میں کس قسم کا مال دینا چاہیے؟	۱۰۹
66	کیا زکوٰۃ نکالنے سے حرام مال بھی پاک ہوجاتا ہے؟	۱۱۰

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
67	کیا گھٹیا مال بطور زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	113
68	زکوٰۃ کن لوگوں کو نہیں دی جاسکتی؟	114
69	جسے زکوٰۃ دی جائے اسے بتانا ضروری ہے یا نہیں؟	115
70	کیا بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	115
71	کیا فاسق و فاجر کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟	115
72	کیا ایسے لوگوں کو عامل بنایا جاسکتا ہے جن پر زکوٰۃ وصدقہ حرام ہے؟	116
73	کیا عصرِ حاضر میں تالیفِ قلب کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟	116
74	کیا زکوٰۃ کی رقوم دوسرے شہر بھیجنا یا خرچ کرنا جائز ہے؟	118
75	کیا مسافر کی بات بلا حجت تسلیم کرکے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	119
76	کیا عورت کے مالِ مہر پر زکوٰۃ فرض ہے؟	121
77	بیوی کے زیورات پر زکوٰۃ ادا کرنا زوجین میں سے کس پر لازم ہے؟	122
78	کیا طلاق یافتہ عورت کو اس کا سابقہ شوہر زکوٰۃ دے سکتا ہے؟	122

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
79	کیا کسی کی شادی کے لیے اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	122
80	کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟	123
81	کیا والدین اور اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟	123
82	کیا محتاج ماں باپ کو حیلہ کر کے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	123
83	کیا بچوں کی شادی کے لیے بنوائے گئے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے جب کہ بچے ابھی نابالغ ہوں؟	124
84	کیا زکوٰۃ سے مستحق طلبہ کی مدد کی جاسکتی ہے؟	124
85	کیا حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ دینا واجب ہے؟	125
86	کیا قرض دار پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟	125
87	کیا قرض کو زکوٰۃ میں بدلا جاسکتا ہے؟	126
88	کیا زکوٰۃ کی رقم سے قیدیوں پر عائد جرمانہ ادا کیا جا سکتا ہے تاکہ انہیں رہائی دلائی جا سکے؟	126
89	کیا زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی رمضان میں ہی کرنی چاہیے؟	127

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
	3. مسائلِ عُشر، معادِن اور رِکاز	128
90	عُشر کسے کہتے ہیں؟	128
91	عُشر کا نصاب کیا ہے؟	128
92	زمین کے عُشری ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟	129
93	خَراج کسے کہتے ہیں؟	130
94	زمین کے خَراجی ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟	131
95	کیا شہد میں عُشر واجب ہے؟	131
96	غلّہ جات، اَجناس اور پھلوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کا کیا حکم ہے؟	132
97	کن اَجناس پر عُشر دینا لازم ہے اور کن پر نہیں؟	134
98	کرائے پر لی گئی زرعی زمین کی زکوٰۃ مالک پر ہے یا کرایہ دار پر؟	135
99	عُشر زمین کے مالک پر واجب ہے یا مزارع پر؟	136
100	زرعی پیداوار، سبزیوں اور پھلوں میں عُشر کب واجب ہوتا ہے؟	137

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
101	قدرتی ذرائع سے حاصل ہونے والی پیداوار اور قیمتاً یعنی ٹیوب ویل، مشین، پمپنگ سے سیراب کی جانے والی زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر کتنا عُشر واجب ہوگا؟	138
102	کیا کھیتی کے اَخراجات نکال کر عُشر دینا چاہیے؟	139
103	کیا اَجناس کے بدلے میں قیمت دینا جائز ہے؟	139
104	معادِن کسے کہتے ہیں؟	139
105	معادِن میں شرح زکوٰۃ کیا ہے؟	140
106	کان سے برآمد شدہ معادِن کی کتنی اقسام ہیں جن پر خُمس واجب ہے؟	140
107	کیا سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟	141
108	کنز کسے کہتے ہیں؟	142
109	رِکاز کسے کہتے ہیں؟	142
110	کیا رِکاز میں نصاب اور سال کی شرط عائد ہوتی ہے؟	142
111	کیا رِکاز پر خُمس واجب ہے؟	143

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
112	رِکاز کا مصرف کیا ہے؟	143
113	اگر کسی کے گھر سے خزانہ نکل آئے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟	144
	4. اِنفاق فی سبیل اللہ	145
114	اِنفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟	145
115	اِنفاق فی المال کی حقیقت کیا ہے؟	145
116	قرآن حکیم ہمیں اِنفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟	145
117	اَحادیثِ مبارکہ میں اِنفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟	147
118	اِنفاقِ واجبہ کسے کہتے ہیں؟	153
119	اِنفاقِ نافلہ کسے کہتے ہیں؟	155
120	کیا نفلی صدقات کی کوئی حد مقرر ہے؟	156
121	کس اِنفاق کے لیے نصاب کا ہونا ضروری نہیں ہے؟	157

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
122	اسلام میں اِنفاق کی کیا اہمیت ہے اور ترکِ اِنفاق پر کیا وعید آئی ہے؟	157
123	تزکیہ کسے کہتے ہیں؟	160
124	کیا اِنفاق تزکیۂ مال اور تزکیۂ نفس کا باعث بنتا ہے؟	162
125	کیا عملِ اِنفاق اِجابتِ دُعا کا ذریعہ بنتا ہے؟	164
126	کیا نیکی اور تقویٰ کا حصول عملِ اِنفاق کے بغیر ممکن ہے؟	166
127	سورۃ الماعون میں دین کو جھٹلانے والے لوگوں کی کون سی علامات بیان کی گئی ہیں؟	168
128	عدل کسے کہتے ہیں؟	172
129	اِحسان کسے کہتے ہیں؟	172
130	عدل و اِحسان میں کیا فرق ہے؟	180
131	عملِ اِنفاق کی کتنی صورتیں ہیں؟	183
132	اِنفاق فی المال کے معاشی ثمرات کیا ہیں؟	187
133	نمونۂ کمال کسے کہتے ہیں؟	189

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
134	قرآن کی رُو سے کن ہستیوں کے طرزِ عمل کو نمونۂ کمال کا مصدر قرار دیا گیا ہے؟	189
135	اُسوۂ محمدی کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟	190
136	سیرتِ اَہلِ بیتِ اَطہار ﷺ کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟	195
137	سیرتِ صحابہ کرام ﷺ کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟	201
138	سخی کسے کہتے ہیں؟	206
139	سخی کے لیے کیا خوشخبری ہے؟	208
140	قناعت کرنے کی فضیلت کیا ہے؟	209
141	بخیل کسے کہتے ہیں؟	210
142	بخیل کے لیے کیا وعید ہے؟	212
	5. فضائلِ صدقات و خیرات	216
143	صدقہ کسے کہتے ہیں؟	216

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
144	صدقہ وخیرات کی فضیلت کیا ہے؟	216
145	کیا صدقہ وخیرات ہر مسلمان پر لازم ہے؟	222
146	صدقہ وخیرات پوشیدہ طور پر کرنا چاہیے یا ظاہری طور پر؟	224
147	اہل وعیال اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کی کیا فضیلت ہے؟	228
148	شہرت کی نیت سے دیئے گئے صدقہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟	232
149	کیا صدقہ دینے سے مال کم ہوجاتا ہے؟	235
150	کیا ہر نیکی صدقہ ہے؟	237
151	صدقہ جاریہ کسے کہتے ہیں؟	240
152	قرضِ حسنہ کسے کہتے ہیں؟	243
153	کیا اللہ تعالیٰ کو بھی قرض دیا جاسکتا ہے؟	243
154	قرض کی وصولی میں رعایت برتنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟	245

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
155	احادیث مبارکہ میں تنگدست کی مدد کرنے کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟	246
156	احادیث مبارکہ میں تنگ دستوں کو قرضِ حسنہ دینے کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟	250
157	قرض ادا نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید سنائی گئی ہے؟	255
158	صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟	257
159	صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟	258
160	صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت کیا ہے؟	259
161	صدقہ فطر کے فوائد کیا ہیں؟	260
162	ماہِ رمضان میں صدقہ وخیرات کرنے کی فضیلت کیا ہے؟	261
	6. مسائلِ صدقات وخیرات	263
163	صدقہ کے سب سے مستحق لوگ کون ہیں؟	263
164	کیا معمولی چیز بطور صدقہ دینا جائز ہے؟	264
165	کیا حرام مال میں سے صدقہ کرنا جائز ہے؟	266
166	کیا صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہے؟	268

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
167	کیا صدقہ دینے والا اپنے صدقہ کا وارث بن سکتا ہے؟	269
168	اگر پرندے یا جانور کسی مسلمان کے کھیت یا باغ سے کھا جائیں تو کیا وہ بھی صدقہ ہے؟	270
169	کیا صدقات کے فنڈ سے قرضِ حسنہ دیا جاسکتا ہے؟	272
170	کیا میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے؟	272
171	کیا عورت اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ صدقہ کرسکتی ہے؟	280
172	کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کرسکتی ہے؟	282
173	سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟	282
174	ضرورت مند ہونے کے باوجود سوال سے بچنے کی کیا فضیلت ہے؟	289
175	بن مانگے صدقہ لینا کیسا ہے؟	292
176	اللہ کے نام پر سوال کرنا کیسا ہے؟	293
177	بھیک کو اپنا ذریعہ روزگار بنانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟	294

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
178	کیا رمضان کے روزے نہ رکھنے والے پر بھی صدقہ فطر واجب ہے؟	297
179	کیا صدقہ فطر یومِ عید سے پہلے رمضان میں دیا جاسکتا ہے؟	298
180	کیا نابالغ پر بھی فطرانہ ادا کرنا واجب ہے؟	298
181	فطرانہ لینے کے مستحق کون لوگ ہیں؟	298
182	کیا رشتہ داروں کو صدقہ فطر دینا جائز ہے؟	299
183	شرعی اِعتبار سے صدقہ فطر کی مقدار کتنی مقرر ہے؟	299
184	کیا ہر شخص صدقہ فطر یکساں ادا کرے گا یا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق؟	300
	7. سفارشات بابت نظامِ زکوٰۃ	302
185	پاکستان میں رائج نظامِ زکوٰۃ مثالی نتائج پیدا کرنے میں کیوں قاصر ہے؟	302
186	کیا بینک میں رکھے ہوئے پیسوں پر کٹوتی کا حکومتی نظامِ زکوٰۃ درست ہے؟	305

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
187	پاکستان میں قانون کے تحت حکومتی سطح پر کتنی اقسام کے زکوٰۃ فنڈ قائم کیے گئے ہیں؟	306
188	کس طرح غرباء و مساکین امیروں کے اَموال میں شریک ہو سکتے ہیں؟	307
189	زکوٰۃ وعُشر کی وصولی یقینی بنانے کے لیے کن اصلاحات کی ضرورت ہے؟	311
190	تحصیلی سطح پر زکوٰۃ کی وصولی کا کیا طریقہ کار رائج ہونا چاہئے؟	313
191	زکوٰۃ کی تقسیم کار کیسی ہونی چاہئے؟	314
192	کون سے ایسے اِقدامات کیے جائیں جن کے ذریعے نظامِ زکوٰۃ کو مؤثر بنا کر بہترین نتائج حاصل ہوسکیں؟	315
193	منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن (MWF) کے قیام کے مقاصد کیا ہیں؟ نظامِ زکوٰۃ کے عملی نفاذ کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کیا کردار ادا کر رہی ہے؟	316
194	تحریکِ منہاج القرآن کے تحت قائم شدہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے اَہداف کیا ہیں؟	318

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
195	تحریکِ منہاج القرآن کے تحت منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے میں کیا تبدیلی لانا چاہتی ہے؟	319
۞	مآخذ و مراجع	326

پیش لفظ

اِسلام نے عبادت کا بہت جامع اور وسیع تصور پیش کیا ہے۔ اِسلام میں تصورِ عبادت پوری اِنسانی زندگی کے اَعمالِ خیر کو محیط ہے۔ اِسلام میں اَخلاقِ حسنہ، زُہد وتقویٰ، خدمتِ اِنسانیت، جود وسخا، عفو و درگزر، حسنِ سلوک؛ الغرض مذہبی اور غیر مذہبی تمام اُمورِ خیر عبادت ہیں اور حصولِ جنت کا باعث ہیں۔ یعنی یہ اُمورِ خیر اِنسان کی اِنفرادی زندگی کے ہوں یا اِجتماعی کے؛ معاشرتی زندگی کے ہوں یا بین الاقوامی اُمور کے؛ اَخلاقی پہلو سے متعلق ہوں یا مالیاتی معاملات سے؛ یہ عبادت کے زُمرے میں آتے ہیں۔

اَرکانِ اِسلام کی ہیئت اور اُن سے جن نتائج کا حصول اِسلام کا مقصود ہے، ان پر دِقتِ نظری سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی رُکن صرف اِنفرادی پہلو سے متعلق نہیں رہتا بلکہ تمام اَرکانِ اِسلام کا مطمحِ نظر اِجتماعی فلاح و بہبود ہے اور ان پر عمل کے ذریعے یہی تربیت اِسلام کے پیروکاروں کو ہمہ وقت دی جاتی ہے۔

اِسلام نے زکوٰۃ کی صورت میں اِجتماعی بھلائی اور معاشرتی فلاح و بہبود کا ایک جامع نظام اِنسانیت کو عطا کیا ہے۔ چونکہ اِسلام فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ نوافل پر بھی زور دیتا ہے تاکہ فرائض کی ادائیگی میں ہونے والے تسامحات کا اِزالہ ہوسکے۔ اِسی طرح فرض زکوٰۃ کے ساتھ نفلی صدقات و خیرات کی حد درجہ ترغیب بھی دی گئی تاکہ نہ صرف محنت و مشقت سے کمائے ہوئے مال و دولت کا حرص کم ہو بلکہ دوسروں کے دکھ درد کو اپنا سمجھنے والی تربیت کا عملی نمونہ بھی معاشرے میں نظر آئے اور صاحبانِ ثروت ومتمول اَفراد زیادہ سے زیادہ اَفرادِ معاشرہ کی مالی معاونت کرکے اُن کی محرومیوں کا اِزالہ کریں۔

زکوٰۃ اور صدقات و خیرات صرف مالی قربانی کا نام نہیں بلکہ ایک جذبے کا نام ہے جسے بجا طور پر قربِ اِلٰہی اور رضائے مصطفیٰ ﷺ کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی معرکہ آراء تصنیف 'اِسلامی فلسفہ زندگی' میں رقم طراز ہیں:

حیاتِ اِنسانی کا اَصل نصب العین اور مقصدِ وحید 'رضائے اِلٰہی کا حصول' ہے۔

اِس کے لیے تحریک 'تزکیہ نفس کی آرزو' کی صورت میں شروع ہوتی ہے اور اِس کا حصول 'فعلِ اِحسان' سے ہوتا ہے۔ لیکن 'فعلِ اِحسان' کی واحد عملی اَساس اور حقیقی صورت 'اِنفاق فی المال' ہے۔ اِس کے بغیر نہ اِحسان کا کوئی مفہوم باقی رہتا ہے اور نہ حصولِ نصب العین کی کوئی سبیل۔

سلسلہ تعلیماتِ اِسلام کی زیرِنظر آٹھویں کتاب 'زکوٰۃ اور صدقات' کے مسائل و اَحکام پر مشتمل ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے خطبات و دروس اور تصنیفات و ملفوظات اور اِفادات سے مستفاد اِس کتاب میں قریباً دو سو سوالات کے جوابات اِنتہائی سادہ پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اِن سوالات کو حسنِ نظم کی خاطر سات عنوانات میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ سلسلہ تعلیماتِ اِسلام کی یہ کتاب بفضلہٖ تعالیٰ اِس سلسلہ کی اب تک شائع ہونے والی سابقہ کتب سے ضخیم ہے۔ گزشتہ کتب کی طرح اپنی اِفادیت کے باعث یہ کتاب بھی اِن شاء اللہ بہت مقبول ہوگی۔

فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi) کے شعبہ خواتین کی رِیسرچ اسکالرز - مسز فریدہ سجاد اور مصباح کبیر - کی محنتِ شاقہ کی بدولت یہ کتاب مکمل ہوئی، جس کی نظر ثانی کا فریضہ اَوّلاً منہاج یونی ورسٹی کے شریعہ کالج (COSIS) کے فاضل اُستاد ممتاز الحسن باروی صاحب نے ادا کیا۔ اُنہوں نے فقہی حوالے سے نہایت مفید اِصلاحات تجویز کیں۔ بعد ازاں راقم نے مختلف پہلوؤں سے کتاب کی نظر ثانی کی سعادت حاصل کی اور اپنی علمی کم مائیگی کے باوُجود اِسے ہر ممکن حد تک اَغلاط سے مبرا کرنے کی سعی کی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کی کما حقہٗ خدمت بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے قائم کردہ مصطفوی مشن کے ساتھ اِستقامت عطا فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

محمد فاروق رانا
ڈپٹی ڈائریکٹر (رِیسرچ)
فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

1. مبادیاتِ زکوٰۃ

سوال 1: زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب: زکوٰۃ اَرکانِ اِسلام کا ایک اَہم رکن ہے جسے صدقہ واجبہ بھی کہتے ہیں۔ شریعت میں صاحبِ نصاب کا اپنے مخصوص مال کو خاص شرائط کے ساتھ مصارفینِ زکوٰۃ کو دینا کہ ان کا حق ادا ہوجائے، زکوٰۃ کہلاتا ہے۔

سوال 2: لفظِ زکوٰۃ کا لغوی وشرعی معنی کیا ہے؟

جواب: زکوٰۃ کا لغوی معنی پاک ہونا، نشو ونما پانا اور بڑھنا ہے۔[1]

لغوی اعتبار سے زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں کا حامل ہے: اس کا ایک معنی پاکیزگی، طہارت اور پاک صاف ہونے یا کرنے کا ہے اور دوسرا معنی نشو ونما اور بالیدگی کا ہے جس میں کسی چیز کے بڑھنے، پھلنے پھولنے اور فروغ پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے پہلے معنی کی وضاحت میں - جو پاکیزگی و طہارت پر دلالت کرتا ہے- قرآن حکیم کا یہ اِرشاد محلِ غور وفکر ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo[2]

بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی)o اور بے شک وہ شخص

---

(۱) لسان العرب، ابن منظور، ۱۴: ۳۵۸

(۲) الشمس، ۹۱: ۹-۱۰

نامراد ہوگیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)○

اس آیت کریمہ میں دنیوی و اُخروی کامیابی کے لیے طہارت و تزکیۂ نفس کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اسے مدنظر رکھنے سے زکوٰۃ کا اطلاق راہِ خدا میں خرچ کیے جانے والے اُس مال پر ہوتا ہے جو دولت کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔

زکوٰۃ کا دوسرا مفہوم نشو ونما پانے، بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا ہے جیسے وہ کھیتی جو بہت بڑھ رہی ہو اور پھل پھول لا رہی ہو تو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

زَکَا الزَّرْعَ.

کھیتی نے نشو ونما پائی۔

اس مفہوم کو پیشِ نظر رکھیں تو زکوٰۃ کا اطلاق اُس مال پر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ وہ مال اللہ کا فضل اور برکت شامل ہونے کی وجہ سے بڑھتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ.[1]

اور صدقات کو بڑھاتا ہے (یعنی صدقہ کے ذریعے مال کی برکت کو

(۱) البقرۃ:۲:۲۷۶

زیادہ کرتا ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ. (۱)

صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔

سوال 3: فرضیتِ زکوٰۃ کی تاریخ کیا ہے؟

جواب: صدقہ فطر سن دو ہجری میں مدینہ منورہ میں واجب ہوا اور زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اسی سال واجب ہوئیں جبکہ اِجمالاً زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہوگئی تھی۔ جس طرح عام نمازوں کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اسی طرح زکوٰۃ یعنی عام مالی خیرات کا حکم بھی ابتدائے اسلام میں ہی دیا گیا لیکن اس کا پورا نظام بتدریج فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ آغازِ اِسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کے مترادف تھا۔ اس کی مقدار، نصاب پر سال گزرنے کی قید اور باقی احکامات جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں، وہ بعد میں تدریجاً نافذ ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوت حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کا مظہرِ اَعظم نماز ہے اور حقوق العباد کی جامع دلیل زکوٰۃ ہے۔ بعثت سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ جس طرح تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اسی طرح خاموشی سے غریبوں کی چارہ گری، مسکینوں اور یتیموں کی

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۴: ۲۰۰۱، رقم: ۲۵۸۸

دست گیری اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کیا کرتے تھے۔

سورۃ المزمل وحی کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے جس میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ اَحکامِ زکوٰۃ کی اصل آیت یہی ہے جس کے بعد تمام برگ و بار ظاہر ہوئے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرضِ حسن دیا کرو، اور جو بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے حضور بہتر اور اَجر میں بزرگ تر پا لوگے، اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو، اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر طیار ﷺ دیگر صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے اور نجاشی نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر حقیقتِ اِسلام اور تعلیماتِ اِسلام دریافت کیں، تو انہوں نے کہا:

اَمَرَنَا بالصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ. (۲)

---

(۱) المزمل، ۷۳:۲۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۰۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۹۱

۳۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۴:۱۳، رقم:۲۲۶۰

پیغمبر اسلام ﷺ ہمیں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عام زکوٰۃ اور مالی خیرات کا آغاز اسلام کی ابتداء ہی میں ہو چکا تھا۔ سن چھ ہجری میں جب ہرقل کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا تو اس نے ابوسفیان سے حضور نبی اکرم ﷺ کے پیغام اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا۔ اگرچہ ابوسفیان اُس وقت تک نعمتِ اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے اس کے باوجود انہیں یہ کہنا پڑا کہ:

يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.(۱)

وہ ہمیں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

ان واقعات سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اِجمالی طور پر زکوٰۃ پر عمل درآمد آغازِ اِسلام میں ہی شروع ہوگیا تھا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۲: ۵۰۵
۲۔ بخاری، الصحیح کتاب التفسیر، باب: قل یٰأہل الکتاب تعالوا إلی کلمۃ سواء بیننا وبینکم، ۴: ۱۶۵۸، رقم: ۴۲۷۸
۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب کتاب النبی ﷺ إلی ہرقل، ۳: ۱۳۹۵، رقم: ۱۷۷۳

سوال 4: کیا قرآن وحدیث کی رُو سے زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے؟

جواب: جی ہاں! قرآن وحدیث کی رُو سے ہر صاحبِ نصاب کا زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ.[1]

اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔

کسی حکم کی بار بار تاکید اس کی اَہمیت کی دلیل ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں بیاسی (۸۲) مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا تاکیدی حکم آیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی کثیر مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[2]

---

(۱) البقرة، ۲: ۸۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب قول النبي ﷺ: بُني الإسلام علی خمس، ۱: ۱۲، رقم: ۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام ودعائمه العظام، ۱: ۴۵، رقم: ۱۶

اِسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوْا أَمْرَاضَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَاسْتَقْبِلُوْا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ.(۱)

اپنے مال و دولت کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ بنا لو اور اپنی بیماریوں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو اور مصیبت کی لہروں کا سامنا دعا اور گریہ وزاری کے ذریعے کرو۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ، فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ.(۲)

جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب المراسيل، باب الزكاة والصدقات:۶۲، رقم:۹۶

۲۔ طبراني نے 'المعجم الأوسط (۲:۲۷۴، رقم:۱۹۶۳)' میں اسے عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳:۲۸۲، رقم:۳۵۵۷

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الزكاة، باب ماجاء إذا أدّيت الزكاة فقد قضيت ما عليك، ۳:۱۳، رقم:۶۱۸

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو ان کو یہ ہدایات دیں:

تم اہلِ کتاب کے پاس جا رہے ہو، سو ان کو اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اگر وہ بات کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک خاص صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے امیروں سے لیا جائے گا اور ان کے غریبوں پر صرف کیا جائے گا۔ خبردار! ان کے سب سے اعلیٰ قسم کے مالوں سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان (کوئی) پردہ نہیں ہوتا۔[1]

سوال 5: فرضیتِ زکوٰۃ کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے فرض ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا: زکوٰۃ مسلمان پر فرض ہے، کافر پر فرض نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا: زکوٰۃ بالغ مسلمان پر فرض ہے، نابالغ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔

۳۔ عاقل ہونا: زکوٰۃ عاقل مسلمان پر فرض ہے، دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

---

(۱) ابو داؤد، السنن، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، ۲:۱۸، رقم:۱۵۸۴

۴۔ آزاد ہونا: یعنی لونڈی و غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

۵۔ مالک کو مال پر مِلکِ تام حاصل ہو: یعنی ایسا مال جو صاحبِ مال کی کامل ملکیت میں ہو مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کردیا اور جگہ بھول گیا۔ پھر برسوں کے بعد جگہ یاد آئی اور مال مل گیا تو جس وقت مال گم ہوا تھا اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ کیونکہ نصاب کا مالک تو تھا مگر چونکہ اس پر قبضہ نہیں تھا اس لیے مِلکِ تام نہ تھی۔

۶۔ حوائجِ اَصلیہ یعنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو۔

۷۔ قرض سے فارغ ہو: مثلاً کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے مگر وہ ایک ہزار کا مقروض بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

۸۔ مالِ نامی ہو: یعنی زکوٰۃ اس مال پر دی جائے گی جس کی افزائش یا نشو و نما ہوتی ہو؛ خواہ حقیقتاً ہو جیسے مالِ تجارت اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی وغیرہ۔

۹۔ مال شریعت کے مقرر کردہ نصاب کو پہنچتا ہو۔

۱۰۔ صاحب نصاب ہونے پر قمری سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔ یعنی نصاب کا مال پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ ایک سال تک وہ نصاب مِلک میں باقی رہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس کی زکوٰۃ نکالی جائے۔

سوال 6: کیا ادائیگیِ زکوٰۃ کے لیے نیت ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! ادائیگی زکوٰۃ کے لیے نیت ضروری ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اس کی صحت کے لیے نیت شرط ہے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت یہ ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا کر رہا ہے، خواہ نیت مستحق کو زکوٰۃ دیتے وقت ہو یا زکوٰۃ کا مال دوسرے مال سے الگ کرتے وقت ہو۔

سوال 7: ادائیگیِ زکوٰۃ میں کیا حکمتیں کارفرما ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کا تعلق چونکہ اِقتصادیات سے ہے۔ اس لیے اسلام کے معاشی نظام میں اس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ ادائیگیِ زکوٰۃ کے حکم کے پیچھے بہت سی حکمتیں کارفرما ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ اس سے مال پاک ہو جاتا ہے اور برکت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ معاشرے کے نادار و مفلس اَفراد یعنی فقراء و مساکین کی مدد ہوتی ہے۔

۳۔ انسان کا نفس بخیلی و کنجوسی جیسی بری صفات و گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۴۔ مال کی نعمت کی وجہ سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ادائیگیِ زکوٰۃ کے ذریعے پورے معاشرے کو ایسا معاشی نظام، طرزِ زندگی اور سماجی ڈھانچہ مہیا کرے جس سے حرام

کمائی کے سارے ذرائع اور راستے ختم ہوجائیں اور رزقِ حلال کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جائیں۔ اس طرح نہ صرف اَفراد کی کمائی حلال اور ان کا مال آلائشوں سے پاک ہوجائے گا بلکہ معاشرہ میں پائی جانے والی ناہمواریاں خود بخود ختم ہونے کے ساتھ ساتھ پوری معاشرتی زندگی حلال وحرام کی حدوں سے آشنا ہوجائے گی اور یوں اِجتماعی اَحوال ومعاملات بھی سنور جائیں گے۔

سوال 8: زکوٰۃ ادا کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: اَرکانِ اسلام کا اَہم ترین رُکن ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ جنتی ہے اور اس کے لیے جنت کی ضمانت ہے۔

۱۔ حضرت عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ الْمُصَلُّوْنَ، وَمَنْ يُقِيْمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ الَّتِي كَتَبَهُنَّ اللهُ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَيَحْتَسِبُ صَوْمَهٗ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ يَحْتَسِبُهَا، وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ الَّتِي نَهَى اللهُ عَنْهَا. (۱)

نمازی اللہ کے ولی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۴۷، رقم: ۱۰۱
۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۱۲۷، رقم: ۱۹۷
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۱۰: ۱۸۶، رقم: ۲۰۵۴۱

فرض کردہ پانچ نمازوں کی پابندی کرتا ہے، اَجر وثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے، خوش دلی سے حصولِ ثواب کے لیے زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے)۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں سے فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ (چھ چیزیں) کون سی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْأَمَانَةُ، وَالْفَرْجُ، وَالْبَطْنُ وَاللِّسَانُ.(۱)

نماز و زکوٰۃ (کی ادائیگی)، امانت داری، شرم گاہ (کی حفاظت)، پیٹ (کو حرام سے بچانا) اور زبان (سے بری بات نہ کہنا)۔

۳۔ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن معاویہ غاضری ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ: مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ.(۲)

(۱) طبراني، المعجم الأوسط، ۵:۱۵۴، رقم: ۴۹۲۵

(۲) ابو داؤد، السنن، كتاب الزكاة، باب فی زكاة السائمة، ۲:۱۶، رقم:۱۵۸۲

جس شخص نے تین کام کیے اس نے یقیناً ایمان کا ذائقہ چکھ لیا: جس نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی اور یہ جان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور ہر سال خوش دلی اور رغبت و تعاون کے ساتھ اپنے مال کی زکوۃ ادا کی۔

۴۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ.(۱)

صدقہ گناہوں کو بجھا (مٹا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

سوال ۹: زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید سنائی گئی ہے؟

جواب: زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن حکیم و حدیث مبارکہ میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ○(۲)

اور جو لوگ اس (مال و دولت) میں سے دینے میں بخل کرتے ہیں جو

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة، ۵:۱۳، رقم:۲۶۱۶

(۲) آل عمران، ۳:۱۸۰

اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے وہ ہرگز اس بخل کو اپنے حق میں بہتر خیال نہ کریں، بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے، عنقریب روزِ قیامت اُنہیں (گلے میں) اس مال کا طوق پہنایا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے رہے ہوں گے، اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے (یعنی جیسے اب مالک ہے ایسے ہی تمہارے سب کے مر جانے کے بعد بھی وہی مالک رہے گا)، اور اللہ تمہارے سب کاموں سے آگاہ ہے○

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَيْهِ، يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ. (1)

جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا لیکن اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا جس

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، ۲:۵۰۸، رقم:۱۳۳۸

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب ﴿ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم﴾، ۴:۱۶۶۳، رقم:۴۲۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۵، رقم:۸۶۴۶

۴۔ نسائي، السنن، کتاب الزکاۃ، باب مانع زکاۃ ماله، ۵:۳۹، رقم:۲۴۸۲

کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا؛ وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

سوال ۱۰: سونا چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا قیامت کے روز کیا انجام ہوگا؟

جواب: سونا چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے، دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پرتوں سے اس کے پہلوؤں، اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔ پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں کے فیصلے ہونے تک جب بھی ان پرتوں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا، اس کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلسل کے ساتھ) لوٹانے کا عمل جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔[1]

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، ۲:۶۸۰، رقم:۹۸۷

سوال 11: جو لوگ جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں کیا وعید سنائی گئی ہے؟

جواب: جو لوگ جانوروں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے بارے میں بھی حدیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! اونٹوں کا (حکم) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اونٹوں والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اُسے چٹیل کھلے میدان میں گرا دیا جائے گا، اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے، ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں تلے روندیں گے اور اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹیں گے۔ جب اس پر سے پہلا دستہ گزر جائے گا تو اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یہ تسلسل اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے (یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا) اور ہر شخص اپنے مقام کو ملاحظہ کرے گا کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

اور جو بکریوں والا بکریوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کو چٹیل میدان میں گرا دیا جائے گا اور انتہائی فربہ جسم میں اس کی بکریاں ظاہر ہوکر اسے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اور سینگوں سے اس کو ماریں گی اور جب بکریوں کا ایک ریوڑ اس کو روندتے ہوئے گزر

جائے گا تو دوسرا ریوڑ آ جائے گا۔ حتیٰ کہ اللہ اس دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کردے گا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر وہ شخص اپنا راستہ دیکھ لے گا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! گھوڑوں کے بارے میں کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت تک خیر وابستہ رہے گی۔ اور فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: کسی شخص کے لیے گھوڑے اجر ہوں گے جبکہ بعض لوگوں کے لیے پردہ ہوں گے اور کسی کے لیے باعثِ وبال ہوں گے۔ ..... وبال اس شخص کے لیے ہیں جس نے ان کو ریا، فخر اور مسلمانوں کی عداوت کے لیے باندھا ہوا ہے۔[1]

سوال ۱۲: اِسلام کا تصورِ ملکیت کیا ہے؟

جواب: اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کا ہر نظامِ معیشت دراصل 'تصورِ ملکیت (concept of ownership)' ہی پر قائم ہے۔ تصورِ ملکیت سے اس کے اَساسی اُصول اور تفصیلات و جزئیات متعین ہوتی ہیں اور اسی سے اس کے نفاذ کی اثر انگیزی اور نتیجہ خیزی متحقق ہوتی ہے۔ لہٰذا تصورِ ملکیت کسی بھی نظامِ معیشت کی تشکیل میں سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، ۲: ۶۸۰-۶۸۱، رقم:۹۸۷

کسی چیز کی ملکیت (ownership) درحقیقت اُس میں کسی شخص کے درج ذیل دو حقوق پیدا ہونے سے عبارت ہوتی ہے:

۱۔ حقِ قبضہ (right of possession)

۲۔ حقِ تصرف (right of disposition)

اِسی طرح جس شخص کو کسی چیز پر مذکورہ بالا حقوق حاصل ہو جائیں تو اسے چیز کا مالک (owner) اور اس چیز کو اس کی ملکیت (property) تصور کیا جائے گا۔ دراصل اسلام کا تصورِ ملکیت بھی یہ ہے کہ نفع اٹھاؤ اور اٹھانے دو۔

مذکورہ بالا بحث کے تحت ملکیت کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے:

جب کسی شخص کو کسی مال/ شے پر اپنا قبضہ قائم رکھنے اور حسبِ منشاء تصرف کرنے کا حق حاصل ہو جائے تو اس حق کو 'ملکیت' کہتے ہیں۔

اِسلام کے تصورِ ملکیت میں اَموال پر قبضہ و تصرف (proprietary rights) کو کسی حد تک تو خالصتاً اِنفرادی حق تسلیم کیا گیا ہے، کوئی اس میں کسی کو شریک کرے یا نہ کرے شریعت اس سے تعرض نہیں کرتی۔ مگر اِنتفاع یعنی اَموال کی نفع بخشی اور سود مندی (usufructuary rights) میں محض اِنفرادی اور نجی حق شریعت کی رُو سے کلیتًا غیر اسلامی ہے۔ اس میں ہر شخص دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور اِنفاق کے تمام اَحکام اِس دعوے کے بیّن دلائل ہیں۔ اگر اشیاء اور اَموال کی ملکیت یعنی ان

کے قبضہ وتصرف کی طرح ان کے منافع اور فوائد (usufructs) کی ملکیت کو بھی مطلقاً نجی اور انفرادی ضرورت تک مختص رکھنے کی اجازت ہوتی تو شریعت لوگوں کے کمائے ہوئے مال و دولت پر زکوٰۃ، صدقات اور اِنفاق کے وجوبی و لازمی اَحکام صادر نہ کرتی۔ یہ اَحکام مال کے قبضہ وتصرف میں شرکت کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ صرف ان کے حقِ اِنتفاع میں دوسروں کی شرکت کا مطالبہ کرتے ہیں، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں مال (property) کے قبضہ وتصرف کی حیثیت اس کے اِنتفاع کی حیثیت سے مختلف ہے۔ اِنتفاع میں اِجتماعی حق جبکہ قبضہ اور تصرف میں بالعموم اِنفرادی حق زیادہ اہمیت کے ساتھ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس تصور کی تائید درج ذیل قرآنی آیات سے ہوتی ہے:

۱۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا○ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○[1]

مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے (بھی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کا) مقرر کردہ حصہ ہے○ اور اگر تقسیمِ (وراثت) کے موقع

(۱) النساء، ۴: ۷-۸

پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو○

۲۔ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا○ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ○ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ○ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ○ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ○[1]

وہ (بڑے فخر سے) کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کیا ہے○ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے (یہ فضول خرچیاں کرتے ہوئے) کسی نے نہیں دیکھا○ کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟○ اور (اسے) ایک زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیے)؟○ اور ہم نے اُسے (خیر و شر کے) دو نمایاں راستے (بھی) دکھا دیے○ وہ تو (دینِ حق اور عملِ خیر کی) دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا○

الغرض اِسلام کا تصورِ ملکیت اپنے معنی و مفہوم اور روح کے اِعتبار سے اِنفرادی حیثیت کا حامل ہے اور اِسلام کے معاشی نظام کا وہ بنیادی پتھر ہے جو اس کی پوری ساخت و تشکیل کو دنیا کے دیگر معاشی نظاموں سے ممتاز و ممیّز کرتا ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضمانت فراہم کرنے میں یقینی طور پر سرفہرست ہے۔

---

(۱) البلد، ۹۰:۶-۱۱

سوال 13: اپنی محنت اور صلاحیتوں کے ذریعے کمائی ہوئی دولت میں زکوٰۃ وصدقات کی صورت میں دوسروں کو حصہ دار کیوں بنایا جائے؟

جواب: عام طور پر مال دار لوگ یہی خیال رکھتے ہیں کہ معاشی تعطل کے شکار اَفراد اپنی حاجت مندی کے ذمہ دار خود ہیں یا معاشرہ ہے، چاہے اَفراد کی اِضطراری حالت انہیں ضمیر فروشی، مصلحت کوشی اور عصمت فروشی پر ہی کیوں نہ مجبور کر رہی ہو۔ بالعموم مال دار لوگ یہی سوچتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے حوالے سے اُن پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ نتیجتاً وہ انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر اپنی دین داری اور پارسائی کے تحفظ میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔ قرآن حکیم ایسے نام نہاد دین داروں اور پارساؤں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے کہ جو شخص اپنی ذات اور انفرادی نیکیوں کے زعم میں محصور رہ کر معاشرے کے دیگر پریشان حال لوگوں کے معاشی تعطل کو رفع کرنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنے حال پہ چھوڑ کر مستغنی اور بے نیاز رہنا چاہتا ہے تو وہ جان لے کہ اس کا یہ عمل ہرگز نیکی اور دین کی تصدیق نہیں بلکہ یہ دین کو جھٹلا دینے کے مترادف ہے۔

اِسی طرح اگر کوئی شخص اپنی کمائی اور منافع کے بارے میں یہ خیال رکھے کہ یہ اُس کی ذاتی ملکیت ہے، اس میں دوسروں کو کیوں شریک کروں؛ یا دولت کو صرف اپنی ضروریات اور آسائشوں تک محدود رکھا جائے اور ان سے دوسروں کو فائدہ نہ اٹھانے دیا جائے یعنی دوسرے مستحقین کے شرعاً تسلیم شدہ حقوق پورے نہ کیے جائیں تو اسے دولت کا جمع کرنا کہا جائے گا اور یہ اَمر

شریعت میں حرام بلکہ باعثِ عذابِ جہنم ہے باوجود اس کے کہ اس نے وہ ساری دولت اپنے جائز ملکیتی ذرائع سے کمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝[1]

اے ایمان والو! بے شک (اہلِ کتاب کے) اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق (طریقے سے) کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دینِ حق کی تقویت و اشاعت پر خرچ کیے جانے سے روکتے ہیں)، اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۝ جس دن اس (سونے، چاندی اور مال) پر دوزخ کی آگ میں تاپ دی جائے گی پھر اس (تپے ہوئے مال) سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور ان سے کہا جائے گا) کہ

(۱) التوبة، ۹:۳۴-۳۵

یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنی جانوں (کے مفاد) کے لیے جمع کیا تھا سو تم (اس مال کا) مزہ چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھےo

اِسی مضمون کو سورۃ الحشر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ط وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِo[1]

جو (اَموالِ فَے) اللہ نے (**قُرَیظہ، نَضِیر، فِدَک، خَیبر، عُرَینہ** سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (ﷺ) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے ہیں اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب) کے لیے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہیں (یہ نظامِ تقسیم اس لیے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے) اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی

---

(۱) الحشر، ۵۹:۷

رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○

سوال 14: کیا اِنسان کے مال کی بقا دوسروں کی فلاح و بہبود میں مضمر ہے؟

جواب: جی ہاں! انسان کے مال کی بقا دوسروں کی فلاح و بہبود میں مضمر ہے لیکن اِس کے لیے اِسلام کے تصورِ ملکیت کو موجودہ معروضی صورت حال میں سمجھنا اَز بس ضروری ہے۔ ہمارے ذہن ملکیت کے جس تصور سے آشنا ہیں وہ سرمایہ دارانہ یا اشتراکی نظام ہائے معیشت سے اَخذ کردہ ہے۔ اِسلام کا اِقتصادی تصور سرمایہ دارانہ اور اِشتراکی فکر کی اساس پر استوار کیے گئے اِقتصادی تصورات سے یکسر مختلف ہے۔ خالقِ کائنات نے اس دنیا میں جو بھی پیدا کیا ہے وہ انسان کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ گویا اَموال و اَملاک اور جائدادوں کی صورت میں جو کچھ بھی موجود ہے اس سے بنی نوع اِنسان کا فائدہ مقصود ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا.[1]

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔

اِس تصور کو - کہ ہر چیز کی تخلیق میں انسان کی منفعت مضمر ہے - ایک اور مقام پر قرآن حکیم ان الفاظ سے واضح فرماتا ہے:

---

(۱) البقرۃ، ۲:۲۹

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ.[1]

اور البتہ جو کچھ لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہتا ہے۔

اِس آیۂ کریمہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اس دنیا میں صرف وہی چیز باقی رہتی ہے جس میں لوگوں کے لیے نفع بخشی اور فیض رسانی ہو۔ گویا کسی شے کے باقی رہنے یا قائم رکھے جانے کا جواز قرآن حکیم کے فلسفہ کی رو سے صرف یہ ہے کہ اس سے کسی نہ کسی صورت میں انسان کے لیے سود مندی اور نفع بخشی کا پہلو وابستہ ہو۔

مغربی سائنس نے دنیا کو بقاے اَصلح (survival of the fittest) کا تصور دیا ہے جس کے مطابق صرف وہی چیز باقی رہتی ہے جو اپنے ماحول میں سب سے زیادہ سازگار اور مطابقت رکھنے والی ہو، اس کے علاوہ ہر چیز بقاے اَصلح کی اس رزم گاہ میں فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ اس تصور کے مقابلے میں اسلام کا پیش کردہ تصور اشیاء کی تخلیق اور بقا کے بارے میں اُن کی انسان کے لیے فائدہ مندی اور نفع بخشی سے متعلق ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ صحابہ کرام ﷺ، تابعین، تبع تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمان شوکت وعزت اور تمکنت کی زندگی اس لیے بسر کرتے تھے کہ اس سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے۔ اس میں ہر شخص اپنے ذاتی مفاد کو نظر انداز کرکے دوسروں کی

(۱) الرعد، ۱۳:۱۷

بہتری کے لیے کوشاں رہتا تھا، حتیٰ کہ وہ دوسرے کی جان بچانے کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔

تاریخِ اِسلام کا یہ واقعہ زبانِ زدِ عام و خاص ہے کہ جنگ یرموک میں چند جاں نثارانِ اِسلام جاں بہ لب تھے اور شدتِ پیاس کا یہ عالم تھا کہ ہر زبان پر **اَلْعَطْش، اَلْعَطْش** تھا۔ حضرت حذیفہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ اُس معرکے میں ان کے چچا کے انتہائی زخمی بیٹے نے درد و اَلم سے کراہتے ہوئے انہیں پکارا تو وہ پانی اور برتن لے کر ان کی طرف لپکے۔ پانی ابھی پیالے اور لبوں کے سفر میں ہی تھا کہ دور سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ حذیفہ عدوی کے چچا زاد بھائی نے منہ پرے ہٹا کر انہیں اُس طرف جانے کا اشارہ کیا۔ حذیفہ عدوی وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص ﷺ کے بھائی ہشام بن العاص تھے۔ انہوں نے اُن سے پوچھا کہ پانی پیش کروں تو ہشام نے مثبت اشارہ کیا۔ زندگی کی آخری سانسیں لینے والے ہشام کے تشنہ لبوں تک پانی کا پیالہ پہنچنے نہیں پایا تھا کہ کسی اور کی کراہنے کی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ ایثار کے اس پیکر نے رک کر حذیفہ عدوی کو اشارہ کیا کہ پہلے اُس طرف جاؤ۔ قبل اِس کے حذیفہ عدوی اُس تیسرے جاں نثار تک پہنچ پاتے وہ اُلوہی جنتوں کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ حذیفہ عدوی واپس ہشام بن العاص کے طرف لپکے تو دیکھا کہ وہ بھی دیدارِ اِلٰہی سے شرف یاب ہو چکے تھے۔ پھر وہ واپس اپنے چچا زاد بھائی کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ ان کی روح بھی فرشتوں

کے جھرمٹ میں محو پرواز تھی۔[1] اِس طرح عزم و استقلال اور ایثار و قربانی کے ان تینوں جاں نثاروں نے ایک دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے جاں جانِ آفریں کے سپرد کردی لیکن کسی نے دوسرے بھائی سے پہلے ایک بوند پانی سے اپنے خشک حلق کو تر کرنا گوارا نہ کیا۔ گویا انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے درج ذیل قرآنی آیت کی عملی تفسیر پیش کردی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○[2]

اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بُخل سے بچا لیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں ○

اسلام نے مخلوقِ خدا کے لیے نفع بخشی کا جو اصول دیا وہ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی یکساں کارفرما تھا اور اس سلسلے میں تاریخِ اسلام سے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں شہر مدینہ میں کسی کنویں کا پانی

---

(۱) ۱۔ ابن المبارك، كتاب الجهاد:۹۷، رقم:۱۱۶

۲۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸:۲۸

۳۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۳۸:۱۸۰

(۲) الحشر، ۵۹:۹

میٹھا نہ تھا۔ مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلے پر میٹھے پانی کا ایک کنواں کسی یہودی کی ملکیت تھا جو مہنگے داموں پانی بیچتا تھا۔مسلمان بامرِ مجبوری چار میل کی مسافت طے کر کے مشقت اٹھاتے اور پانی خرید کر لاتے۔ پھر اس نے مسلمانوں کو پانی سے محروم کرنے کے لیے اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے میں زیادہ دام وصول کرنا شروع کر دیے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے یہودی کے ہاتھوں مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھی تو آپ ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا: 'تم میں سے کون ہے جو میرے ہاتھ سے جنت خریدنا چاہتا ہے؟' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے مال دار صحابی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دست بستہ عرض کیا: آقا! غلام حاضر ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'اگر تم اس یہودی سے آدھا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے بارہ ہزار درہم کے عوض آدھا کنواں خرید کر مدینہ کے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اب مسلمانوں کو اپنی ضرورت کے مطابق بغیر کسی روک ٹوک اور دشواری کے پانی میسر آتا اور ان کی ضرورت سے زائد پانی بچ رہتا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینے کے یہودیوں کو دعوت دی کہ جب مسلمان اپنی ضرورت کا پانی لے لیا کریں تو تم بھی اس میں سے پانی بھر لیا کرو۔ چنانچہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اس پیش کش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہودی سے پانی خریدنا بند کردیا اور مفت پانی بھرنے لگے۔ اس طرح یہودی کا کاروبار ماند پڑ گیا۔ وہ شکوہ کناں آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا تو آپ یہودیوں کو پانی مفت

دینا بند کردیں یا بقیہ کنواں بھی مجھ سے خرید لیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم یہودیوں کو مفت پانی دینا بند تو نہیں کرسکتے البتہ بقیہ آدھا کنواں خریدنے کی بات ممکن ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بقیہ کنواں بھی آٹھ ہزار درہم کے عوض خرید کر اَہلِ مدینہ کے لیے وقف کردیا۔[1]

اِس واقعہ سے اِسلام کا تصورِ ملکیت بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اس کی تہہ میں مخلوقِ خدا کی بہتری اور فلاح کا فلسفہ مضمر ہے۔ جب تک مسلمانوں میں اس تصور کی کارفرمائی رہی وہ عظمت وشوکت کے بامِ عروج پر متمکن رہے اور دنیاے شرق وغرب ان کے زیرنگیں رہی۔ جب اس تصور کی گرفت ڈھیلی پڑگئی تو عزت وشوکت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی اور نتیجتاً ان کی عظمت قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، ۸۲۹:۲
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان، ۶۲۷:۵، رقم:۳۷۰۳
۳۔ نسائی، السنن، کتاب الأحباس، باب وقف المساجد، ۲۳۵:۶، رقم:۳۶۰۸
۴۔ ابن القیم، زاد المعاد، ۸۰۵:۵
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۲۶۸:۲
۶۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۲۴۱:۵

سوال 15: اِنسانی حاجاتِ اَصلیہ سے کیا مراد ہے؟ کیا اَحوال و ظروف کے بدلنے سے اِن میں بھی تبدیلی ہوسکتی ہے؟

جواب: حاجاتِ اَصلیہ کا تعلق دراصل اِنسان کی شخصی ضرورت سے ہے، ان شخصی ضروریات میں زمانہ و مقام اور اَشخاص کے اِعتبار سے تفاوت عین فطرت ہے۔ معاشرے میں اِنفرادی اور اِجتماعی سطح پر حکمِ اِقتصاد کو نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کے لیے صرفِ مال کی حدود بھی متعین کر دی جائیں اور 'نظامِ مصارف کی درجہ بندی' کے ذریعے ہر فرد اور ہر ادارے پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اس کے لیے کس قدر مال خرچ کرنا جائز ہے اور کس قدر ممنوع؟ اَحکامِ شرعیہ میں فرائض و واجبات، مستحبات اور محرمات و مکروہات وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے نظامِ مصارف کو حسبِ ذیل چھ درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

مصارف	شرعی حیثیت	حکم
حاجات	فرض	اِجازت
ضروریات	واجب	اِجازت
تسہیلات	مستحب	اِجازت
تزئینات و تحسینات	مباح	اِجازت
اِسرافات	مکروہ	ممنوع

تبذیرات	حرام	ممنوع

(۱) حاجات (absolute needs)

حاجات سے مراد وہ ناگزیر مصارفِ حیات ہیں جن کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ یہ ہر شخص کا بنیادی حق ہیں اور معاشرے کے ہر فرد تک ان کی فراہمی ریاست کا فرض ہے۔ بنیادی طور پر انسانی زندگی کی تین چیزیں حاجات کے زمرے میں آتی ہیں:

۱۔ خوراک (روٹی)

۲۔ لباس (کپڑا)

۳۔ رہائش (مکان)

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ان ضروریات کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے:

لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ. (۱)

ابن آدم کے لیے سوائے اِن امور کے کوئی لازمی حق نہیں: رہنے کے

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ۳۰، ۴:۵۷۱، رقم:۲۳۴۱
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴:۳۷۴، رقم:۷۸۶۶
۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱:۴۶، رقم:۴۶
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۵:۱۵۷، رقم:۶۸۰

لیے گھر، ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا اور ضرورت کی روٹی اور پانی۔

(۲) ضروریات (necessities)

حاجات کے بعد دوسرا درجہ ضروریات کا ہے۔ انسانی زندگی کی ضروریات وہ اشیاء ہیں جن کے بغیر انسان زندہ تو رہ سکتا ہے لیکن یہ زندگی انتہائی تکلیف دہ اور کٹھن ہوگی۔ اس لیے اگر معاشرے میں ہر فرد کو حاجات میسر آجائیں تو ریاست کا فرض ہے کہ وہ سب کے لیے بنیادی ضروریات کا بھی بندوبست کرے۔ آج کے دور میں بجلی، پانی، گیس، تعلیم اور صحت ایسی بنیادی ضروریات ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں میں پھنس جاتی ہے۔ اس لیے یہ انسانی زندگی میں 'وجوب' کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۳) تسہیلات (facilities & amenities)

تسہیلات سے مراد وہ مصارفِ حیات ہیں جو ایک پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں۔ ان سے زندگی میں راحت، سہولت اور آسائش میسر آتی ہیں۔ تسہیلات میں سواری (گاڑی، کار وغیرہ) اور ذرائعِ اِبلاغ (ریڈیو، ٹی وی وغیرہ) جیسی دیگر اشیاء شامل ہیں۔ اسلامی نظامِ حیات میں ان کو 'مستحب' کا درجہ حاصل ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص رزقِ حلال سے ان تسہیلات کو حاصل کر سکے تو یہ اس کا حق ہے۔

(۴) تزئینات وتحسینات (decorations)

یہ ایسے مصارفِ حیات ہیں جو انسانی زندگی میں محض آسائش اور آرائش کا باعث ہوتے ہیں، انسان کی بنیادی ضروریات کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص رزقِ حلال کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور اپنے زیرِ کفالت تمام افراد کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تزئینات وتحسینات اختیار کرے تو یہ اس کے لیے 'مباح' ہے۔

(۵) اِسرافات (luxuries)

تزئینات وتحسینات کے بعد اگلا درجہ تعیّشات و اِسرافات کا ہے۔ یہ وہ غیر ضروری مصارفِ حیات ہیں جو آسائش سے بڑھ کر محض تصنّع، نمود و نمائش، بے جا آرائش و زیبائش اور تکلّفات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ایک اسلامی معاشرے میں ایسی چیزوں کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی مثالیں مختلف سماجی تقریبات کے موقع پر فضول رسمیں اور ان پر کیا جانے والا بے تحاشہ خرچ ہیں۔ اسی طرح اسٹیٹس (status) کے نام پر دولت کی بے جا نمود و نمائش بھی اِس زُمرے میں آتی ہے۔

(۶) تبذیرات (extravagances)

تبذیرات سے مراد وہ فضول خرچی، اسراف اور پرتعیّش تقریبات ہیں جو محض دولت کی نمائش اور عیش پرستی کے اظہار کے لیے منعقد کی جاتی ہیں۔ یہ درحقیقت عام صارف کی ضروریات و حاجات سے زائد وہ فاضل مال ہے جسے

آ قائے دو جہاں ﷺ نے شرعاً و قانوناً معاشرے کے محروم المعیشت اَفراد کا حق قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ان کی حق تلفی کرتے ہوئے یہ رقم اپنے تعیّش اور لہو و لعب میں ضائع کر دے تو اس کا یہ عمل ہرگز قابلِ معافی نہیں ہوگا کیونکہ شرعِ مبین نے ایسے عمل کو حرام قرار دیا ہے اور اس کا اِنسداد اِسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

غور کیا جائے کہ فقہاء کرام نے پیشہ وارانہ آلاتِ حرفہ، حفاظتی اسلحہ اور موسمی لحاظ سے سرد و گرم لباس، اَہلِ علم کے لیے اس کے موضوع کے مطابق کتب وغیرہ جنہیں حاجتِ اَصلیہ کے زمرے میں رکھا گیا ہے، ان کا تعلق شخصی اَحوال سے ہے۔ اس میں فرق کا پایا جانا فطری بات ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ضروریاتِ زمانہ اور حالات کے لحاظ سے متغیر ہوتی رہیں گی۔ لباس و پوشاک کا معیار بدلے گا، سواری میں فرق ہوگا، رہائشی اور سکونتی مکان میں نقشہ اور سہولتوں کے لحاظ سے فرق ہوگا اور یہ ساری چیزیں حاجاتِ اَصلیہ میں داخل ہوں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ فقہاء نے 'حاجت اور تحسین و زینت' کے درمیان جو فرق کیا اس کا لحاظ رکھا جائے گا اور حرمتِ زکوٰۃ کا حکم متعین کرتے وقت اس کو ملحوظ رکھا جائے گا کہ زکوٰۃ کا مصرف فقراء و مساکین ہیں۔

پس حاجتِ اصلیہ کا دائرہ اتنا وسیع نہ ہو جائے کہ مرفہ الحال (روزی کی فکر سے آزاد) لوگ بھی مستحقینِ زکوٰۃ کی صف میں آ جائیں۔

سوال 16: تملیک (یعنی مالک بنانے) سے کیا مراد ہے؟

جواب: تملیک سے مراد 'مالک بنانا' ہے یعنی متعلقہ فرد یا جماعت کو زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے تاکہ مالدار کا دینا اور حقدار کا لینا ثابت ہوجائے۔ یہ ایک تعبیری اور اجتہادی مسئلہ ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے 'تملیک' کے لازمی شرط ہونے کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہاے کرام کا ایک طبقہ ادائیگیِ زکوٰۃ کی صحت کے لیے 'تملیک شخصی' کو بنیادی رُکن اور شرط کا درجہ دیتا ہے۔ اس طبقہ کے مؤقف کے مطابق مالِ زکوٰۃ کو جب تک قرآن کے بیان کردہ مصارفِ زکوٰۃ، فقراء و مساکین، غربا و بیوگان اور یتامیٰ وغیرہ کی ذاتی ملکیت اور انفرادی تصرف میں کلیتًا نہ دے دیا جائے، زکوٰۃ کی ادائیگی درست اور جائز نہیں ہوتی اور نہ ہی مالکِ مال ادائیگیِ زکوٰۃ کے فریضہ سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ اس تصور کے پیشِ نظر لوگ اپنی زکوٰۃ کی رقم اپنے مستحق اَعزاء و اقرباء اور غریب گھرانوں میں دے دیتے ہیں۔ انہیں یہ خیال رہتا ہے کہ شاید قومی سطح پر اِجتماعی مقاصد و مصالح اور فلاحی منصوبوں کے لیے زکوٰۃ کا دیا جانا اَز روئے شریعت مقبول نہیں۔

شرطِ تملیک کے پیش نظر بعض فقہاے کرام نے بیان کیا ہے کہ خانقاہیں، مساجد، سرائے، پانی کی سبیلیں اور حوض بنانے، پلوں کی مرمت کرنے، مُردوں کی تکفین و تدفین جیسے نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں کیونکہ ان میں تملیک (کسی کو مالک بنانا) بالکل نہیں پائی جاتی۔ اسی

طرح کسی شخص نے مالِ زکوٰۃ سے طعام خریدا اور فقراء کو صبح و شام کھانا کھلایا لیکن عین طعام ان کے سپرد نہیں کیا تو زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہ ہوئی کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر صاحبِ نصاب نے مالِ زکوٰۃ سے کسی زندہ فقیر کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی فقیر کو مالک نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مالِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔

اس کے برعکس بعض فقہاے کرام کا مؤقف ہے کہ ادائیگیِ زکوٰۃ میں تملیک ضروری نہیں کیونکہ اِنفرادی تملیک کا معنیٰ و مفہوم آیتِ مصارف کے سیاق و سباق سے اخذ ہوتا ہے نہ اِقتضاء النص سے واضح ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس تاویل و تعبیر کی کوئی دلیل نہیں ملتی، نہ اَقوال و آثارِ صحابہ سے اس کی تائید ملتی ہے اور نہ ہی فقہاے کرام کی طرف سے بیان کردہ زکوٰۃ کا شرعی معنیٰ تملیک کے تصور کو اُجاگر کرتا ہے۔

سوال 17: تملیک کے شرط ہونے میں اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ادائیگیِ زکوٰۃ کے صحیح ہونے کے لیے تملیک کے شرط ہونے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف کی وجہ آیتِ مصارفِ زکوٰۃ میں کلمہ 'لِ' میں مختلف معانی کا احتمال پایا جانا ہے۔ آیتِ مصارف ملاحظہ ہو:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○[1]

بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اورمحتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)۔ یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے ○

مندرجہ بالا آیت مصارف میں لِلْفُقَرَآءِ کی 'لِ' کی مقصدیت اور معنوی تحقیق و تعیین پر مفسرینِ کرام اور اَہلِ علم کے ہاں مسئلہ تملیک کا اِختلاف پیدا ہوا۔ اِس کی مختلف تشریحات و توضیحات پیش کی گئیں۔ عربی لغت میں لام درج ذیل مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

۱۔ لام برائے اَجل (کے لیے)

۲۔ لام برائے اِختصاص (خاص کرنا)

۳۔ لام برائے اِستحقاق (مقدار ہونا)

۴۔ لام برائے تملیک (مالک بنانا)

۵۔ لام برائے اِنتفاع (فائدہ پہنچانا)

(۱) التوبة، ۹:۶۰

۶۔ **لام** برائے تقدیر مفروضہ (تکمیلِ اَمر)

عام طور پر **لام** یعنی 'لِ' کا معنی 'کے لیے' کیا جاتا ہے، اِس 'کے لیے' سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر و تشریح میں جا کے مسئلہ پیچیدہ ہوگیا ہے۔ جو فقہاء ادائیگیِ زکوٰۃ کے صحیح ہونے کے لیے تملیک کو شرط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک آیتِ مصارف میں 'لِ' برائے تملیک ہے اور جو فقہاء اور ائمہ تفسیر 'لِ' کو تملیک کے لیے نہیں مانتے ان کے نزدیک آیت میں 'لِ' دوسرے معانی یعنی تخصیص، اِستحقاق، اِنتفاع اور اِختصاص کے لیے استعمال ہوا ہے۔

پھر وہ علماء و فقہاء اور مفسرین کرام جنہوں نے مسئلہ زکوٰۃ میں ذرا سخت مؤقف اختیار کیا ہے اور 'لِ' کے معنیٰ کے تعین میں 'تملیک' کو خاص کیا ہے، ان کے ہاں بھی صرف درج ذیل پہلی چار مدات میں اِنفرادی و شخصی تملیک پائی جاتی ہے:

۱۔ فقراء

۲۔ مساکین

۳۔ عاملینِ زکوٰۃ یا زکوٰۃ کا اِنتظامی اور مالی اِدارہ

۴۔ مؤلفۃ القلوب

جبکہ درج ذیل چار مدات اِجتماعی مقاصد و مصالح کے لیے قرار دی جاتی ہیں:

۱۔ الرقاب (غلاموں کی آزادی)

۲۔ الغارمون (مقروض)

۳۔ فی سبیل اللہ

۴۔ ابن السبیل

بعض فقہا و مفسرین کے نزدیک پہلی لام - لِلْفُقَرَآءِ - سرے سے تملیک کے لیے ہے ہی نہیں۔ اِس موقف کے حامل فقہاء و مفسرین جملہ مصارفِ زکوٰۃ میں سے کسی میں بھی اِنفرادی طور پر مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دینے کو شرط قرار نہیں دیتے؛ البتہ اِنفرادی طور پر کسی کو مالِ زکوٰۃ دیں اور مالک بنائیں تو حرج نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ کسی قسم کی شرط کے بغیر بھی ادا ہو جائے گی۔

راجح قول

مختلف فقہاے کرام کے اِجمالی مؤقف سے بنیادی نکتہ بہرحال واضح ہوجاتا ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک ذاتی شرط نہیں بلکہ اس میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور ادائیگی کے لیے بہت سے طریقے اپنائے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ یہ تصور کرنا کہ زکوٰۃ صرف انفرادی طور پر لوگوں کو دینے سے ہی ادا ہوگی، اجتماعی مقاصد و مصالح پر خرچ نہیں ہوسکتی، یہ تصور سرے سے کسی فقہی مذہب میں نہیں ہے؛ نہ احناف اور مالکیوں کا ہے، نہ شوافع اور حنابلہ کا یہ قول ہے۔

تمام فقہاے کرام کا یہ متّفقہ اُصول ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں کسی قسم کی زیادتی، بلا دلیلِ شرعی قرآنی علوم کی تخصیص اور کسی مطلق کی تقیید و تشریط کا حق کسی فردِ بشر کو حاصل نہیں، جب تک کہ اس کی اصل شریعت میں موجود نہ ہو۔

چنانچہ اس قاعدے کے مطابق آیتِ مصارف میں زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے باب میں تملیک کی شرط عائد کرنا اور لِلْفُقَرَآءِ کے لام کو تملیک کے لیے خاص کرنا کتاب اللہ کے مطلق حکم کو مقید کرنا ہے، جبکہ اس کی تقیید کی کوئی اصل شریعت میں موجود نہیں ہے۔

آیتِ مصارف کے سیاق و سباق سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ 'تملیک شخصی' شرط نہ ہو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ○ (۱)

اور ان ہی میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں، پھر اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جائیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ فوراً خفا ہو جاتے ہیں○ اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے عطا فرمایا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (ﷺ مزید) عطا فرمائے گا۔ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (اور رسول ﷺ اسی کا واسطہ اور وسیلہ ہے، اس

(۱) التوبہ، ۹: ۵۸-۵۹

کا دینا بھی اللہ ہی کا دینا ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے اور طعنہ زنی نہ کرتے تو یہ بہتر ہوتا)o

یہاں ان منافقین کا ذکر ہو رہا ہے، جو اپنے ذاتی نقصان کی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں سوءِ ظن رکھتے تھے کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق صدقات میں سے دے دیا جاتا تو خوب تعریفیں کیا کرتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو الزام تراشی کرتے کہ (معاذ اللہ) حضور نبی اکرم ﷺ نے جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔

ان منافقین کے نفاق، طمع اور حرص کو واشگاف الفاظ میں بیان کرتے ہوئے انہیں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم زکوٰۃ و خیرات کے مستحق نہیں ہو بلکہ اس کے اصل حق دار تو فقراء و مساکین ہیں۔ چنانچہ آیت کا سیاق و سباق بھی اسی بات کا متقاضی ہے کہ یہ لام 'تملیک' کے لیے نہیں بلکہ اِختصاص ہی کے لیے ہے۔ سیاق و سباق سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے کہ یہاں مال کو کسی کی مِلک میں دینے کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہاں تو مستحقینِ زکوٰۃ و خیرات کی اَصناف کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے۔

احمد بن منیر اسکندری نے الکشاف کے حاشیہ میں اِس اَمر کی تصریح کی ہے کہ آیتِ مصارف کا سیاق تملیک کو بیان نہیں کرتا۔

لا يساعده السياق، فإن الآية مصدرة بكلمة الحصر الدالة على أنّ غيرهم لا يستحق فيها نصيباً؛ فهذا هو الغرض الذى

سبقت لهم فلا اقتضاء فيها لما سواه، (والله أعلم).[1]

آیت کا سیاق بھی لامِ تملیک کے تصور کی موافقت نہیں کرتا کیونکہ آیت مبارکہ تو کلمۂ حصر - إِنَّمَا - سے شروع ہو رہی ہے۔ جو اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ اِن کے علاوہ کوئی حقدار نہیں۔ یہی وہ غرض ہے جس کی وجہ سے کلام کو لایا گیا ہے۔ سو اس مفہوم کو لینے کے لیے آیت میں کوئی تقاضا (دلیل) نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور قرینہ موجود ہے۔

خلاصہ کلام

دلائلِ قرآنیہ اور اَقوالِ اَئمہ و فقہاء کی روشنی میں ایک واضح مؤقف سامنے آتا ہے وہ یہ کہ لام برائے تملیک مراد لینا کسی صورت بھی درست نہیں ہے کیونکہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تملیک کی شرط نہ ہو۔ نیز ادائیگیِ زکوٰۃ کا مُدعا اور مقصد دلوں سے مال کی محبت کو کم کرنا ہے۔ اب اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تملیک ضروری نہیں، خواہ یہ مقصد اِنفرادی طریق پر پورا ہو یا اِجتماعی پر؛ ہر طرح درست ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اگر کوئی مستحق مل جائے تو فبہا ورنہ اِجتماعی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جائے۔ یہ اسلام کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کیونکہ اسلام صرف اِنفرادی عمل کا نہیں بلکہ اِجتماعی عمل کا دین بھی ہے۔

(۱) ابن المنير، الانتصاف على الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ۲۸۲:۲

سوال ۱۸: ادائیگیِ زکوٰۃ کا اَحسن طریقہ کیا ہے؟

جواب: ادائیگیِ زکوٰۃ کا اَحسن طریقہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کی رُو سے بتائے گئے آٹھ مصارف میں سے سب سے پہلے اپنے غریب و مستحق رشتہ داروں، پڑوسیوں، ملنے والوں، اپنے ہم پیشہ، اپنے شہر والوں اور بعد میں دوسروں لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح جو لوگ خود بڑھ کر سوال نہیں کرتے اور غربت کے باوجود خود دار اور غیرت مند ہوتے ہیں انہیں تلاش کر کے زکوٰۃ و صدقات دیے جائیں۔ اور اگر یہ افراد مندرجہ بالا مصارفین سے زیادہ ضرورت مند ہوں تو انہیں زکوٰۃ دینے میں مقدم رکھا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت کے طور پر زکوٰۃ دینا جائز نہیں، ہاں اگر مالِ زکوٰۃ سے فقیروں کے لیے کوئی چیز خرید کر ان میں تقسیم کر دی جائے تو جائز ہے۔

سوال ۱۹: کیا دینِ اِسلام عمل میں اِنفرادیت پر اِجتماعیت کو ترجیح دیتا ہے؟

جواب: دینِ اسلام کے بالعموم ہر باب میں اِنفرادیت پر اِجتماعیت کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اسلام صرف اِنفرادی عمل کا نہیں بلکہ اِجتماعی عمل کا دین بھی ہے۔ اِسلام کے پانچ اَرکانِ میں شہادتِ توحید و رسالت کے عقیدے کے علاوہ باقی چار اَرکان میں سے ہر ایک میں اِجتماعیت کے تصور کو ترجیح حاصل ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ اِقامتِ صلوٰۃ

نماز کے قائم کرنے میں باجماعت نماز کی ادائیگی اَجر وثواب اور دیگر حکمتوں کے اعتبار سے اِنفرادی طور پر نماز ادا کرنے سے زیادہ افضل ہے حالانکہ اللہ کی عبادت میں جتنی یکسوئی بند کمرے میں پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے ساتھ تعلق بندگی کے جتنے اِمکانات خلوت میں روشن ہوتے ہیں اتنے اِمکانات بظاہر کھلے بندوں، نمازیوں میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے میں نہیں رہتے۔ تاہم اللہ رب العزت نے باجماعت نماز کو انفرادی نماز سے زیادہ باعثِ اجر و ثواب اور افضل قرار دیا ہے اور اِجتماعی عمل کو اِنفرادی عمل پر زیادہ فضیلت بخشی ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کی اجتماعیت کو ثواب کے اعتبار سے بڑھا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے سال کے بعد عیدین کی نمازوں کی فضیلت کو اجتماعیت کے باعث بڑھا دیا۔ چنانچہ نماز کے عمل میں اِجتماعیت کو اِنفرادیت پر ترجیح دی گئی ہے۔

۲۔ روزہ

یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں فی نفسہٖ اِجتماعیت ممکن نہیں کیونکہ روزہ ہر شخص کا ذاتی اور انفرادی عمل لگتا ہے، مگر اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت کو داخل فرما دیا ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں سب مسلمان اکٹھے ایک مقررہ وقت پر روزہ رکھتے اور افطار کرتے ہیں۔ نیز افطاری کروانے پر زیادہ اجر و ثواب کی نوید سنائی گئی ہے۔ پھر روزے کے بعد نمازِ تراویح کی صورت میں قیام اللیل کو حضور نبی اکرم ﷺ نے سنت بنا دیا۔ دن کو صیام اور رات کو قیام کی

صورت میں اِنفرادی اور اِجتماعی دونوں عمل روزہ میں داخل ہوگئے۔ اس طرح روزہ میں بھی اللہ رب العزت نے کئی جہتوں سے اِجتماعیت کو پسند فرمایا۔

۳۔ زکوٰۃ

زکوٰۃ ایسی مالی عبادت ہے جس کی ادائیگی میں اِنفرادی اور اِجتماعی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں لیکن ہر عمل اور عبادت میں اللہ تعالیٰ نے اِجتماعیت کو پسند فرمایا۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی انفرادی کی بجائے اِجتماعی منصوبہ بندی کے تابع کر دیا جائے تو اجتماعی طور پر معاشرتی سطح پر غربت اور تنگ دستی کی زندگی سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ ورنہ دس بیس سال پہلے جو گھرانہ زکوٰۃ لیتا تھا آج بھی وہ مستحق ہے۔ اُس اِنفرادی زکوٰۃ کا کیا مصرف ہوا کہ جس میں دین کا منشاء ہی سرے سے پورا نہیں ہوتا۔ پس دیگر عبادات کی طرح ادائیگیِ زکوٰۃ میں بھی اِنفرادیت کی بجائے اِجتماعیت کا پہلو غالب ہے۔

۴۔ حج

یہ سراسر اِجتماعی عمل ہے، اِنفرادی طور پر ہوتا ہی نہیں۔ میدانِ عرفات میں اللہ رب العزت نے سب کو جمع فرما دیا۔ طوافِ کعبہ اِجتماعی طور پر ہو رہا ہے۔ صفا و مروہ کی سعی اِجتماعی ہو رہی ہے۔ مزدلفہ، عرفات اور مقامِ منٰی کا قیام اِجتماعی ہے۔ اسی طرح قربانی کا عمل لاکھوں افراد یک جا ہو کر سرانجام دے رہے ہیں اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کے ترانے بیک آواز گونج رہے ہیں۔ گویا اپنے گھر کی حاضری بھی اجتماعی شکل میں پسند فرمائی اور حکم دیا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ.[1]

اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو۔

تاکہ لوگ اکٹھے ہو کر آئیں اور اللہ کے گھر کا طواف کریں اور مناسکِ حج ادا کریں۔

مذکورہ بالا اَرکانِ اِسلام کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ ﷻ نے تمام عبادات میں اِنفرادیت رکھی ہے مگر اس پر اِجتماعیت کا رنگ چڑھایا اور اِجتماعیت کو افضل بنا دیا اور بعض جگہوں پر اِنفرادیت رکھی ہی نہیں، ساری اِجتماعیت رکھ دی ہے۔

سوال 20: زکوٰۃ اِنفرادی طور پر ادا کرنا بہتر ہے یا اِجتماعی طور پر؟

جواب: زکوٰۃ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک اِنفرادی اور دوسری اِجتماعی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی انفرادی طور پر کی جائے یا اجتماعی منصوبہ بندی کے تحت کی جائے فائدہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن دور رس نتائج کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اِجتماعی منصوبہ بندی کے تحت زکوٰۃ دینے کے فوائد زیادہ ہیں۔ مثلاً اِنفرادیت یہ ہے کہ کسی غریب کو زکوٰۃ دے دی جائے۔ اس پر تھوڑی سی اِجتماعیت یہ ہے کہ بجائے ایک فرد کو دینے کے پورے گھرانے کو زکوٰۃ دی جائے۔ اس طرح ایک ایک فرد کو تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ دیتے رہیں گے تو وہ ہمیشہ منگتا بنا رہے گا۔ البتہ اگر کسی ایک مستحق گھرانے کو مالِ زکوٰۃ دے دیا تو اس

---

(۱) الحج، ۲۲:۲۷

گھرانے کے حالات سنور جائیں گے۔ لہٰذا ایک فرد پر مالِ زکوٰۃ خرچ کرنے کی بجائے پورے ایک گھرانے کے معاشی حالات سنوار دینا زیادہ افضل ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر اگر زکوٰۃ کسی بیت المال میں جمع کروائی جائے تو اجتماعی منصوبہ بندی کے تحت روزگار کا ایسا سلسلہ وضع کیا جاسکتا ہے کہ جس گھرانے پر یک مشت رقم خرچ کی جائے گی وہ گھرانہ آئندہ زکوٰۃ لینے والا نہیں رہے گا بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والا بن جائے۔ مثلاً مستحق گھرانوں کی خواتین کو سلائی کڑھائی کا کام سکھا دیں، پھر سلائی مشین وغیرہ خرید کر دیں، کچھ نقدی بھی دے دیں جس سے وہ اپنا کام کرسکیں۔ اس طرح وہ مائیں، بہنیں عزت کے ساتھ اپنا روزگار کما سکیں گی اور آئندہ اُن کے ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلیں گے۔ اِسی طرح مائکرو فنانسنگ (micro financing) کے ذریعے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرائے جاسکتے ہیں تاکہ وہ گھر بیٹھے اپنی روزی کما کر باعزت زندگی بسر کرسکیں۔

الغرض زکوٰۃ کو اِنفرادی طور پر دینے کی بجائے اِجتماعی منصوبہ بندی کے تابع کر دیں تو غریب گھرانوں کی دائمی تقدیر بدلنا شروع ہو جائے گی۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اور دینِ اسلام میں اِنفرادی اَعمال سے اِجتماعی اَعمال کو بلند رکھا گیا ہے۔ اِجتماعی عمل میں منصوبہ بندی ہوتی ہے اور اس منصوبہ بندی سے پوری قوم کے مستحق افراد کا مقدر بدل جاتا ہے، جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والے تو تھے مگر لینے والا کوئی نہ تھا۔ تاریخِ اِسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عہد

نبوی، عہد خلفاے راشدین اور مابعد اَدوار میں زکوٰۃ کا institution ہمیشہ ریاست کے پاس رہا ہے جو مرکزی سطح پر زکوٰۃ کی collection اور distribution کا اِہتمام کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مالِ زکوٰۃ سے وسیع فوائد اور دور رس نتائج حاصل ہوتے تھے۔

سوال 21: مصارفِ زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مصارف مصرف کی جمع ہے۔ مصارفِ زکوٰۃ سے مُراد وہ مدّات ہیں جن پر مال خرچ کیا جا سکتا ہے؛ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت زیاد بن حارث صدائی ؓ بیان کرتے ہیں:

أَمَّرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى قَومِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَعْطِنِي مِنْ صَدَقَاتِهِمْ. فَفَعَلَ وَكَتَبَ لِي بِذٰلِكَ كِتَابًا. فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ ﷻ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ مِنَ السَّمَاءِ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ مِنْهَا.[1]

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب من يعطي من الصدقة وحد الغني، ۲:۱۱۷، رقم:۱۶۳۰

۲۔ طحاوی، شرح معاني الآثار، كتاب الزكاة، باب ذي المرة السوي الفقير هل يحل له الصدقة أم لا، ۲:۶۵، رقم:۲۹۳۷

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۷۳، رقم:۷۵۲۲

رسول اللہ ﷺ نے مجھے میری قوم کا امیر مقرر فرمایا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ان کے صدقات میں سے کچھ دیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا کیا اور مجھے اس کے متعلق تحریر عطا فرمائی۔ پھر ایک دوسرا شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے بھی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے مالِ زکاۃ میں سے کچھ دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ زکوٰۃ کے سلسلے میں نبی یا کسی اور شخص کے (ذاتی) فیصلے کو پسند نہیں کرتا حتیٰ کہ اس نے آسمان سے فیصلہ نازل فرمایا۔ اس نے مالِ زکوٰۃ کو آٹھ قسم کے لوگوں میں تقسیم فرمایا ہے، اگر تم بھی ان میں سے ہو تو آؤ میں تمہیں اس میں سے دیتا ہوں۔

سوال 22: مصارفِ زکوٰۃ کتنے اور کون سے ہیں؟

جواب: قرآن حکیم کی رُو سے مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ ط وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○[1]

بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں

(۱) التوبة، ۹:۶۰

میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)۔ یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے○

آیت مبارکہ کی روشنی میں آٹھ مصارِف درج ذیل ہیں:

۱۔ فقراء	۵۔ رقاب
۲۔ مساکین	۶۔ غارمین
۳۔ عاملین	۷۔ فی سبیل اللہ
۴۔ تالیفِ قلوب	۸۔ ابن السبیل

سوال 23: فقیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: فقہاء کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے مگر وہ نصاب سے کم ہو کہ اس کی بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہ ہوسکیں۔ یہ زکوٰۃ کا پہلا مصرف ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کو ہدایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو دولت مندوں سے لے کر فقراء کو

دی جائے گی۔[1]

سوال 24: مسکین کسے کہتے ہیں؟

جواب: مسکین فقیر کی نسبت زیادہ تنگ دست اور خستہ حال ہوتا ہے۔ یہ زکوٰۃ کا دوسرا مصرف ہے۔ یہ بھی فقیر کی طرح دوسروں کے مالی تعاون کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں میں گھومتا رہتا ہے اور ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر چلا جاتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر مسکین کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضروریات سے اس کو مستغنیٰ کر دے اور نہ اس کے آثار سے مسکینی اور فقر کا پتا چلے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔[2]

سوال 25: عاملین کسے کہتے ہیں؟

جواب: عاملین ایسے افراد جو حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وعُشر وصول کرنے پر

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۲:۵۰۵، رقم:۱۳۳۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی: لا یسئلون الناس إلحافًا، ۲:۵۳۸، رقم:۱۴۰۹

مامور ہوں۔ ان سب کو زکوٰۃ فنڈ سے اُجرت یا تنخواہ دی جائے گی خواہ امیر ہوں یا غریب اور یہ زکوٰۃ کا تیسرا مصرف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سعدی ؓ روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ فِي خِلَافَتِهٖ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَلِيَ مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا، فَإِذَا أُعْطِيْتَ الْعُمَالَةَ كَرِهْتَهَا؟ فَقُلْتُ: بَلٰى. فَقَالَ عُمَرُ: مَا تُرِيدُ إِلٰى ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ: إِنَّ لِي أَفْرَاسًا وَأَعْبُدًا، وَأَنَا بِخَيْرٍ، وَأُرِيدُ أَنْ تَكُونَ عُمَالَتِي صَدَقَةً عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتَ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ، فَأَقُوْلُ: أَعْطِهٖ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، حَتّٰى أَعْطَانِي مَرَّةً مَالًا، فَقُلْتُ: أَعْطِهٖ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: خُذْهُ، فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهٖ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.[1]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب رزق الحکام والعاملین علیہا، ۶:۲۶۲۰، رقم:۶۷۴۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۷، رقم:۱۰۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۱، رقم:۱۳۶

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب من آتاہ اللہ مالا من غیر مسألۃ، ۵:۱۰۴، رقم:۲۶۰۷

جب وہ حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت میں اُن کے پاس حاضر ہوئے تھے تو حضرت عمر ؓ نے اُن سے فرمایا: کیا مجھ سے یہ بیان نہیں کیا گیا کہ تم لوگوں کا کام کرتے ہو اور جب تمہیں معاوضہ دیا جاتا ہے تو تم اُسے نا پسند کرتے ہو؟ پس میں نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اس سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں مال بھی رکھتا ہوں، اس لیے چاہتا ہوں کہ میری اُجرت مسلمانوں پر خیرات ہوتی رہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا جو تم نے کیا ہے، جب رسول اللہ ﷺ مجھے مال عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ فلاں کو دے دیجیے کہ وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مجھے ایک دفعہ مال عطا فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ اسے کسی اور کو عطا فرما دیجیے جو مجھ سے بڑھ کر حاجت مند ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو اور مال دار بن کر خیرات کرو۔ اگر مال تمہارے پاس اس طریقے سے آئے کہ تم اُس کے منتظر اور سائل نہ ہو تو اُسے لے لو ورنہ اپنے دل کو اُس کے پیچھے نہ چلاؤ۔

سوال 26: تالیفِ قلب سے کیا مراد ہے؟

جواب: زکوٰۃ و عُشر کا چوتھا مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں یعنی وہ لوگ جن کی

تالیفِ قلب مقصود ہو۔ تالیف قلب کا مطلب ہے: دل موہ لینا، مائل کرنا، مانوس کرنا۔ اس حکمِ خداوندی کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کے سخت مخالف ہیں ان کی مالی مدد کرکے اسلام سے ان کی مخالفت ختم کی جاسکتی ہے۔ پھر ایسے غیر مسلم نادار لوگ بھی اس مد میں شامل ہیں کے جن کی مالی امداد کرکے انہیں اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اسلام کے قریب آ کر اس میں داخل ہوجائیں۔ اس سے ان لوگوں کی مالی مدد بھی مراد ہے جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں کہ اگر ان کی مناسب مالی مدد نہ کی گئی تو اندیشہ ہو کہ وہ اپنی غربت اور کمزوری کی بناء پر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔

حضرت صفوان بن اُمیہ ؓ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے جنگِ حنین کے دن مال عطا فرمایا حالانکہ اس وقت آپ میرے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ قابل نفرت تھے۔ آپ ﷺ مجھے مسلسل عطا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ میرے نزدیک مخلوق میں محبوب ترین ہوگئے۔[1]

ہمیں سیرتِ طیبہ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تالیفِ قلب کے لیے دیگر قبائل و خاندانوں کو مالی وظائف دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. فَأَتٰى قَوْمَهُ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ! أَسْلِمُوا، فَوَاللهِ! إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم، ۳:۵۳، رقم:۶۶۶

مَا يَخَافُ الْفَقْرَ.

ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے وہ بکریاں عطا فرما دیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! اسلام لے آؤ، کیونکہ خدا کی قسم! بے شک محمد ﷺ دل کھول کر عطیات دیتے ہیں اور فقر سے نہیں ڈرتے۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا، پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوجاتا ہے۔[1]

سوال 27: رِقاب کسے کہتے ہیں؟

جواب: رِقاب کا معنی گردنیں چھڑانا یعنی غلام آزاد کرانے کا ہے۔ یہ زکوۃ کا پانچواں مصرف ہے یعنی زکوۃ کا مال غلام آزاد کرانے کے لیے بھی صرف کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے:

يُعْتِقِ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ.[2]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئا قط فقال: لا، وکثرہ عطائہ، ۴:۱۸۰۶، رقم:۲۳۱۲

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷:۱۹، رقم:۱۲۹۶۷

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۴:۱۸۵

(آدمی) اپنی زکوٰۃ (کے مال) سے غلام آزاد کرسکتا ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا کے اکثر ممالک میں غلامی کا دور دورہ تھا۔ کمزور، نادار اور پس ماندہ انسانوں کو طاقت ور لوگ اپنا غلام بنا لیتے تھے۔ یونہی لڑائیوں اور جنگوں میں غالب قوم مغلوب قوم کو اپنا غلام بنا کر ان کے گھر، زمین، جائیداد حتی کہ کہ ان کی جانوں کی مالک بن جاتی تھی۔ اسلام نے انسانی غلامی کے بتدریج خاتمے کے لیے مناسب اقدامات کیے۔ جو صدیوں سے نسلاً بعد نسل غلام تھے ان کو قانوناً اور اخلاقاً کئی طریقوں سے آزاد کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ نتیجتاً تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا اس لعنت سے پاک ہوگئی۔ جو مالک اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو بلا معاوضہ آزاد کرنے پر آمادہ نہ تھے، انہیں مالی معاوضہ دے کر غلاموں کو آزادی دلائی گئی۔ مالک اپنے مملوک سے آزادی کے لیے جو مالی معاوضہ طلب کرتے اسے بدلِ کتابت کہا جاتا۔ غلام مطلوبہ رقم ادا کرکے آزادی سے ہم کنار ہوسکتا تھا اور وہ رقم مالِ زکوٰۃ سے ادا کی جاتی تھی۔

سوال 28: غارِم کسے کہتے ہیں؟

جواب: غارِم سے مراد قرض دار ہے اور یہ زکوٰۃ کا چھٹا مصرف ہے۔ یعنی مالِ زکوٰۃ سے قرض داروں کے قرض بھی ادا کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ

مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ.[1]

تین اشخاص کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا درست نہیں: ایک وہ شخص جو خاک پر لٹا دینے والی محتاجی میں مبتلا ہو، دوسرا وہ جو سخت قرضے میں گھر گیا ہو یا وہ شخص جسے دیت کی ادائیگی کی مجبوری ہو۔

حضرت قبیصہ بن مخارق ﷺ بیان کرتے ہیں:

تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا. فَقَالَ: أَقِمْ حَتّٰى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا. قَالَ: ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ، لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ. فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ، سُحْتًا يَأْكُلُهَا

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۶، رقم:۱۲۳۰۰
۲۔ أبوداود، السنن كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، ۲:۱۲۰، رقم:۱۶۴۱
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب بيع المزايدة، ۲:۷۴۰، رقم:۲۱۹۸
۴۔ طيالسي، المسند، ۱:۲۸۵، رقم:۲۱۴۵

صَاحِبُهَا سُحْتًا.[1]

میں نے (دیت دینے کی) ذمہ داری قبول کی چنانچہ اس وجہ سے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ سے دیت کے بارے میں تعاون کا طلب گار ہوا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا: تم ہمارے ہاں قیام کرو، جب ہمیں صدقات ملیں گے تو ہم ان میں سے تمہارے بارے میں حکم دیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے درست ہے: ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اٹھائی، دوسرا وہ شخص جسے آفت پہنچ جائے اور آفت نے اس کے مال کو ہلاک کر دیا ہو، اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اس کی ضرورت پوری نہ ہوجائے اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہے اس کے قبیلہ کے تین ہوش مند انسان کھڑے ہوں اور (گواہی دیں کہ) فلاں انسان فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اس کا فاقہ دور نہ ہو جائے۔ اے قبیصہ! ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں سوال کرنا حرام ہے، اور (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کرنے والا حرام کھائے گا۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب من تحل له المسأله، ۲:۷۲۲، رقم:۱۰۴۴

سوال 29: فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: 'فی سبیل اللہ' کا معنی ہے: اللہ کی راہ میں۔ یہ زکوۃ کا ساتواں مصرف ہے۔ فقہاء کے نزدیک فی سبیل اللہ کی مراد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

> فی سبیل اللہ سے مراد نیکی کے وہ تمام کام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہو۔ اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو اللہ کی اطاعت اور نیک کاموں میں تگ و دو کرے جب کہ (زکوۃ کا) حاجت مند ہو۔[1]

سوال 30: ابن السبیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: ابن السبیل کا لفظی معنی 'راستے کا بیٹا' ہے۔ اس سے مراد مسافر ہے۔ یہ زکوۃ کا آٹھواں مصرف ہے۔ مسافر اپنے گھر میں خواہ مال دار ہی ہو، مگر سفر میں تنگ دست ہو جائے اور مالی تعاون کا محتاج ہو تو زکوۃ سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ ابْنِ السَّبِيلِ، أَوْ جَارٍ فَقِيرٍ يُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ فَيُهْدِي لَكَ، أَوْ يَدْعُوكَ.[2]

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۲:۴۵

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۹۷، رقم:۱۱۹۴۸

صدقہ حلال نہیں ہوتا غنی کے لیے مگر اس صورت میں جب وہ جہاد کرے یا مسافر ہو۔ لیکن غریب ہمسائے کو صدقہ دیا جائے اور وہ تمہیں بطورِ ہدیہ دے یا تمہاری دعوت کر دے (تو جائز ہے)۔

امام کاسانی حنفی (م۵۸۷ھ) ابن السبیل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے وسائل و اسباب، گھر، ٹھکانہ اور مال سفر میں ہونے کی وجہ سے اس کی دسترس سے باہر ہو۔ مالِ زکوٰۃ سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے خواہ ایسا شخص اپنے شہر میں امیر ہی ہو کیونکہ فی الحال وہ حاجت مند ہے۔[1]

..... ۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الزكاة، باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني، ۲:۱۱۹، رقم:۱۶۳۷

۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، كتاب قسم الصدقات، باب سهم سبيل الله، ۷:۲۲، رقم:۱۲۹۷۸

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۲:۴۶

2. مسائلِ زکوٰۃ

سوال 31: نصاب کسے کہتے ہیں؟

جواب: جن اَموال پر زکوٰۃ فرض ہے ان کی شریعت نے خاص مقدار مقرر کر دی ہے۔ جب کسی کے پاس مقررہ مقدار پوری ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ اس مقدار کو 'نصاب' کہتے ہیں۔

سوال 32: کتنے سونے پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: ساڑھے سات تولے (87.48 گرام) سونے پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے جبکہ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتّٰى تَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُوْنَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ. (1)

سونے میں تم پر کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ بیس دینار ہو جائیں۔ جب تمہارے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر

---

(1) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، ۲:۱۰۰، رقم:۱۵۷۳

۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۴:۱۳۷، رقم:۷۳۲۵

نصف دینار زکوٰۃ ہے۔ زیادہ ہوں تو اسی حساب سے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ دونوں سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر بیس دینار یا اس سے زیادہ پر نصف دینار (یعنی چالیسواں حصہ) زکوٰۃ لیتے تھے اور ہر چالیس دینار پر ایک دینار (یعنی چالیسواں حصہ)۔[1]

یاد رہے کہ اُس دور میں دینار سونے کا تھا اور بیس دینار کا وزن ساڑھے سات تولے (87.48 گرام) ہوتا تھا۔

سوال 33: کتنی چاندی پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: ساڑھے باون تولے (612.36 گرام) چاندی پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے جبکہ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں اور زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دینا فرض ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ.[2]

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب زكاة الورق والذهب، ۱:۵۷۱، رقم:۱۷۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ليس فيما دون خُمس ذود صدقة، ۲:۵۲۹، رقم:۱۳۹۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، ۲:۶۷۵، رقم:۹۸۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۸۶، رقم:۱۱۸۳۱

پانچ اُوقیہ (ساڑھے باون تولہ- 612.36 گرام) چاندی سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ کی شرح بلحاظِ وزن یا بلحاظِ قیمت اڑھائی فیصد ہے۔

سوال 34: کیا قیمتی جواہرات پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: قیمتی جواہرات اگر تجارت کی غرض سے ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر تجارت کے لیے نہ ہوں بلکہ ذاتی استعمال کے لیے ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں۔

سوال 35: کیا تمام جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: جی نہیں! تمام جانوروں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی بلکہ صرف تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے اگر وہ سائمہ ہوں، مثلاً: اونٹ، گائے اور بکری، بھیڑ وغیرہ۔

سوال 36: سائمہ کسے کہتے ہیں اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: سائمہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جسے اس کے مالک نے سال کے بیشتر حصے میں میدانوں کے اندر چرایا ہو تاکہ دودھ زیادہ ہو، یا اُون بڑھے، یا جانور فربہ یعنی توانا ہوجائے۔ ضروری ہے کہ جنگل میں چرانے سے مالک کی یہی

۴۔ نسائي، السنن، كتاب الزكاة، باب زكاة الورق، ۵:۳۶، رقم:۲۴۷۴

۵۔ مالك، الموطأ، كتاب الزكاة، ۱:۲۴۴، رقم:۵۷۸

غرض ہو۔ اگر اس کی پرورش کی غرض ذبح کرنا، بار برداری، سواری یا کھیتی باڑی ہے تو مطلق زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ تاہم اگر جانور کے پالنے سے تجارت مقصود ہے تو ان کی آمدنی پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال 37: کتنے اونٹوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: پانچ سے لے کر چوبیس اونٹوں تک ہر پانچ کے بعد ایک بکری زکوٰۃ دینی چاہیے۔ پانچ سے کم پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ.(۱)

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ما أدی زکاته فلیس بکنز لقول النبي ﷺ، ۲:۵۰۹، رقم:۱۳۴۰
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، ۲:۶۷۳، رقم:۹۷۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خُمس ذود صدقة، ۲:۵۲۹، رقم:۱۳۹۱

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

سوال 38: کتنی گائیوں/بھینسوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: تیس سے کم گائیوں یا بھینسوں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی جبکہ تیس گائیوں یا بھینسوں پر ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی بطور زکوٰۃ دینی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> تیس گائیوں پر ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی (جو دوسرے سال میں ہو) اور چالیس گائیوں پر دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی بطور زکوٰۃ دی جائے گی۔[1]

گائے، بھینس اور بیل کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر دونوں ہوں تو ملا لیں جیسے بیس گائیں اور دس بھینسیں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ زکوٰۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہوں یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور اگر بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا بچہ لیا جائے۔ اگر دونوں برابر ہوں تو زکوٰۃ میں

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، ۲:۶۷۵، رقم:۹۸۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۸۶، رقم:۱۱۸۳۱

۴۔ نسائي، السنن، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق، ۵:۳۶، رقم:۲۴۷۴

۵۔ مالك، الموطأ، کتاب الزکاۃ، ۱:۲۴۴، رقم:۵۷۸

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی زکاۃ البقر، ۳:۱۹-۲۰، رقم:۶۲۲

وہ بچہ لیں جو اَوسط درجہ کا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ ایک سال سے کم کا نہ ہو۔ اگر ایک سال سے کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جائے۔

اگر کسی کے پاس اونٹ، گائیں بکریاں سب ہیں مگر نصاب کسی کا بھی پورا نہیں تو نصاب پورا کرنے کے لیے انہیں ملایا نہ جائے کیونکہ اس طرح ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال 39: کتنی بھیڑ/ بکریوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: چالیس سے کم بھیڑ یا بکریوں پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی جبکہ چالیس سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری بطور زکوٰۃ دینی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ہر چالیس پر ایک بکری ہے، ایک سو بیس تک۔ اس کے بعد دو سو تک تین بکریاں اور پھر ہر سو پر ایک بکری (بطور زکوٰۃ دینا لازم ہے)۔[1]

سوال 40: کیا کافر پر زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: زکوٰۃ کے وجوب کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے۔ کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر مرتد مسلمان ہو جائے تو اس پر بھی زمانہ ارتداد کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب صدقة الغنم، ۲: ۳۹۲-۳۹۳، رقم:۱۸۰۷

سوال 41: حصص (shares) پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: حصص کو بھی دوسرے مال و دولت اور سونا چاندی کے ساتھ ملا کر نصاب بنایا جائے گا۔ اگر کل مالیت نصاب کو پہنچے تو زکوٰۃ ادا کی جائے گی یعنی حصص پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو کمپنیاں حلال کاروبار کرتی ہوں، ان کے حصص کی خرید و فروخت جائز ہے اور ان کے حصص خرید کر متوقع نفع/نقصان کی بنیاد پر ان کے ساتھ مضاربت (کاروبار کی ایک جائز شکل) کرنا بھی جائز ہے۔ حصص چونکہ دو بنیادوں پر خریدے جاتے ہیں، اس لیے دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کے احکام میں بھی فرق ہوگا۔ جن دو بنیادوں پر حصص خریدے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

ا۔ نفع / نقصان کی بنیاد پر کمپنی کے ساتھ حصہ داری

اگر کمپنی کے حصص اس نیت سے خریدے ہوں کہ ان کے ذریعے کمپنی کا منافع حاصل کیا جائے تو ایسے حصص کی زکوٰۃ کی صورت یہ ہوگی کہ سال گزرنے کے بعد اپنے حصص کا جائزہ لیا جائے اور جتنا حصہ مشینری اور عمارت کی نمائندگی کرتا ہو اسے کل حصص سے منہا (کٹوتی) کرکے باقی حصص جو مال تجارت اور نقدی وغیرہ کی شکل میں ہوں، کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

۲۔ شیئرز کو مالِ تجارت بنا کر ان کی خرید و فروخت

حصص شروع ہی سے اس نیت کے ساتھ خریدے گئے ہوں کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو انہیں بیچ کر نفع حاصل کیا جائے گا تو ایسی صورت میں حصص چونکہ مالِ تجارت کی حیثیت سے خریدے گئے ہیں لہٰذا حصص کی کل مالیت پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور مشینری و عمارت وغیرہ کی رقم کو اس سے منہا نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں مشینری و عمارت، آلاتِ تجارت و ذرائع پیداوار کی حیثیت کی بجائے مالِ تجارت کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، لہٰذا اب انہیں مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا۔ مسلمان تاجر کی ملکیت میں جو بھی مال ہے، یعنی نقد رقم، بینک اکاؤنٹ، بانڈز، ڈیپازٹس، سونا چاندی اور مالِ تجارت وغیرہ سب کی مالیت پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی غرض سے سونا، چاندی اور مالِ تجارت کی وہ قیمت معتبر ہے جو وجوبِ زکوٰۃ کے وقت ہوگی یعنی قیمتِ خرید کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تاجر کو وجوبِ زکوٰۃ کی مقررہ تاریخ پر اپنے مالِ تجارت کی محتاط اسٹاک چیکنگ اور قدر یعنی صحیح قیمت کا تعین کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں وہ کارخانہ جو پیداواری مقاصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے، اس کی زمین، عمارت، متعلقہ تنصیبات اور مشینری کی قیمت پر جو صنعتی پیداواری مقاصد میں استعمال ہو، زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ البتہ مسلمان صنعت کار کو اپنے دیگر تمام اموال کے ساتھ کارخانے میں موجود خام مال، تیار مال اور مارکیٹ میں کریڈٹ پر دیے ہوئے تمام مال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

تاجر حضرات کا اکثر مارکیٹ میں لین دین جاری رہتا ہے، کسی سے کچھ لینا ہے اور کسی کو کچھ دینا ہے؛ نیز تجارت سے ہٹ کر بعض لوگوں کا شخصی لین دین بھی ہوتا ہے، لہٰذا تشخیص زکوٰۃ کے وقت واجب الوصول رقم کو اپنی مالیت میں جمع کرکے اس سے واجب الاداء رقم منہا کردی جائے اور اس کے بعد جو مجموعی مالیت بنے اس پر زکوٰۃ دی جائے۔

سوال 42: حصص (shares) کی کون سی قیمت شمار کی جائے گی؟

جواب: حصص خواہ کمپنی کے نفع ونقصان میں شرکت کے لیے خریدے جائیں یا نفع (capital gain) حاصل کرنے کے لیے سامانِ تجارت کے طور پر انہیں خریدا جائے؛ ان دونوں صورتوں میں ان کی زکوٰۃ قیمت (market value) کے حساب سے نکالی جائے گی۔ اس قیمت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جس پر شروع میں انہیں خریدا گیا تھا، خواہ زکوٰۃ کے وقت ان کی قیمت بڑھ گئی ہو یا قیمتِ خرید سے بھی کم ہوگئی ہو۔

سوال 43: اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب کرنسی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب کرنسی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اہلِ علم نے کرنسی میں وجوبِ زکوٰۃ کے لیے کچھ شرائط بھی بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کرنسی شرعی نصاب کو پہنچ چکی ہو۔

۲۔ اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔

۳۔ وہ قرض سے فارغ ہو۔

۴۔ حاجاتِ اَصلیہ مثلاً خرچ، لباس، رہائشی گھر اور آلاتِ حرب وغیرہ سے زائد ہو۔

سوال 44: کیا رہائشی مکان، فلیٹ اور پلاٹ پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: رہائشی مکان، فلیٹ یا پلاٹ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ البتہ وہ مکان، پلاٹ، دکانیں یا فلیٹ جو کرائے پر دیے ہوئے ہیں، ان کی سالانہ آمدنی وضعِ مصارف کے بعد مالک کی مجموعی سالانہ آمدنی میں جمع ہوگی اور تمام ذرائع آمدن سے جمع شدہ رقم نصاب کو پہنچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ ایسے مکانات، پلاٹ اور فلیٹ جو کاروباری اور تجارتی مقاصد کے لیے ہیں، ان سب کی مالیت پر زکوٰۃ ہے۔ اس میں قیمتِ خرید کا اعتبار نہیں ہے بلکہ موجودہ قیمت کا اِعتبار ہوگا۔ بطور سرمایہ کاری (investment) پلاٹ اور جائیداد خرید وفروخت کرنے والوں کے لیے یہ اَمر قابلِ توجہ ہے۔

☆ مکان، فلیٹ، پلاٹ، دکانیں وغیرہ ڈپازٹ کی جو رقم جائیداد کے مالک کے پاس بطورِ زرِ ضمانت جمع ہے، اس کی زکوٰۃ رقم کا اَصل مالک یعنی کرایہ دار ادا کرے گا۔

☆ اِسی طرح تاجر حضرات اور ایجنسی ہولڈرز کی جو رقم بطورِ زرِ ضمانت (security deposits) کسی ادارے یا فرم کے پاس جمع ہیں اور قابلِ واپسی ہے، اس رقم کی زکوٰۃ بھی اَصل مالک (depositor) کو ادا کرنی ہوگی۔

سوال 45: مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو اَشیاء نفع حاصل کرنے کی غرض سے خرید و فروخت کے لیے مہیا کی گئی ہوں، وہ سامانِ تجارت کہلاتی ہیں؛ مثلاً: غلہ، کپڑا، گھریلو ساز و سامان اور مختلف انواع کے حیوانات وغیرہ۔

سوال 46: کیا سامانِ تجارت یا آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: سامانِ تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ یہ آمدن کا ذریعہ ہیں اور ذرائع آمدن کو شریعت نے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ البتہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

سوال 47: مالِ تجارت کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: کل مالِ تجارت کی سال بہ سال قیمت کا اندازہ لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس مال کی جو بھی لاگت بنے اسے اپنے پاس موجود نقدی و زیورات وغیرہ کے ساتھ ملا کر اکٹھی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ علاوہ ازیں وہ قرضہ جات جو اُدھار فروخت کیے گئے مالِ تجارت سے قابلِ وصول ہیں، اگر وہ نقدی کی صورت میں ہیں اور ان کی معیادِ ادائیگی پوری ہوچکی ہے یا تازہ واجب الوصول قرضہ جات ہیں اور دونوں صورتوں میں قرض کی وصولی مقروضوں سے متوقع ہے تو وہ سب قابلِ زکوٰۃ مال کی گنتی میں آئے گا۔ اور اگر قرضہ مالِ تجارت کی شکل میں واجب الوصول ہے اور اس کی وصولی بھی متوقع ہے تو اس

مال کی مالیت کا اندازہ لگا کر دیگر مال میں شامل کر کے سب کی زکوٰۃ اکٹھی نکالی جائے گی۔

سوال 48: گاڑیوں کی خرید وفروخت کے کاروبار پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پاس جتنی بھی گاڑیاں ہیں اس کی قیمت لگالے۔ پھر کسی کو اگر کچھ رقم قرض دی ہو اور اس کے ملنے کی بھی اُمید ہو تو اسے بھی شمار کر لے اور اگر کسی کا قرض دینا ہو تو بقدرِ قرض رقم الگ کر لے، پھر جو باقی ہو اس میں سے اڑھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دے۔ لیکن اگر کوئی شخص کچھ گاڑیوں کا مالک ہو اور ان کی قیمت نصاب سے کم ہو، پھر سال کا کچھ حصہ گزر جائے یا وہ شخص دورانِ سال ہی مزید گاڑیوں کا مالک بن جائے یا ایسی قیمتوں کا جن کے ذریعے نصاب مکمل ہو جائے تو اس وقت سے سال کی ابتداء ہو جائے گی جب وہ صاحبِ نصاب ہوا، گزشتہ وقت شمار نہیں کیا جائے گا۔

سوال 49: مشترک کاروبار میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے گی؟

جواب: مشترک کاروبار میں حصہ دار اپنے اپنے حصے کی نسبت سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔ مثلاً ایک کاروبار میں دو آدمی برابر کے سرمایہ میں شریک ہیں تو سال کے آخر میں اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے دونوں زکوٰۃ کی نصف نصف رقم ادا کریں گے۔ جیسا کہ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر

صدیق ﷺ نے ادائیگیِ زکوٰۃ کے حکم میں لکھا:

جو مال دو شریکوں کا ہو وہ ایک دوسرے سے برابر حساب کر لیں۔[1]

سوال 50: کیا ٹیکس دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟

جواب: ٹیکس دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ چونکہ زکوٰۃ مسلمان پر فرض عبادت ہے جو مال کو پاک کرنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے لازم ہے۔ جب کہ ٹیکس اِن شرعی تصورات سے خالی ہے؛ مثلاً زکوٰۃ میں نیت شرط ہے جبکہ ٹیکس میں شرط نہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار شرعاً مقرر ہے جبکہ ٹیکس کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ حاکمِ وقت جتنا چاہے مقرر کر لے۔ تیسرا یہ کہ زکوٰۃ دائمی ثابت شدہ حق ہے جبکہ ٹیکس بحسبِ حاجت وقتی طور پر دیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں جبکہ ٹیکس سرکاری امور میں صرف کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے روحانی، اَخلاقی، اِجتماعی اور اِنسانی اَہداف ہیں جبکہ ٹیکس میں یہ اَہداف مقصود نظر نہیں آتے۔

سوال 51: مالِ ضمار کسے کہتے ہیں؟

جوب: مالِ ضمار سے مراد ایسا مال ہے جو کسی کے قبضہ سے ایسے نکل جائے کہ پھر اس کے واپس ملنے کی امید نہ ہو مثلاً گم ہو جائے، سمندر میں ڈوب جائے، چوری ہو جائے، چھین لیا جائے، مقروض واپس کرنے سے مکر جائے، کہیں چھپا

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ماکان من خلیطین، ۲:۵۲۶، رقم:۱۳۸۳

کر بھول جائے یا ظالم حکمران زبردستی اپنے قبضہ میں لے۔

سوال 52: کیا مالِ ضمار پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟

جوب: مالِ ضمار کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ اسے اس مال پر کامل تصرف حاصل نہیں؛ البتہ اگر کبھی اسے وہ مال مل جائے، خواہ کئی سالوں کے بعد ہی ملے، تو اسے اس سال سے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

سوال 53: کیا سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے بنے ہوئے ذاتی استعمال کے زیورات پر بھی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: جی نہیں! سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے بنے ہوئے ذاتی اِستعمال کے زیورات پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی۔

سوال 54: اگر کسی کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے تو ملا کر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟

جواب: اِس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھیں گے کہ دونوں میں سے کسی ایک کا نصاب پورا ہے یا نہیں، اگر کسی ایک کا نصاب پورا ہو جائے تو اُس کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی۔ لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نصاب پورا نہیں ہو رہا تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

کتبِ فقہ میں اِس مسئلہ کو 'ضم' کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے کہ

کون سے اَموال کو ایک دوسرے سے ملا کر نصاب کی تکمیل کی جائے گی اور کون سے اَموال میں ایسا نہیں ہوگا۔ مثلاً پانچ اونٹ، تیس گائے اور چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ کسی کے پاس اگر یہ تینوں جانور نصاب سے کم ہوں اور ان کے علاوہ سونا چاندی یا رقم نہ ہو تو یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ ان میں ضم (merge) نہیں ہوگا؛ یعنی تینوں موجود جانوروں کی قیمت اگر کسی ایک نصاب کے برابر پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ البتہ بیل، گائے اور بھینس کے بارے میں ایک ہی حکم میں ہے کہ اُنہیں ملا کر نصاب پورا کرلیا جائے گا۔ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وَالسَّوَائِمُ الْمُخْتَلِفَةُ الْجِنْسِ لَا تُضَمُّ بِالْإِجْمَاعِ كَالإِبِلِ وَالْغَنَمِ؛ وَالنَّقْدَانِ يُضَمُّ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ فِي تَكْمِيلِ النِّصَابِ.(۱)

بالاتفاق مختلف جنس کے جانور جیسے اونٹ اور بکریوں وغیرہ کو جمع نہیں کیا جائے گا؛ البتہ سونے اور چاندی کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا۔

جمہور کا متفقہ قول ہے کہ نصاب کی تکمیل کے لیے سونے کو چاندی سے اور چاندی کو سونے سے ملا کر نصاب کی مقدار پوری کی جائے گی اور اس کے لیے سامانِ تجارت وغیرہ بھی شامل کیا جائے گا۔ جمہور کا یہ قول نص سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ بکیر بن عبد اللہ اشج کا قول ہے:

(۱) ابن ہمام، فتح القدیر، ۲:۲۲۱

مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِضَمِّ الذَّهَبِ إِلَى الْفِضَّةِ، وَالْفِضَّةُ إِلَى الذَّهَبِ لِإِخْرَاجِ الزَّكَاةِ.[1]

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت رہی ہے کہ زکوٰۃ نکالنے کے لیے سونے کو چاندی میں اور چاندی کو سونے میں ضم کرکے تکمیلِ نصاب کرتے تھے۔

سوال 55: اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہیں لیکن حوائجِ اَصلیہ کے علاوہ کرنسی وغیرہ ہے تو کیا زکوٰۃ لازم ہوگی؟ اگر ہوگی تو ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: اگر کسی کے پاس سونا چاندی نہیں لیکن حوائجِ اَصلیہ کے علاوہ کرنسی وغیرہ ہے تو اُس پر زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ عہد رسالت مآب ﷺ میں سونا چاندی ہی کرنسی کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور عصر حاضر میں چونکہ سونا چاندی بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے عوض کاغذی روپے استعمال ہوتے ہیں، لہٰذا روپے کی تمام مالیت کو سونے یا چاندی میں سے جس کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینے سے غرباء و مساکین اور دیگر جہات میں زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے، زکوٰۃ دینی چاہیے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ ہے کہ جو شخص ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر کرنسی وغیرہ کا مالک ہے اور وہ اس کی حوائجِ اَصلیہ

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۲:۱۹

سے زائد ہو، اُس پر سال گزر جائے اور وہ شخص مقروض بھی نہ ہو تو اُس پر اڑھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

سوال 56: زکوٰۃ کی ادائیگی کے نصاب کا معیار سونے کو بنایا جائے گا یا چاندی کو؟

جواب: امام اَعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو بھی فقراء کے لیے زیادہ سود مند ہو اس کے اعتبار سے حساب لگایا جائے گا۔[1] کیونکہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء و مساکین کی ضروریات کی تکمیل ہے۔ لہٰذا وجوبِ زکوٰۃ کے لیے معیار اسے بنایا جائے گا جس میں فقراء کا فائدہ ہو اور فائدہ اُسی صورت میں ہوگا جب ایسی شے سے قیمت لگائی جائے جو نصاب کو پہنچ جائے۔ امام مرغینانی حنفی فرماتے ہیں کہ امام اَعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے:

يُقَوِّمُهَا بِمَا أَنْفَعُ لِلْمَسَاكِيْنِ اِحْتِيَاطًا لِحَقِّ الْفُقَرَاءِ.[2]

اِحتیاطاً فقراء کا ان کا حق بہم پہنچانے کے لیے اس کی قیمت ایسی شے سے لگائی جائے جس میں مساکین کا زیادہ فائدہ ہو۔

اس کے بعد امام مرغینانی لکھتے ہیں:

وَتَفْسِيْرُ الْأَنْفَعِ: أَنْ يُقَوِّمَهَا بِمَا يَبْلُغُ نِصَابًا.[3]

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۲:۲۱

(۲) مرغینانی، الهداية، ۱:۱۰۵

(۳) مرغینانی، الهداية، ۱:۱۰۵

اور زیادہ فائدہ سے مراد ہے کہ ایسی شے سے قیمت لگائی جائے جو نصاب کو پہنچ جائے۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

وَلَوْ بَلَغَ بِأَحَدِهِمَا نِصَابًا وَخُمُسًا وَبِالآخَرِ أَقَلَّ، قَوَّمَهُ بِالآخَرِ نَفْعًا لِلْفَقِيْرِ.(۱)

اگر ایک کے ذریعے نصاب اور خُمس کو پہنچ جائے اور دوسرے کے ذریعے اس سے کم ہو تو اس کی قیمت ایسی شے سے لگائی جائے جس میں فقراء کا فائدہ ہو۔

یعنی اگر کسی کے پاس اتنی نقد رقم ہو جس سے نصاب کے برابر چاندی خریدی جاسکتی ہو، لیکن نصاب کے برابر سونا نہیں خریدا جاسکتا تو ایسے شخص پر یقیناً زکوۃ واجب ہوگی۔

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ يُقَوِّمُهُ بِأَحَدِ النَّقْدَيْنِ يَتِمُّ النِّصَابُ وَبِالآخَرِ لاَ، فَإِنَّهُ يُقَوِّمُهُ بِمَا يَتِمُّ بِهِ النِّصَابُ بِالْاِتِّفَاقِ.(۲)

اگر اس کی قیمت نقدین میں سے ایک سے لگاتا ہو تو نصاب پورا ہوجاتا ہے اور دوسرے سے پورا نہیں ہوتا تو بالاتفاق اس شے سے

(۱) حصکفی، الدر المختار، ۲:۲۹۹

(۲) ابن ہمام، شرح فتح القدیر، ۲:۲۲۰

قیمت لگائی جائے گی جس سے نصاب پورا ہوجاتا ہے۔

سوال 57: کیا وقت سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جاسکتی ہے اور یہ درست ہے۔ جیسا کہ حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ حضرت عباس ؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا زکوٰۃ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا ہوسکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دی۔[1]

سوال 58: سال گزرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہوگیا۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اس صورت میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

سوال 59: سال گزرنے کے بعد اگر سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: سال گزرنے کے بعد اگر سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا تو اس کی زکوٰۃ بھی معاف ہو جائے گی۔ اگر صاحبِ مال خود ہلاک کر دے تو ضامن ہوگا جیسا کہ امانت میں ہوتا ہے۔ یہ اَمر ذہن نشین رہے کہ قدرتی طور پر آفات و حادثات کے نتیجے میں ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان نہیں بلکہ دانستہ ہلاک

---

(۱) أبو داؤد، السنن، کتاب الزکوٰۃ، باب فی تعجیل الزکوٰۃ، ۲:۱۱۵، رقم:۱۶۲۴

کرنے کی صورت میں ضمان ہے کہ اس کی تلافی کرنا پڑے گی۔

سوال 60: اگر کوئی شخص وفات پا جائے حالانکہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اور اس نے ادا نہ کی ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

جواب: اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور اُس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو تو اِس صورت میں میت کے ترکہ سے زکوٰۃ اُس وقت وصول کی جائے گی جب مرنے والے نے اس کی وصیت کی ہو۔ اگر مرنے والے نے وصیت نہیں کی تو اس کے ترکہ سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ البتہ اگر ورثاء وصیت کے بغیر ہی ترکہ میں سے زکوٰۃ ادا کر دیں تو بہتر ہے۔ گویا اِستحساناً ترکہ میں سے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

سوال 61: کیا دورانِ سال تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ پیشگی ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر دورانِ سال کوئی صاحبِ نصاب تھوڑی تھوڑی رقم وقتاً فوقتاً زکوٰۃ کی نیت سے مستحقین کو ادا کرتا رہے تو سال کے اختتام پر تشخیص زکوٰۃ کے بعد پہلے سے ادا شدہ رقم کو وضع کرکے باقی رقم ادا کرے۔ اسی طرح مجموعی واجب الادا زکوٰۃ کی رقم بالاقساط بھی ادا کرسکتا ہے۔

سوال 62: کیا دو سال کی زکوٰۃ اکٹھی دی جاسکتی ہے؟

جواب: زکوٰۃ بروقت ادا کرنا افضل ہے، تاہم اگر گزشتہ سال کی زکوٰۃ کسی کے

ذمہ ہے تو اسے رواں سال کی زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر دیا جاسکتا ہے۔

سوال 63: لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا ہو جاتا ہے؟

جواب: لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ ادا کرنے سے قبل غور وفکر کرنا ضروری ہے یعنی اپنی طرف سے مستحق جاننے کی پوری کوشش کرے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى زَانِيَةٍ؟ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ، وَعَلٰى زَانِيَةٍ، وَعَلٰى غَنِيٍّ. فَأُتِيَ، فَقِيلَ لَهٗ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ: فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ: فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ: فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ، فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ.[1]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب إذا تصدق علی غني وھو لا یعلم، ۲:۵۱۶، رقم: ۱۳۵۵

ایک آدمی نے کہا کہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صدقہ کرنے کی غرض سے (رات کو) مال لے کر نکلا اور اس نے ایک چور کو دے دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے۔ تو وہ عرض گزار ہوا کہ اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں، میں ضرور پھر صدقہ دوں گا۔ وہ مال لے کر نکلا اور بدکار عورت کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگوں نے چرچا کیا کہ آج رات بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ میں ضرور پھر صدقہ دوں گا۔ وہ مال لے کر نکلا تو ایک مال دار کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں، (افسوس کہ) چور، بدکار عورت اور غنی پر صدقہ کر بیٹھا! پھر اُسے لایا گیا تو اس سے کہا گیا: تم نے چور کو جو صدقہ دیا تو شاید وہ چوری کرنے سے رک جائے اور بدکار عورت، شاید وہ بدکاری سے باز آجائے اور مال دار شاید عبرت حاصل کرے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگے۔

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ثبوت أجر المتصدق وإن وقعت الصدقة في يد غير أهلها، ۲:۷۰۹، رقم:۱۰۲۲

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب إذا أعطاها غنيا وهو لا يشعر، ۵:۵۵، رقم:۲۵۲۳

سوال 64: کون سے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے؟

جواب: چار قسم کے اَموال پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے:

۱۔ سونا، چاندی اور نقدی وغیرہ

۲۔ مویشی مثلاً اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ

۳۔ ہر قسم کے تجارتی اَموال

۴۔ زمین سے حاصل شدہ اشیاء مثلاً پھل، سبزیاں اور معدنیات وغیرہ

سوال 65: زکوٰۃ میں کس قسم کا مال دینا چاہیے؟

جواب: زکوٰۃ میں درمیانے درجے کا مال دینا چاہیے یعنی نہ گھٹیا نہ بہترین۔ قبیلہ غاضرہ قیس کے حضرت عبد اللہ بن معاویہ غاضری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَـلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ، مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَأَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ، وَلَا يُعْطِي الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِيضَةَ وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ، وَلٰـكِنْ مِنْ وَسَطِ أَمْوَالِكُمْ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ.[1]

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في الزكاة السائمة، ۲:۱۰۳، رقم:۱۵۸۲

۲۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱:۳۳۴، رقم:۵۵۵

تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص انہیں سر انجام دے وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا: جو شخص یہ یقین رکھتے ہوئے ایک اللہ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال خوش دلی اور فراخ دلی سے ادا کرے؛ بوڑھا، خارش زدہ، بیمار اور گھٹیا جانور زکوٰۃ میں نہ دے بلکہ درمیانہ مال دے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے نہ تو بہترین مال مانگا ہے اور نہ ہی برا مال دینے کا حکم دیا ہے۔

سوال 66: کیا زکوٰۃ نکالنے سے حرام مال بھی پاک ہوجاتا ہے؟

جواب: زکوٰۃ سے حرام مال پاک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مال حرام سے کیا گیا صدقہ اور صدقہ کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ. (۱)

۳۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۵:۳۱، رقم:۵۴

۴۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲:۸۵، رقم:۲۴۶۱

۵۔ بیهقی، السنن الکبری، ۴:۹۵، رقم:۷۰۶۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاة، باب لا یقبل الله الصدقة من غلول ولا یقبل إلا من کسب طیب، ۲:۵۱۱، رقم:۱۳۴۴،

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ: إلیه یصعد الکلم الطیب، ۶:۲۷۰۲، رقم:۶۹۹۳

جس نے ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی - اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر حلال کمائی سے - تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لیے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔

امام مسلم کی بیان کردہ روایت کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے:

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ، يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟[1]

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس

..... ۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۳۱، ۳۸۱، رقم: ۸۳۶۳، ۸۹۴۸

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في فضل الصدقة، ۳: ۶۹، رقم: ۶۶۱

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة من غلول، ۵: ۵۷، رقم: ۲۵۲۵

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء في فضل الصدقة، ۱: ۵۹۰، رقم: ۱۸۴۲

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، ۲: ۷۰۲، رقم: ۱۰۱۴

کے بال غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یا رب! یا رب! حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اس کی غذا حرام ہے؛ تو اس کی دعا کیسے مقبول ہوگی!

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَدَّيْتَ الزَّكَاةَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ، وَمَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ، وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ. (1)

حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو نے (اپنے مال کی) زکوٰۃ ادا کر دی تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا، اور جو شخص حرام مال جمع کرے پھر اسے صدقہ کردے اسے اس صدقہ کا کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس کا بوجھ اس پر ہوگا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مالِ حرام سے صدقہ کرنا ناجائز ہے اور جس مالِ حرام کی حرمت قطعی ہو، جیسے سود کہ جس کا لینا اور دینا دونوں صورتیں حرام ہیں، اس سود کو فقراء پر صدقہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی

---

(۱) ۱۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۸:۱۱۰، رقم:۲۴۷۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱:۵، رقم:۳۲۱۶
۳۔ حاکم نے 'المستدرك (۱:۵۴۷، رقم:۱۴۴۰)' میں اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔
۴۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۴:۸۴، رقم:۷۰۳۲

سے ناجائز مال لے لیا ہے اور اس مال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس مال کے مالک یا اس کے ورثاء کو تلاش کرکے وہ مال پہنچا دے۔ اگر مالک یا اس کے ورثاء نہ ملیں تو مالک کی طرف سے اس مال کو فقراء پر صدقہ کر دے اور اپنے ذمہ سے برات کی نیت کرے۔ اس نیت کا ثواب ہوگا۔

سوال 67: کیا گھٹیا مال بطور زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: گھٹیا مال بطور زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ایسا عمل کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت براء بن عازب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لاکر مسجد نبوی کے ستونوں کے درمیان لٹکا دیتے جسے اَصحابِ صفہ اور فقراء و مساکین بھوک کے وقت کھا لیتے۔ کسی شخص نے غیر معیاری کھجوروں کا خوشہ لٹکا دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○[1]

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس میں سے گندے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ

(۱) البقرۃ، ۲:۲۶۷

مت کرو کہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہرگز نہ لو سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کر لو، اور جان لو کہ بے شک اللہ بے نیاز لائقِ ہر حمد ہے○

حضرت براء ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔[1]

سوال 68: زکوٰۃ کن لوگوں کو نہیں دی جاسکتی؟

جواب: مندرجہ ذیل افراد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی:

۱۔ مال دار یعنی وہ شخص جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے یا نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال اس کے پاس موجود ہے اور اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے۔ جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روز مرہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور ان کی قیمت بقدرِ نصاب ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ کا مال لینا حلال نہیں، اگرچہ خود اُس شخص پر ان برتنوں کی زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے۔

۲۔ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ

۳۔ بیٹا، بیٹی، نواسا، نواسی، پوتا، پوتی وغیرہ

۴۔ خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

۵۔ مال دار آدمی کی نابالغ اَولاد کیونکہ نابالغ اَولاد کے اَخراجات ولی کے

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، ۵:۲۰۳-۲۰۴، رقم:۲۹۸۷

ذِمّہ ہوتے ہیں۔

سوال 69: جسے زکوٰۃ دی جائے اُسے بتانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: جسے زکوٰۃ دی جائے اُسے یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے۔ بلکہ اگر انعام کے نام سے یا غریب بچوں کو عیدی کے نام سے دے دیں تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

سوال 70: کیا بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: پہلے دور میں بنو ہاشم کو خُمس سے حصہ ملتا تھا اس لیے انہیں زکوٰۃ لینا جائز نہیں تھی۔ آج کے زمانے میں چونکہ خُمس ختم ہو چکا ہے اس لیے ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز ہوگیا ہے۔ لہٰذا اگر بنو ہاشم مستحقِ زکوٰۃ ہوں تو انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ سادات کا عزت و وقار مجروح نہ ہونے دیا جائے اور اَربابِ اِقتدار و اِختیار یعنی حاکمین اور اَعلیٰ عہدے داران سادات کرام کی اِعانت کا الگ اِنتظام و اِنصرام کریں۔

سوال 71: کیا فاسق و فاجر کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! فاسق و فاجر جب تک دائرہ اسلام میں داخل ہے اور مسلمانوں کے لیے باعثِ اذیت نہیں، اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ جب نافرمانوں اور گناہگاروں سے زکوٰۃ وصول کر لی جاتی ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہونا چاہیے کہ ان پر تقسیم کر دی جائے۔ مزید برآں فاسق اس حدیث کے عموم میں بھی شامل

ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے اَغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ.[1]

تاہم یہ یاد رہے کہ کسی ایسے فاسق کو زکوٰۃ نہ دی جائے جس کے متعلق یہ گمان غالب ہو کہ وہ اس مال کے ذریعے کوئی گناہ کا کام ہی کرے گا مثلاً یہ کہ وہ شراب پیتا ہے تو اسے زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ زکوٰۃ کے مال سے مزید شراب پی لے۔ اسی طرح جوا کھیلنے والے یا نشہ کے عادی کی مثال ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ کے مال کے ساتھ گناہ کے کام میں تعاون ہوجائے گا اور یہ شرعاً جائز نہیں۔

سوال 72: کیا ایسے لوگوں کو عامل بنایا جاسکتا ہے جن پر زکوٰۃ وصدقہ حرام ہے؟

جواب: متأخر فقہاء کے نزدیک ایسے لوگوں کو عامل بنایا جاسکتا ہے جن پر زکوٰۃ و صدقہ حرام ہے کیونکہ وہ صدقہ وخیرات نہیں لے رہے وہ تو تنخواہ لے رہے ہیں۔

سوال 73: کیا عصرِ حاضر میں تالیفِ قلب کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟

جواب: مصارفِ زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایک مصرف مؤلفۃ القلوب کا مقرر فرمایا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مد میں زکوٰۃ وعُشر کی آمدنی خرچ فرمائی

(۱) أبو داؤد، السنن، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، ۲:۱۸، رقم:۱۵۸۴

اور کبھی اسے منسوخ نہ فرمایا۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے اُن تمام حضرات کے وہ وظائف بند کر دیے جو تالیفِ قلب کے طور پر وہ پہلے وصول کرتے تھے۔ بعض ائمہ کرام (جیسے احناف) کا مؤقف ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ چونکہ حضرت عمر فاروق ﷺ نے روک لیا تھا اور تمام صحابہ کرام ﷺ کے سامنے ایسا ہوا اور کسی نے اس پر اختلاف یا انکار نہیں کیا، لہٰذا اِس مصرف کے سقوط پر اِجماعِ صحابہ ہے اور اِجماع دلیلِ قطعی ہے۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ پہلے تالیفِ قلب کی ضرورت تھی تو یہ مصرف بحال رہا۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہوگئی تو کسی کی تالیفِ قلب کی ضرورت نہ رہی۔ پس حکم جاتا رہا۔

ہمارے نزدیک تالیفِ قلب کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اِبتدائے اسلام میں تھی۔ آج بھی ضروری ہے کہ زکوٰۃ فنڈ سے غرباء و مساکین کی مدد کرکے ان کے عقیدہ و ایمان کو بچایا جائے۔ غیر مستقل مزاج لوگوں پر خرچ کرکے انہیں مخالفینِ اسلام کے ہاتھوں استعمال ہونے سے بچایا جائے۔ نومسلموں کی مالی اعانت کرکے انہیں اسلام کی طرف مائل و مانوس کیا جائے۔ مال کے خواہش مندوں کو مالی مدد دے کر اسلام پر کاربند کیا جائے۔ دشمن قوتوں کی مالی اعانت کرکے ان کے شر سے ملک و ملت کو بچایا جائے۔ جس طرح ایمان و عقائد خراب کرنے کے لیے لوگ رقم خرچ کرتے ہیں، اسی طرح اسلام بھی ان پر مال خرچ کر کے انہیں مسلمان ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ عام مال دار مسلمانوں اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ غیر مسلموں کو صرف وعظ و تلقین ہی نہ کریں بلکہ زکوٰۃ فنڈ سے ان کی مالی مدد بھی کریں۔

صحابہ کرام ﷺ کا اجماع اس پر ہوا تھا کہ اُس دور میں مؤلفۃ القلوب کی ضرورت نہ رہی تھی۔ آج بھی ضرورت نہ ہو تو لازم نہیں کہ مؤلفۃ القلوب کا مصرف پیدا کیا جائے۔ لیکن ضرورت ہو تو اس مد میں زکوٰۃ صرف کر سکتے ہیں۔ یہ قرآنی حکم کا نسخ نہیں بلکہ علت نہ ہونے سے حکم ختم ہوگیا۔ جس طرح تیمّم اس وقت تک کر سکتے ہیں جب تک پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو۔ جونہی پانی پر قدرت حاصل ہوئی تو تیمّم کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔ حکم علت کے ساتھ رہا، ہمیشہ کے لیے منسوخ ہوا اور نہ ہر صورت میں نافذ۔

سوال 74: کیا زکوٰۃ کی رقوم دوسرے شہر بھیجنا یا خرچ کرنا جائز ہے؟

جواب: زکوٰۃ جس جگہ وصول کی جائے وہیں تقسیم کرنا افضل ہے لیکن ضرورت اور مصلحت کے تحت کسی دوسرے علاقے میں بھی زکوٰۃ کی رقوم خرچ کرنا جائز ہے۔ یعنی انفرادی طور پر تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال میں جمع کرائی جائے تاکہ ان مستحق لوگوں پر خرچ کی جاسکے جو دوسرے علاقوں میں مقیم ہیں۔ اس کام کے لیے زکوٰۃ کی وصولی پر حکومت کی نگرانی ہونی چاہیے جیسا کہ عہدِ رسالت مآب ﷺ اور خلفاے راشدین کے دور میں رائج تھا۔ اس مؤقف کی دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ ﷺ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ 'مجھے تم صدقہ میں جَو اور جوار کی جگہ سامان و اَسباب یعنی دھاری دار چادریں یا دوسرے لباس بھی دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ کے لیے

بھی بہتری ہوگی۔'[1]

دورِ حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق لوگوں کی اجتماعی معاشرتی و معاشی فلاح و بہبود کے لیے مختلف تنظیمیں مصروفِ کار ہیں۔ زکوٰۃ کی رقوم ان میں سے ایسی تنظیم کو دے جہاں اجتماعی سطح پر اَفرادِ معاشرہ کی کفالت کی جاسکتی ہے جو بہتر طریقے سے فلاح و بہبود کا فریضہ سرانجام دے رہی ہو۔ اس سے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوگا اور ایک ہی وقت میں ملک کے تمام علاقوں میں معاشرتی تعاون کی فضا پیدا ہوگی۔

سوال 75: کیا مسافر کی بات بلاحجت تسلیم کر کے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: مسافر کی بات تسلیم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آئے او وہ کہے کہ میں مسافر ہوں اور مجھے اپنے سفر کی تکمیل کے لیے اخراجات کی ضرورت ہے تو اس کی بات کو مان لیا جائے گا یا اس سے کوئی ثبوت طلب کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں امام قرطبی فرماتے ہیں:

> دین کے متعلق تو ضروری ہے کہ وہ اسے ثابت کرے، البتہ دیگر صفات کے متعلق اس کا ظاہری حال ہی گواہ اور کافی ہے۔[2]

اس کی دلیل حضرت جریر ؓ سے مروی حدیث مبارکہ ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں: دن کے ابتدائی حصے میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب العرض فی الزکاۃ، ۲:۵۲۵

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۴:۱۸۷-۱۸۸

اقدس میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے پاؤں، ننگے بدن، گلے میں چمڑے کی چادریں پہنے ہوئے، اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر کے لوگ تھے۔ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہو۔ پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (۱)

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہئیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو ○

پھر لوگ صدقات لانا شروع ہوگئے۔ کسی نے دینار صدقہ کیا، کسی نے درہم دیا۔ کسی نے کپڑے، کسی نے ایک صاع (۲) گندم اور کسی نے ایک صاع

---

(۱) الحشر، ۱۸:۵۹

(۱) مختلف علاقوں میں صاع کے لیے مختلف پیمانے اِستعمال کیے جاتے تھے۔ بایں وجہ علاقوں کے حساب سے صاع کا وزن بھی مختلف ہوتا تھا، جیسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نواح میں رائج 'صاعِ حجازی' کا وزن بغداد اور کوفہ کے مضافات میں رائج 'صاعِ عراقی' سے مختلف تھا۔ 'صاعِ عراقی' کو 'صاع بغدادی' بھی کہا جاتا تھا۔ اِسی طرح ـــــ

کھجور دی حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس کھجور کی گٹھلی (کے برابر) بھی ہو (وہ بھی دے)۔ پھر انصار میں سے ایک شخص تھیلی لایا کہ اس کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ میں نے خوراک اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے یعنی اتنے صدقات جمع ہوگئے۔ حتی کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا، گویا سونے کا ہوگیا ہو جیسے کندن۔[1]

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا مسافر کے ظاہری حال پر ہی اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی صرف ظاہری حال پر اکتفا کیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ ﷺ نے اُن سے کوئی دلیل طلب کی نہ ان سے یہ پوچھا کہ ان کے پاس مال ہے یا نہیں۔

سوال 76: کیا عورت کے مالِ مہر پر زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ مال پر پورا قبضہ ہو، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا عورت اپنے مہر پر قابض ہونے سے پہلے پورے طور پر اس

..... بعد ازاں 'صاعِ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ' اور 'صاعِ ہاشمی' بھی متعارف ہوئے۔ لیکن معروف و متداول پیمانے کے مطابق فی زمانہ نصف صاع گیہوں کا وزن 2.249 کلوگرام (تقریباً سوا دو کلو) جب کہ نصف صاع جَو کا وزن 2.320 کلوگرام ہے۔ اِس حساب سے ایک صاع گیہوں کا وزن 4.498 کلوگرام (تقریباً ساڑھے چار کلو) اور ایک صاع جَو کا وزن 4.64 کلوگرام ہے۔

(۱) مسلم، الصحیح کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمہ طیبۃ، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

کی مالک بھی تھی یا نہیں؟ اگر عورت کا مالِ مہر اس کے قبضہ میں نہیں آیا تو اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

سوال 77: بیوی کے زیورات پر زکوٰۃ ادا کرنا زوجین میں سے کس پر لازم ہے؟

جواب: زوجین میں سے جو زیور کا حقیقی مالک ہوگا، وہی زکوۃ ادا کرنے کا پابند ہوگا؛ مثلاً اگر شوہر نے بیوی کو زیور صرف استعمال کرنے کے لیے دیے ہوئے ہیں اور اصلاً ملکیت شوہر کی ہے کہ وہی چاہے تو فروخت کر سکے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ بیوی پر نہیں بلکہ شوہر پر واجب ہوگی۔ لیکن اگر بیوی اپنے زیور کی خود مالک ہے کہ وہ چاہے تو اپنی مرضی استعمال کرے یا فروخت کر دے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ دینا بیوی پر لازم ہوگا۔

سوال 78: کیا طلاق یافتہ عورت کو اس کا سابقہ شوہر زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! طلاق یافتہ عورت کو اس کا سابقہ شوہر زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

سوال 79: کیا کسی کی شادی کے لیے اُسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! کسی بھی مستحق مرد یا عورت کی شادی کے لیے اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے لیکن یہ خیال رکھا جائے گا کہ زکوٰۃ کا مال اَسراف اور غیر شرعی رسوم کی ادائیگی میں نہ لگنے پائے۔

سوال 80: کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں! میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

سوال 81: کیا والدین اور اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب: والدین اور اولاد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ جن قرابت داروں کا نفقہ آدمی کے ذمہ واجب ہے انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں؛ مثلاً ماں، باپ، دادا، پڑدادا، بیٹا، پوتاوغیرہ اور بیوی۔ علاوہ ازیں باقی رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں بلکہ رشتہ داروں میں بہن، بھائی، خالہ، پھوپھی، ماموں، چچا یا ان کی اولاد میں سے کوئی غریب ہے تو اسے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ دینا بہ نسبت دوسرے غرباء کے افضل ہے کہ فرض بھی ادا ہو جاتا ہے اور صلہ رحمی بھی۔ انہیں زکوٰۃ دینے سے دوہرا اَجر ملتا ہے۔

سوال 82: کیامحتاج ماں باپ کوحیلہ کر کے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: جی نہیں! محتاج ماں باپ کو حیلہ کرکے زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ماں باپ کی ویسے ہی مالی و جسمانی خدمت کرنا اولاد پر فرض ہے۔ لہٰذا اگر اولاد صاحبِ نصاب ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اصل مال کے ذریعے اپنے محتاج ماں باپ کی مدد کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بلا شبہ میرے پاس مال اور اولاد (دونوں) ہیں اور میرا والد

چاہتا ہے کہ وہ میرا مال اپنی ضروریات میں خرچ کرلے (اور میرے لیے کچھ نہ چھوڑے)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ وَمَالُکَ لِأَبِیکَ.[1]

تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کی ملکیت ہیں۔

سوال 83: کیا بچوں کی شادی کے لیے بنوائے گئے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے جب کہ بچے ابھی نابالغ ہوں؟

جواب: اگر زیور ان بچوں کے نام ہے اور ماں باپ بطور امین اس کی حفاظت کر رہے ہیں تو پھر جتنی دیر وہ نابالغ ہیں ان پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس اگر وہ زیورات ماں باپ کے نام ہی ہوں اور وہ ویسے ہی کہہ دیں کہ اتنا فلاں کا ہے، اتنا فلاں کا ہے تو پھر زکوٰۃ لاگو ہوگی۔

سوال 84: کیا زکوٰۃ سے مستحق طلبہ کی مدد کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسے تعلیمی ادارے جہاں طلباء سے فیس لی جاتی ہے یا نہیں لی جاتی دونوں صورتوں میں زکوٰۃ فنڈ جمع کرنا تاکہ نادار اور مستحق طلبہ کی ضروریات پوری کی جائیں بالکل درست، بلکہ مناسب تر ہے تاکہ طلباء کی بروقت امداد کی جائے اور وہ سکون و اطمینان سے علم حاصل کرسکیں۔

---

(۱) ابن ماجه، السنن، کتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ۳:۸۸-۸۹، رقم: ۲۲۹۱

فقہاء کرام فرماتے ہیں:

طالب علم زکوٰۃ لے سکتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو علم پڑھانے اور پڑھنے کے لیے وقف کر رکھا ہے اور وہ رزق کمانے سے عاجز ہے۔ لہٰذا ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کی مجبوری اس (پر زکوٰۃ) کے جائز ہونے کا سبب ہے۔[1]

لہٰذا جامعات کی ضروریات بالخصوص مستحق طلبہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ اکثر و بیشتر مذہبی اور دیگر رفاہی ادارے زکوٰۃ پر ہی چل رہے ہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ زکوٰۃ فنڈ سے نادار طلبہ کے اخراجات پورے کیے جائیں خواہ وہ کتب و اسٹیشنری کی صورت میں ہوں یا فیس وخوراک اور پوشاک و دوا وغیرہ کی صورت میں۔

سوال 85: کیا حج کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ دینا واجب ہے؟

جواب: اگر کسی نے حج کے لیے رقم جمع کر رکھی ہے اور نیت یہ ہے کہ اس رقم سے حج کرے گا تو وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ رقم حکومت کے پاس اِس مدّ میں جمع کرا دی ہے تو وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گی۔

سوال 86: کیا قرض دار پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص قرض دار ہے تو وہ مال میں سے اتنا مال الگ کرلے جو اس کے قرض کے لیے کافی ہو اور باقی مال اگر نصاب کی حد کو پہنچتا ہو تو اُس پر

(۱) حصکفی، الدر المختار، ۱:۱۴۰

زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، لیکن اگر بقیہ مال نصاب کی حد تک نہ پہنچے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

سوال 87: کیا قرض کو زکوٰۃ میں بدلا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر مقروض غریب و مفلس ہے اور صاحبِ نصاب نہیں تو بلا شبہ قرض کو زکوٰۃ سے بدلا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ غنی اور صاحبِ نصاب ہے تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور یہ قرض بطورِ زکوٰۃ اسے دینا بھی جائز نہیں۔ پہلی صورت میں یقیناً وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے، اسے کچھ بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف یہ کہہ دیں کہ آپ میرے قرض سے سبک دوش ہیں، اب اس کی فکر نہ کریں؛ تاکہ اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

سوال 88: کیا زکوٰۃ کی رقم سے قیدیوں پر عائد جرمانہ ادا کیا جاسکتا ہے تاکہ انہیں رہائی دلائی جاسکے؟

جواب: اگر قیدی صاحبِ حیثیت ہے، جیسے بڑے بڑے مال دار، سرمایہ دار، جاگیردار، تاجر، ملازم وغیرہ؛ جو جرمانہ اپنے گھر سے دے دیتے ہیں اور رہائی پالیتے ہیں۔ مگر غریب اور نادار قیدی جرمانہ ادا نہیں کرسکتے اور مزید عرصہ قید بھگتتے ہیں، ایسے لوگوں کو مالِ زکوٰۃ دے کر آزاد کیا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ 'فقیر'، 'مساکین' اور 'الرقاب'، تینوں مصارف میں شامل ہیں۔ اگرچہ 'الرقاب' نزولِ قرآن کے وقت لونڈی/غلام کے معنوں میں استعمال ہوا مگر آج کے دور میں مفلس اسیروں کو بھی اس عام صنف میں شامل کرلیا جائے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

سوال 89: کیا زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی رمضان میں ہی کرنی چاہیے؟

جواب: زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی ماہِ رمضان کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ ان کی ادائیگی کسی بھی وقت مستحب ومشروع ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے پر واجب ہے کہ اُسی وقت زکوٰۃ ادا کرے جب اس کے مال کا سال مکمل ہو جائے اور رمضان کا منتظر نہ رہے لیکن اگر رمضان قریب ہو مثلاً کسی شخص کا سال شعبان میں مکمل ہو رہا ہے اور وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے رمضان کا انتظار کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس کی زکوٰۃ کا سال محرم میں پورا ہو رہا ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو رمضان تک مؤخر کرے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ محرم سے پہلے رمضان میں ہی سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دے، اس میں کوئی حرج نہیں وقتِ وجوب سے تاخیر جائز نہیں۔

3. مسائلِ عُشر، معادِن اور رِکاز

سوال 90: عُشر کسے کہتے ہیں؟

جواب: عُشر دسویں حصہ کو کہتے ہیں جو زرعی پیداوار پر لیا جاتا ہے اور نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ بھی اس اطلاق میں شامل ہے۔ دراصل عُشر زکوٰۃ کی طرح ایک ایسا مقررہ حصہ ہے جو زرعی پیداوار پر دینا واجب ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ؛ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. (۱)

وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے؛ اور جسے کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

سوال 91: عُشر کا نصاب کیا ہے؟

جواب: عُشر کا کوئی نصاب مقرر نہیں اور نہ ہی سال گزرنا شرط ہے۔ اگر کوئی

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السمآء، وبالمآء الجاری، ۲:۵۴۰، رقم:۱۴۱۲

زمین سال میں تین، چار فصلیں بھی دے تو اس زرعی پیداوار پر اتنی ہی بار عُشر لازم ہوگا۔ پیداوار قلیل ہو یا کثیر، سب میں عُشر واجب ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (1)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔

سوال 92: زمین کے عُشری ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: زمین کے عُشری ہونے کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ مسلمان کا مکان جو کھیت یا باغ بن گیا۔

۲۔ کاشت ہونے والی زمین عُشری کے قریب ہے۔

۳۔ عُشری وخَراجی زمین سے یکساں قریب کاشت ہونے والی زمین۔

۴۔ دور اُفتادہ غیر آباد زمین جسے مسلمان نے آباد کیا ہو۔

۵۔ غیر مسلم لاوارث بچے کے مرنے کے بعد اس کی زمین مسلمان کے قبضہ میں آجائے۔

---

(1) البقرة، ۲:۲۶۷

۶۔ مفتوحہ اَراضی جو شرکاءِ جنگ میں تقسیم کی گئی۔

۷۔ اِسلام قبول کرنے والوں کی زمینیں۔

درج بالا تمام صورتوں میں عُشر یا نصف عُشر واجب ہوگا۔

سوال 93: خَراج کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسلامی ریاست اپنی حدود میں آنے والے غیر مسلموں سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے اسے خَراج کہتے ہیں۔

حضرت علاء بن حضرمی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں بحرین یا ہجر کی جانب روانہ فرمایا۔ وہاں حضرت علاء بن حضرمی ﷺ اُس باغ سے جس میں ایک مسلمان اور ایک کافر شریک ہوتا تو مسلم سے عُشر اور کافر سے خَراج لیتے۔[1]

اس کی خاص شرح مقرر نہیں بلکہ حاکم وقت غیر مسلموں کی مالی حالت کے مطابق اس شرح میں کمی بیشی کرنے کا مجاز ہے، جیسا کہ روایات میں درج ہے کہ شام کے کفار کی مالی حیثیت مستحکم تھی تو ان سے سالانہ چار دینار اور یمن کے کفار - جو اچھی مالی حیثیت کے مالک نہیں تھے - سے ایک دینار سالانہ وصول کیا جاتا تھا۔ آج بھی ٹیکس عائد کرتے وقت پوری دنیا کی حکومتیں اس بنیادی اصول کو مدنظر رکھتی ہیں کہ کون کتنا ٹیکس ادا کرنے کی استطاعت رکھتا

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب العشر والخَراج، ۲:۴۰۵، رقم: ۱۸۳۱

ہے۔ زکوٰۃ وعُشر میں عبادت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے جبکہ جزیہ اور خَراج خالصتاً ٹیکس ہیں، ان کا عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سوال 94: زمین کے خَراجی ہونے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: زمین کے خَراجی ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

مثلاً کوئی علاقہ فتح ہوا تو زمین وہاں کے رہائشیوں کو احسان کے طور پر دے دی گئی، یا وہ ملک صلح کے طور پر فتح ہوا، یا ذِمّی نے مسلمانوں سے عُشری زمین خرید لی تو ان صورتوں میں زمین خَراجی ہے۔

جو زمین بیت المال کی ملکیت ہوگئی تو وہ عُشری ہے نہ خَراجی۔

سوال 95: کیا شہد میں عُشر واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر شہد عُشری زمینوں میں پایا جائے تو اس پر عُشر واجب ہوگا جبکہ خَراجی زمین میں پائے جانے کی صورت میں عُشر واجب نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے شہد سے عُشر لیا۔[1]

البتہ اگر شہد خَراجی زمینوں یا پہاڑوں، جنگلوں یا باغوں وغیرہ میں ملے گا تو اس

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل، ۱:۵۸۴، رقم:۱۸۲۴

میں عُشر نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ جنگلی پھل کی مانند ہوگا۔ لیکن اگر مسلمان اپنے گھر میں باغ بنائے تو اس کے عُشر کا حکم اس کے پانی کے ساتھ ہوگا۔ اگر عُشر کا پانی دے تو عُشر اور اگر خَراج کا پانی دے تو خَراج مگر غیر مسلم جیسا بھی پانی دے اسے خَراج ہی دینا ہوگا۔

سوال 96: غلّہ جات، اَجناس اور پھلوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: غلّہ جات، اَجناس اور پھلوں پر زکوٰۃ کی فرضیت قرآن وسنت، اِجماع اور عقلی دلائل سے واجب ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○[1]

جب (یہ درخت) پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا (بھی) کرو اور اس (کھیتی اور پھل) کے کٹنے کے دن اس کا (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ) حق (بھی) ادا کر دیا کرو اور فضول خرچی نہ کیا کرو، بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا○

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس سے فرض زکوٰۃ مراد

(۱) الأنعام، ۶: ۱۴۱

ہے۔[1] جب کہ دوسری روایت میں فرمایا: اس سے عُشر اور نصف عُشر مراد ہے۔[2]

ایک اور مقام پر قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ.[3]

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔

سنت

جس زمین کی بارش، چشموں یا ندی نالوں سے آب پاشی ہوتی ہو اس میں عُشر اور جس کی رہٹ سے آب پاشی ہوتی ہو اس میں نصف عُشر ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸:۵۴
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۱۸۲
۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۰:۱۵۴
(۲) ۱۔ سعید بن منصور، السنن، ۵:۱۰۲، رقم:۹۲۸
۲۔ بیہقی، السنن، ۴:۱۳۲، رقم:۷۲۹۲
(۳) البقرہ، ۲:۲۶۷

اِجماع

عُشر کی فرضیت پر اُمت کا اجماع ہے۔

عقلی تقاضا/ دلائل

زکوٰۃ کے شرعی حکم کے بارے میں جو عقلی دلیل دی گئی ہے یہاں بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ عُشر فقیر کو دینا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ بے سہارا لوگوں کو سہارا دینا، انہیں اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل بنانا، نفس کو گناہوں سے پاک و صاف کرنا وغیرہ۔ یہ سارے کام عقلاً اور شرعاً ضروری ہیں۔

سوال 97: کن اَجناس پر عُشر دینا لازم ہے اور کن پر نہیں؟

جواب: لکڑی، گھاس اور بانس کے علاوہ ہر شے پر عُشر واجب ہے جسے زمین اگاتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وہ زمین جسے آسمانی پانی سیراب کرے اس کی پیداوار میں دسواں حصہ واجب ہے۔[1]

امام اعظم ابو حنیفہؒ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 114 اور سورۃ البقرۃ کی

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء، و بالماء الجاری، ۲:۵۴۰، رقم:۱۴۱۲

آیت نمبر 267 سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلق زمین کی پیداوار میں عُشر واجب ہے، چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، بغیر تدبیر اختیار کیے ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو، زمین کو نہر وغیرہ کے جاری پانی سے سیراب کیا ہو یا بارش کے پانی سے سیراب کیا ہو، ہر صورت میں عُشر واجب ہوجائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حَقَّهٗ سے مراد عُشر یا نصف عُشر ہے۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو حکم دیا کہ اس زمین سے عُشر وصول کروں جو بارش کے پانی یا بلا خرچ کے پانی سے سیراب ہو رہی ہو اور اس زمین سے بیسواں حصہ وصول کروں جو رہٹ وغیرہ کے ذریعے سیراب کی جا رہی ہو۔[2]

سوال 98: کرائے پر لی گئی زرعی زمین کی زکوٰۃ مالک پر ہے یا کرایہ دار پر؟

جواب: کرائے پر لی گئی زرعی زمین کی زکوٰۃ کرایہ دار پر ہے کیونکہ عُشر پیداوار پر واجب ہے اور پیداوار کا مالک کرایہ دار ہے۔ اس پر عُشر اسی طرح واجب

---

(۱) ۱۔ سعید بن منصور، السنن، ۵:۱۰۲، رقم:۹۲۸
۲۔ بیہقی، السنن، ۴:۱۳۲، رقم:۷۲۹۲
(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۹۴، ۷۴۹۱

ہے جیسے عاریتاً کوئی چیز لینے والے پر واجب ہوتا ہے۔ اِسی طرح زمین کا مالک کرایہ لینے کی صورت میں منافع کماتا ہے، اب وہ منافع اگر مکمل مال کے بعد نصاب تک پہنچ جاتا ہے تو اس صورت میں زمین کے مالک پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔

سوال 99: عُشر زمین کے مالک پر واجب ہے یا مزارع پر؟

جواب: عُشر واجب ہونے کا تعلق زمین کی ملکیت سے نہیں ہے بلکہ پیداوار کی ملکیت سے ہے۔

بقول علامہ کاسانی حنفی:

ملک الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملک الخارج.[1]

زمین کا مالک ہونا عُشر واجب ہونے کے لیے شرط نہیں بلکہ پیداوار کا مالک ہونا شرط ہے۔

لہٰذا مالکِ زمین اور بٹائی دار دونوں اپنے اپنے حصہ پیداوار میں عُشر ادا کریں گے۔

ولو دفعها مزارعة فأما على مذهبهما فالمزارعة جائزة، والعشر يجب فی الخارج، والخارج بينهما فيجب العشر

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۵۶:۲

علیھما.[1]

اگر کوئی شخص اپنی زمین مزارعت پر دیتا ہے تو صاحبین کے نزدیک مزارعت جائز ہے، عشر پیداوار پر واجب ہوتا ہے اور پیداوار میں مالک و مزارع دونوں شریک ہیں۔ لہٰذا عُشر بھی دونوں پر واجب ہوگا۔

سوال ۱۰۰: زرعی پیداوار، سبزیوں اور پھلوں میں عُشر کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: زرعی پیداوار، سبزیوں اور پھلوں پر عُشر کا حکم اُس وقت واجب ہوگا جب زمین کو بارش یا چشموں سے سیراب کیا جائے یا نہر کے پانی سے اسے سینچا جائے۔ لیکن اگر رہٹ کے ذریعے آب پاشی کی جائے تو اس پر نصف عُشر واجب ہوگا۔

کھیتوں میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب غلہ پک جائے اور ملا ہوا دانہ بن جائے اور پھلوں میں اس وقت واجب ہوگی جب ان کی صلاحیت ظاہر ہوجائے اور یہ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ کچی کھجور سرخ ہوجائے اور انگور میں مٹھاس پیدا ہوجائے۔ زکوٰۃ صرف اس وقت نکالی جائے گی جب غلّہ صاف کرلیا جائے اور پھل خشک ہوجائیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۵۶:۲

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ.[1]

جب (یہ درخت) پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا (بھی) کرو اور اس (کھیتی اور پھل) کے کٹنے کے دن اس کا (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ) حق (بھی) ادا کر دیا کرو۔

سوال 101: قدرتی ذرائع سے حاصل ہونے والی پیداوار اور قیمتاً یعنی ٹیوب ویل، مشین، پمپنگ سے سیراب کی جانے والی زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر کتنا عُشر واجب ہوگا؟

جواب: زمین بارانی ہے یا قدرتی ذرائع یعنی چشموں سے سیراب ہوتی ہے تو اس کی پیدا وار پر عُشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے۔ اگر زمین قیمتاً سیراب کی جاتی ہے مثلاً ٹیوب ویل، نہری پانی، مشین یا پمپنگ سے جس پر آبیانہ دینا پڑتا ہے یا ڈول کے ساتھ پانی نکالا جاتا ہے۔ تو ان صورتوں میں سیراب کرنے میں مال بھی خرچ ہوتا اور محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس زمین کی پیداوار پر نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ دینا لازم ہے۔ پیداوار چاہے کم ہو یا زیادہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ؛ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ.[2]

---

(۱) الأنعام، ۶:۱۴۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من مآء السماء وبالماء الجاری، ۲:۵۴۰، رقم:۱۴۱۲

وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جائے تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

سوال 102: کیا کھیتی کے اَخراجات نکال کر عُشر دینا چاہیے؟

جواب: جی نہیں! کھیتی کے اَخراجات نکال کر عُشر نہیں نکالا جائے گا بلکہ جو کچھ پیداوار ہوئی، ان سب کا عُشر یا نصف عُشر دینا واجب ہوگا۔ حکومت کو جو مال گزاری دی جاتی ہے وہ بھی عُشر کی رقم سے کٹوتی نہیں کی جائے گی بلکہ پوری پیداوار کا عُشر یا نصف عُشر اللہ کی راہ میں نکالنا پڑے گا۔

زمین اگر بٹائی پر دے کر کھیتی کرائی ہے تو زمین اور کھیتی کرنے والے دونوں کو جتنی جتنی پیداوار ملی ہے دونوں پر اپنے اپنے حصے کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔

سوال 103: کیا اَجناس کے بدلے میں قیمت دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! اَجناس کے بدلے ان کی قیمت بھی بطورِ عُشر دی جاسکتی ہے کوئی ممانعت نہیں۔

سوال 104: معادِن کسے کہتے ہیں؟

جواب: معادِن، معدن (کان) کی جمع ہے جس کے معنی جائے قرار کے ہیں۔

اِصطلاحی طور پر معدن اُس مال کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں مرتکز فرما دیا ہے؛ جیسے سونا، چاندی، سیسہ، لوہا، تیل، گندھک، یاقوت، زبرجد، عقیق، سرمہ وغیرہ۔

سوال 105: معادِن میں شرح زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: معادِن کی شرح زکوٰۃ نہیں کیونکہ دفینہ میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں جو زمین سے دریافت ہوئی ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان تمام اشیاء پر زکوٰۃ نہیں بلکہ خمس واجب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.(1)

کان میں پانچواں حصہ ہے۔

سوال 106: کان سے برآمد شدہ معادِن کی کتنی اقسام ہیں جن پر خُمس واجب ہے؟

جواب: کان سے برآمد شدہ معادِن کی تین اقسام پر خمس واجب ہے:

ا۔ جو آگ میں پگھلائی جاسکیں، جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل، سیسہ اور لوہا۔

---

(1) ابن ماجه السنن، كتاب اللقطه، باب من أصحاب ركاز، ۳:۲۰۸، رقم:۲۵۰۹

۲۔ مائع اشیاء جیسے تارکول، پٹرول، مٹی کا تیل یا گیس وغیرہ۔

۳۔ وہ اشیاء جو آگ میں پگھلائی جاسکیں نہ مائع ہوں جیسے چونے کا پتھر اور جواہر وغیرہ۔

معادِن کی مندرجہ بالا تینوں اَقسام پر خُمس واجب ہے اور اس کا مصرف وہی ہے جو مالِ غنیمت کے خُمس کا ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ.[1]

اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول (ﷺ) کے لیے اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں کے لیے (ہے) اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

خمس نکالنے کے بعد بقیہ مال اُس کا ہے جس کو ایسی زمین سے ملا ہو جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔

سوال 107: کیا سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟

جواب: جی نہیں! وہ اشیاء جو سمندر سے نکالی جائیں جیسے عنبر، موتی، مونگا، مچھلی وغیرہ تو ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں، لیکن اگر ان کی تجارت کی جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

---

(۱) الأنفال، ۸: ۴۱

سوال 108: کنز کسے کہتے ہیں؟

جواب: کنز سے مراد وہ خزانہ ہے جسے اِنسان خود زمین میں محفوظ کردے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہما السلام کے واقعہ کے ضمن میں یوں بیان ہوا ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا.(۱)

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ (مدفون) تھا۔

سوال 109: رِکاز کسے کہتے ہیں؟

جواب: رِکاز سے مراد جاہلیت کے زمانے کا زمین میں مدفون خزانہ ہے جو بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہوا ہو۔ معدنیات کو رِکاز بھی کہتے ہیں۔

رِکاز (دفینہ) معدن اور کنز دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے لغوی معنی اتار دینے کے ہیں خواہ اللہ نے اُتارا ہو یا اِنسانوں نے۔(۲)

سوال 110: کیا رِکاز میں نصاب اور سال کی شرط عائد ہوتی ہے؟

جواب: جی نہیں! رِکاز، دفینے میں نصاب اور سال کی شرط عائد نہیں ہوتی۔

---

(۱) الکہف، ۱۸:۸۲

(۲) ابن الہمام، شرح فتح القدیر، ۲:۲۳۳-۲۳۴

سوال 111: کیا رِکاز پر خُمس واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! رِکاز پر خُمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ. (1)

جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنوئیں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رِکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے گا۔

سوال 112: رِکاز کا مصرف کیا ہے؟

جواب: رِکاز کا مصرف وہی ہے جو مالِ فے کے خمس کا مصرف ہے۔ مالِ فے اُس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مشقت یعنی بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے۔ مالِ فے کا مصرف اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

---

(1) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فی الرِکاز الخمس، ۲:۵۴۵-۵۴۶، رقم:۱۴۲۸

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝[1]

جو (اَموالِ فَے) اللہ نے (قُرَیظہ، نَضِیر، فِدَک، خَیبر، عُرَینہ سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (ﷺ) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے ہیں اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب) کے لیے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہیں (یہ نظامِ تقسیم اس لیے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے) اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۝

سوال 113: اگر کسی کے گھر سے خزانہ نکل آئے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی کے گھر کی زمین سے معدن یا دفینہ نکل آئے تو اس پر بھی خمس واجب ہوگا۔ دفینہ پانے والا مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا بچہ، مسلمان ہو یا ذِمّی؛ اِس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۱) الحشر، ۵۹:۷

4. اِنفاق فی سبیل اللہ

سوال 114: اِنفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اِنفاق کا معنی 'خرچ کرنا' اور فی سبیل اللہ کا معنی 'اللہ کی راہ میں' ہے۔ شرع کی رُو سے انفاق فی سبیل اللہ کا معنی 'اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' ہے۔

سوال 115: اِنفاق فی المال کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: اِنفاق فی المال کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے سرمایہ و دولت کو ضرورت مندوں پر اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو اور ان کی تخلیقی جد و جہد بحال ہو جانے کی صورت میں وہ معاشرہ میں مطلوبہ کردار بحسن و خوبی سرانجام دے سکیں۔ اس اِنفاق کی عملی مثال مواخاتِ مدینہ ہے اور حصولِ نصب العین کے لیے فعلِ اِحسان کی عملی صورت مال کا اِنفاق ہے۔

سوال 116: قرآن حکیم ہمیں اِنفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں صراحت کے ساتھ یہ حکم دیتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ.[۱]

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔

۲۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ.[۲]

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔

۳۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ○[۳]

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیکی اختیار کرو، بے شک اللہ نیکوکاروں سے محبت فرماتا ہے○

۴۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ○[۴]

---

(۱) البقرۃ، ۲:۲۵۴

(۲) البقرۃ، ۲:۲۶۷

(۳) البقرہ، ۲: ۱۹۵

(۴) آل عمران، ۳:۹۲

تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہےo

۵۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا.(۱)

اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں۔

مندرجہ بالا تمام آیات قرآنی اس بات کی ترغیب دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تاکہ اللہ کی رضا کے حصول کے ساتھ ساتھ رِزق میں برکت اور خوش حالی نصیب ہو سکے۔

سوال 117: اَحادیثِ مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اَحادیثِ مبارکہ میں بھی بیشتر مقامات پر اِنفاق فی سبیل اللہ کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے بلکہ سیرتِ طیبہ میں اِس کے عملی نظائر بے پناہ

(۱) البقرہ، ۲:۱۷۷

موجود ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللهُ ﷻ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ. وَقَالَ: يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ.(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھے مال دوں گا۔ اور فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، رات دن خرچ کرنے سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب سے آسمان اور زمین کی پیدائش ہوئی اُس وقت سے کتنا اُس نے لوگوں کو دیا لیکن اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: وكان عرشه على الماء، ۴:۱۷۲۴، رقم:۴۴۰۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف، ۲:۶۹۰، رقم:۹۹۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۱۳، ۵۰۰، رقم:۸۱۲۵، ۱۰۵۰۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، ۱:۷۱، رقم:۱۹۷

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ، نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللهِ! هٰذَا خَيْرٌ.(۱)

جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے تو اسے (اس کے عمل کے مطابق) جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، (اُسے کہا جائے گا:) اے اللہ کے بندے! (اس دروازے سے داخل ہونا تمہارے لیے) بہتر ہے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.(۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ۲:۶۷۱، رقم:۱۷۹۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب اغْتِبَاطِ صَاحِبِ القرآنِ، ۴:۱۹۱۹، رقم:۴۷۳۷

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التمني، باب تَمَنِّي القُرآنِ وَالعِلْمِ، ۶:۲۶۴۳، رقم:۶۸۰۵

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه وفضل من تعلم حکمة من فقه أو غیره فعمل ⟵

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حسد (یعنی رشک) صرف دو آدمیوں پر کرنا چاہیئے: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک عطا کیا اور وہ رات کو نماز میں اس کی تلاوت کرے، دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تو وہ اسے رات کی گھڑیوں اور دن کے مختلف حصوں میں (راہِ خدا میں) خرچ کرتا رہا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ.(۱)

کسی آدمی کے گناہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے اس کا خرچ روک لے۔

..... بها وعلمها، ۱:۵۵۸-۵۵۹، رقم:۸۱۵

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۸، رقم:۴۵۵۰، ۴۹۲۴، ۵۶۱۸، ۶۴۰۳

۵۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الحسد، ۴:۳۳۰، رقم:۱۹۳۶

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحسد، ۲:۴۰۸، رقم:۴۲۰۹

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك واثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم، ۲: ۶۹۲، رقم: ۹۹۶

۵۔ حضرت ابوموسیٰ اَشعری ﷺ روایت کرتے ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوْا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ. أَوْ قَالَ: بِالْمَعْرُوفِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کے لیے صدقہ ضروری ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اگر کوئی شخص اِس کی اِستطاعت نہ رکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرے، جس سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو یا ایسا نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ضرورت مند اور محتاج کی مدد کرے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: اگر ایسا نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چاہیے کہ خیر کا حکم کرے یا فرمایا کہ نیکی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب کل معروف صدقة، ۵:۲۲۴۱، رقم:۵۶۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل من المعروف، ۲:۶۹۹، رقم:۱۰۰۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۹۵، رقم:۱۹۵۴۹

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب صدقة العبد، ۵:۶۴، رقم:۲۵۳۸

کا حکم دے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائی سے رکا رہے کیونکہ یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔

۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ! لَا تَرُدِّي الْمِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. يَا عَائِشَةُ! أَحِبِّي الْمَسَاكِينَ وَقَرِّبِيهِمْ، فَإِنَّ اللهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

اے عائشہ! کسی بھی محتاج اور ضرورت مند کو مایوس نہ کر خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ دے سکو۔ اے عائشہ! غریب اور محتاج لوگوں سے محبت کیا کرو اور ان سے قربت حاصل کرو، بے شک (اس کے صلہ میں) اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمہیں اپنے قرب سے نوازے گا۔

۷۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰى جُوْعٍ أَطْعَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰى مُؤْمِنًا عَلٰى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلٰى عُرْيٍ، كَسَاهُ اللهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ. (۲)

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرین یدخلون الجنة قبل، ۴:۵۷۷، رقم:۲۳۵۲

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الزکاة، باب في فضل سقي الماء، ۲:۱۳۰، رقم:۱۶۸۲

جو مومن کسی دوسرے مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے پھل کھانے کے لیے دے گا۔ جو مومن کسی دوسرے مومن کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مہر لگائی ہوئی شرابِ طہور پلائے گا، اور جو مومن کسی برہنہ مومن کو لباس پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔

سوال 118: اِنفاقِ واجبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اِنفاق واجبہ سے مراد ایسے صدقات ہیں جنہیں ادا کرنا ہر صاحبِ نصاب پر لازم ہے؛ مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر و عُشر اور نذر یعنی منت کا پورا کرنا وغیرہ۔

۱۔ زکوٰۃ کی فرضیت و اَہمیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بڑا واضح حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ المزمل میں فرمایا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ.[1]

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

۲۔ اِسی طرح صدقہ فطر بھی ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے جیسا

..... ۲۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ۱۸، ۴:۶۳۳، رقم:۲۴۴۹

(۱) المزمل، ۷۳:۲۰

کہ حدیث پاک میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، أَوْ رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ، صَغِيْرٍ أَوْ كَبِيْرٍ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو ہر مسلمان غلام اور آزاد، مرد و عورت، بچے اور بوڑھے پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو واجب ٹھہرایا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے سال بھر نصاب کا باقی رہنا شرط ہے جبکہ صدقہ فطر میں نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے پاس عید الفطر کے دن نصابِ زکوٰۃ کے برابر مال اس کی حاجاتِ اَصلیہ سے زائد موجود ہوا تو اس پر صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔

۳۔ اِسی طرح زمین سے جو بھی پیداوار ہو؛ گیہوں، جَو، چنا، باجرا، دھان، گنا، ترکاریاں وغیرہ یعنی ہر قسم کے اناج، پھول، پھل میوے سب پر عُشر واجب ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ؛ وَمَا سُقِيَ

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الفطر على المسلمين من التمر والشعيرِ، ۲:۶۷۸، رقم:۹۸۴

بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ.[1]

وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جائے تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

سوال 119: اِنفاقِ نافلہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اِنفاقِ نافلہ سے مراد کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی ضرورت سے زائد مال غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں پر خرچ کرنا ہے اور اس کا یہ خرچ کرنا صدقاتِ واجبہ کے علاوہ ہو۔ پس جو جتنا زیادہ خرچ کرے گا آخرت میں اس کے درجات بھی اتنے ہی بلند ہوں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَ اللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○[2]

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں (اور پھر) ہر بالی میں

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری، ۲: ۵۴۰، رقم: ۱۴۱۲

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۶۱

سو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اجر پاتے ہیں) اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہےo

حضرت عدی بن حاتم ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.(۱)

جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر۔

قرآن حکیم اور احادیث میں صدقاتِ واجبہ کے علاوہ بھی بار بار صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

سوال 120: کیا نفلی صدقات کی کوئی حد مقرر ہے؟

جواب: جی نہیں! نفلی صدقات اُصولِ نصاب اور حد کے تعینات کے ذیل میں نہیں آتے۔ نفلی صدقات کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں بلکہ خرچ کرنے والے کی حیثیت اور ضرورت مند کی ضرورت دونوں کو پیشِ نظر رکھ کر خرچ کیا جائے گا۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَيَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ.(۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقو النار و لو بشق تمرة والقلیل من الصدقة، ۲: ۵۱۴، رقم: ۱۳۵۱

(۲) البقرہ، ۲:۲۱۹

اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرما دیں: جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کر دو)۔

مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ سے عوام الناس کو یہ 'اُصولِ اِنفاق' مہیا کر دیا گیا کہ انفاق کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، لیکن کم از کم اِس اَمر کا خیال رہنا چاہئے کہ اتنا کچھ ضرور بچا کر رکھ لیا جائے جس سے صاحبِ اِنفاق کی ذاتی اور عائلی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

سوال 121: کس اِنفاق کے لیے نصاب کا ہونا ضروری نہیں ہے؟

جواب: اِنفاقِ نافلہ کے لیے نصاب کا ہونا ضروری نہیں جبکہ اِنفاقِ واجبہ کے لیے نصاب اور 'حدِ اِنفاق' کا ہونا ضروری ہے، مثلاً زکوٰۃ اِنفاقِ واجبہ میں سے ہے مگر یہ مقررہ نصاب سے کم مال رکھنے والے پر فرض نہیں ہوتی اور حدِ اِنفاق بھی صدقاتِ واجبہ کے لیے ہی مقرر ہے مثلاً زکوٰۃ میں اڑھائی فیصد اور عُشر میں دس یا بیس فیصد وغیرہ۔

سوال 122: اسلام میں اِنفاق کی کیا اہمیت ہے اور ترکِ اِنفاق پر کیا وعید آئی ہے؟

جواب: اسلام میں اِنفاق کو نیکی کی تصدیق اور ترکِ اِنفاق کو نیکی کی تکذیب قرار دیا گیا ہے۔ اس کی شہادت دو قرآنی آیات سے پیش کرتے ہیں جن میں 'نیکی' کی تصدیق اور تکذیب دونوں صورتوں کا موازنہ کیا گیا ہے، بلکہ اس موازنے سے قبل بڑے حکیمانہ انداز سے ہر جنس میں تضاد کا ذکر کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ○ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ○ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ○[1]

رات کی قسم جب وہ چھا جائے (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپا لے) ○ اور دن کی قسم جب وہ چمک اٹھے ○ اور اس ذات کی (قسم) جس نے (ہر چیز میں) نر اور مادہ کو پیدا فرمایا ○

پہلی دو آیات میں رات اور دن کا تضاد مذکور ہے۔ جبکہ تیسری آیت مبارکہ میں 'انسان' کی جنس کی بھی دو مختلف انواع میں تقسیم بیان کی گئی ہے۔

اس تضاد کو حلفیہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ○[2]

بے شک تمہاری کوشش مختلف (اور جداگانہ) ہے ○

یعنی کچھ لوگ اپنے عمل اور جد و جہد سے نیکی اور دین کی تصدیق کریں گے جبکہ کچھ لوگوں کی تگ و دو نیکی اور دین کی تکذیب سے عبارت ہوگی۔ لیکن اس امر کا فیصلہ قرآن حکیم نے دوٹوک انداز میں فرما دیا کہ کون نیکی کی تصدیق کر رہا ہے اور کون تکذیب؟ ارشاد ہوتا ہے:

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ

(۱) الیل، ۹۲:۱-۳
(۲) الیل، ۹۲:۴

لِلْيُسْرٰىo وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰىo وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰىo فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىo[1]

پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کیo اور اس نے (اِنفاق وتقویٰ کے ذریعے) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کی تصدیق کیo تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لیے سہولت فراہم کر دیں گےo اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہاo اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایاo تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لیے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب ٹھہرے)o

گویا قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں انفاق کو نیکی کی تصدیق اور بخل کو نیکی کی تکذیب قرار دے دیا ہے، بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ جو شخص بھی 'فعلِ اِنفاق' اپنائے گا اس کے لیے اس کی منزل اور نصب العین کا حصول نہایت آسان کر دیا جائے گا اور اس کے برعکس جو شخص ترکِ انفاق یعنی بخل اور ارتکازِ دولت کے راستے پر گام زن ہوگا اس کے لیے منزلِ حق کا حصول دشوار کر دیا جائے گا۔ تو وہ جان لے کہ اس کا یہ عمل نیکی اور دین کی تصدیق نہیں بلکہ تکذیب ہے اور جس نے تکذیب کی روش کو اختیار کیا تو وہ عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) الیل، ۵-۱۰

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى○[1]

اور اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا○

سوال 123: تزکیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تزکیہ 'پاک صاف کرنے' اور 'نشو ونما دینے' کو کہتے ہیں۔

تزکیہ نفس کی تعریف کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

خیرات و برکات کا نفسِ انسانی میں نشو ونما پانا تزکیہ نفس کہلاتا ہے۔[2]

یہ لفظ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ان معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اِرشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

۱۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ○[3]

(اے حبیب!) آپ ان ہی لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کوئی پاکیزگی حاصل کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے پاک ہوتا ہے، اور اللہ ہی

---

(۱) الیل، ۹۲:۱۱

(۲) راغب اصفہانی، المفردات:۲۱۴

(۳) فاطر، ۳۵:۱۸

کی طرف پلٹ کر جانا ہے○

۲۔ ذٰلِکَ یُوْعَظُ بِہٖ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکُمْ اَزْکٰی لَکُمْ وَاَطْھَرُ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○(۱)

اس شخص کو اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو، یہ تمہارے لیے بہت ستھری اور نہایت پاکیزہ بات ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم (بہت سی باتوں کو) نہیں جانتے○

مذکورہ بالا آیات کے بیان سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ تزکیہ اپنی جانوں کو رذائل و مذمت سے پاک و صاف کرنے کا نام ہے۔ پاک صاف کرنے کی ضرورت تبھی پیدا ہوتی ہے جب نفوسِ انسانی میں میل کچیل موجود ہو، رذائل اور میل کچیل کا نفسِ انسانی میں موجود ہونا اس وجہ سے ثابت ہے کہ فطرتِ انسانی نیکی اور بدی دونوں طرح کے رجحانات اور صلاحیتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔

تزکیہ کے عمل کو اس طرح بھی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے کوئی کیاری ہو، آپ محنت کرکے اس میں صاف ستھرا پودینہ اگانا چاہیں اور ساتھ ہی اس میں کچھ خود رَو پودے بھی اُگ آئیں۔ تو اب آپ چاہیں گے کہ ان خود رَو پودوں کو چن چن کر اکھاڑ پھینکیں کیونکہ اگر انہیں بدستور اگنے دیا جائے تو دو

(۱) البقرۃ، ۲:۲۳۲

قسم کی خرابیاں پیدا ہوں گی: ایک تو یہ کہ کیاری کی صفائی اور نظافت و لطافت باقی نہ رہے گی۔ دوسری یہ کہ پودینے کے پودوں کی صحت اور نشو و نما پر اثر پڑے گا۔ کیونکہ زمین کی تخلیقی قوت خالصتاً پودینے کی نشو و نما پر صرف ہونے کی بجائے خود رَو، غیر ضروری اور ناپسندیدہ جڑی بوٹیوں کی صحت ونشو و نما پر بھی خرچ ہونے لگے گی۔ اس سے پودینے کی نشو و نما رک جائے گی یا صحیح طور پر نہ ہو سکے گی۔ زمین کی تخلیقی قوت کو غلط مصرف سے بچانے اور پودینے کی صحیح نشو و نما کی ضمانت مہیا کرنے کی خاطر جب آپ خود رَو پودوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں تو یہی عمل کیاری کے لیے تزکیہ کہلاتا ہے۔

سوال 124: کیا اِنفاق تزکیۂ مال اور تزکیۂ نفس کا باعث بنتا ہے؟

جواب: جی ہاں! اِنفاق تزکیہ مال اور تزکیہ نفس کا باعث بنتا ہے کیونکہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ رضائے الٰہی کے نصب العین کا محرک 'تزکیہ' ہے اور تزکیہ دو طرح کا ہوتا ہے: تزکیہ مال اور تزکیہ نفس۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تزکیہ کی دونوں صورتیں 'انفاق' پر منحصر ہیں اور دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ عمل انفاق سے حاصل ہونے والا تزکیۂ مال بلاشک و شبہ 'تزکیہ نفس' کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عملِ اِنفاق تزکیہ نفس کی یقینی صورت ہے یعنی تزکیہ نفس کے لیے اِنفاق فی سبیل اللہ ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ

مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○[1]

اور اس (آگ) سے اس بڑے پرہیز گار شخص کو بچا لیا جائے گا ○ جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے ○ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو ○ مگر (وہ) صرف اپنے ربِ عظیم کی رضا جوئی کے لیے (مال خرچ کر رہا ہے) ○ اور عنقریب وہ (اللہ کی عطا سے اور اللہ اس کی وفا سے) راضی ہو جائے گا ○

مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل اصول اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ 'اِنفاق فی المال' تقویٰ کی سب سے بڑی صورت ہے۔

۲۔ 'اِنفاق فی المال' دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کی ضمانت ہے۔

۳۔ 'اِنفاق فی المال' سے حقیقی تزکیہ نفس نصیب ہوتا ہے۔

۴۔ عملِ اِنفاق صرف رضاے اِلٰہی کے حصول کی خاطر ہونا چاہیے۔

۵۔ رضاے اِلٰہی کے حصول کی غرض سے اپنایا ہوا عملِ اِنفاق اِنسان کو یقیناً مرتضاے الٰہی بنا دیتا ہے۔

گویا عملِ اِنفاق نہ صرف تزکیہ مال بلکہ تزکیہ نفس کا بھی باعث بنتا

---

(۱) الیل، ۹۲:۱۷-۲۱

ہے، کیونکہ رضاے اِلٰہی کی اَصل اور عملی اَساس ہی 'اِنفاق فی المال' ہے۔

سوال 125: کیا عملِ اِنفاق اِجابتِ دُعا کا ذریعہ بنتا ہے؟

جواب: جی ہاں! عملِ اِنفاق اِجابتِ دعا کا بھی ذریعہ بنتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے؛ یعنی صدقہ و خیرات اور دعاؤں کی قبولیت کا باہمی تعلق بہت گہرا ہے۔

قرآن حکیم میں اِرشاد ہوتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط وَاللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○[1]

آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعثِ) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے○

آیتِ متذکرہ میں ترتیبِ الفاظ پر غور کرنے سے درج ذیل تین اُمور سامنے آتے ہیں:

۱۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً. آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے۔

---

(۱) التوبة، ۹:۱۰۳

۲۔ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا. آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انہیں (ایمان و مال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں۔

۳۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعثِ) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے○

سب سے پہلے صدقہ و اِنفاق کا عمل جاری کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس 'اِنفاق' کے ذریعے تمہاری ظاہری و باطنی میل کچیل دور ہوجائے گی۔ تمہارا قلب و باطن اور نفس آلودگیوں سے پاک و صاف ہوجائے گا۔ تزکیہ کا یہ عمل جو محض اِنفاق فی المال کا نتیجہ و ثمرہ ہے، تمہیں ظلماتِ نفسانی سے نجات دلادے گا۔ گویا خلقِ خدا کی منفعت اور فیض رسانی کو اپنا شعار بنا کر جب تم اپنے لیے بارگاہِ ایزدی کی طرف متوجہ ہوگے تو تمہاری دعائیں قبولیت کے ساتھ نوازی جائیں گی اور قبولیتِ دعا کا یہ احساس تمہیں قلبی سکون عطا کرے گا۔ بے شک اللہ تمہاری ان دعاؤں کو بھی سنتا ہے جو تم اپنی منفعت کے لیے مانگتے ہو اور تمہارے اس عمل کو بھی جانتا ہے جو تم دوسروں کی منفعت کی خاطر کرتے ہو یا نہیں کرتے۔

خلقِ خدا کے حق میں صدقہ و انفاق جتنا کثیر ہوگا اسی قدر اِجابتِ دعا نصیب ہوگی اور اگر انسان دوسروں کی منفعت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے یا

دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہوئے، دوسروں کے حق میں نفع بخشی، فیض رسانی اور دردمندی کا عمل نظر انداز کرتے ہوئے خود کو اپنے ذاتی مفادات اور حقوق و منافع کے تنگ حصار میں محصور کرلے تو دعائیں شانِ اِجابت سے بہرہ ور نہیں ہوا کرتیں۔ اگرچہ یہ دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں کیونکہ دعا خود عبادت ہے، تاہم اس لیے ان کا اجر کسی نہ کسی طور مل ہی جاتا ہے لیکن دعا کا مطلوبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

سوال 126: کیا نیکی اور تقویٰ کا حصول عملِ اِنفاق کے بغیر ممکن ہے؟

جواب: نیکی اور تقویٰ و پرہیزگاری کا حصول اِنفاق فی سبیل اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ○[1]

تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے ○

یہاں 'بِرّ' یعنی نیکی اور دین داری کا حصول 'اِنفاق فی المال' کے بغیر ناممکن قرار دے دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کا اس سے زیادہ صریح اعلان اور کیا ہوسکتا ہے کہ نیکی و پرہیزگاری صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے راستے میں انفاقِ

(۱) آل عمران، ۳:۹۲

مال پر منحصر ہے۔ گویا عام لفظوں میں 'اِنفاق' ہی کو بِر یعنی نیکی قرار دے دیا گیا۔ پس انفرادی طور پر جو اُصول اس آیت سے وضع ہوئے وہ یہ کہ 'اصل نیکی' اِنفاق سے ہی ممکن ہے، اس کے بغیر کوئی بھی عمل نیکی قرار نہیں پاسکتا۔ حقیقی نیکی خدا کے نزدیک اِنفاق فی المال کے عمل سے میسر آتی ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 177 کے الفاظ بھی اِسی حقیقت کی تائید کررہے ہیں کہ اصل نیکی 'اِنفاق فی المال' ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ.

بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے۔

اِس آیت میں قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ یہاں قرآن حکیم شرطِ اِیمان پوری کرنے کے بعد نیکی کے حصول کا سب سے اَوّلین تقاضا 'اِنفاق فی المال' کو ہی قرار دے رہا ہے۔ آیت کے آخر میں اِرشاد فرمایا گیا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں○

گویا بِرّ، صدق اور تقویٰ جیسے تمام تصورات کا تقاضاے اَوّلین 'اِنفاق فی المال' ہے۔

سوال 127: سورۃ الماعون میں دین کو جھٹلانے والے لوگوں کی کونسی علامات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: قرآن حکیم کی سورہ مبارکہ 'الماعون' میں دین کو جھٹلانے والے لوگوں کی درج ذیل علامات بیان کی گئی ہیں:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ○ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ○ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ○ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ○ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ○[1]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟○ تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (یعنی یتیموں کی حاجات کو رد کرتا اور انہیں حق سے محروم رکھتا ہے)○ اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (یعنی معاشرے سے غریبوں اور محتاجوں کے معاشی اِستحصال کے خاتمے کی کوشش نہیں کرتا)○ پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے○ جو اپنی نماز (کی روح) سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)○ وہ لوگ (عبادت

(۱) الماعون، ۱۰۷:۱-۷

میں) دکھلاوا کرتے ہیں (کیوں کہ وہ خالق کی رسمی بندگی بجا لاتے ہیں اور پسی ہوئی مخلوق سے بے پرواہی برت رہے ہیں)○ اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے○

سورۃ مذکورہ کی دوسری آیت میں یتیم کا لفظ بطورِ علامت استعمال ہوا ہے، دراصل یہاں مراد تمام خستہ حال لوگ ہیں۔ آیت میں ان لوگوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو معاشرے کے بے سہارا یتیموں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کی بھلائی اور ہم دردی و خیر خواہی کی کوئی تڑپ ان کے دلوں میں موجود نہیں ہوتی۔ یَدُعُّ یعنی دھکے دینے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اپنے نام نہاد دنیاوی مقام و مرتبہ اور خود ساختہ معاشرتی حیثیت کے برابر نہ سمجھتے ہوئے خود سے دور رکھتے ہیں۔ ان سے لاتعلقی، بیگانگی اور کبر و نخوت کا سلوک کرتے ہیں بلکہ انہیں معاشرے پر بوجھ تصور کرتے ہیں۔ اس آیت کے ذریعے قرآن نے دین کو جھٹلانے والوں کی ایک مخصوص ذہنیت کی نشان دہی کی ہے جو نام نہاد 'بڑے لوگوں' میں فراوانی کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

سورۃ کی تیسری آیت میں ان کی ایک اور خصوصیت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ حاجت مندوں اور مسکینوں کی معاشی کفالت کرنے کے لیے نہ خود تیار ہوتے ہیں اور نہ اس کے لیے دوسروں کو تیار کرتے ہیں۔ یعنی ان ضرورت مندوں کو معاشی تعطل سے نجات دلانے کو غیر ضروری تصور کرتے ہوئے 'اِنفاق فی المال' نہیں کرتے۔ وَلَا یَحُضُّ میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ ان کی جد و جہد کا رُخ کبھی بھی یہ نہیں ہوتا کہ معاشرے کے اہلِ ثروت افراد کا رویہ غریب

اور بے سہارا لوگوں کی نسبت بدلا جائے۔ 'ترغیب دلانے' سے مراد یہ ہے کہ اپنے قول و فعل اور سعی و کاوش سے دوسرے لوگوں کو اس امر کا قائل کیا جائے کہ ہمارے مال و دولت میں صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ معاشرے کے دیگر مستحق افراد کا بھی حق ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ○[1]

اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا○

گویا جو لوگ محتاجوں کو ایسی مجبوری کی حالت میں مبتلاء دیکھ کر بے نیازی سے اپنا وقت گزار رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو دین کو جھٹلانے والے ہیں، خواہ وہ کتنے ہی دین دار بنتے پھریں۔

سورۃ الماعون کی اگلی آیات (4-6) میں قرآن حکیم نے **المصلّین** کی اصطلاح استعمال کر کے ایک اور عقدہ حل کر دیا ہے۔ تکذیبِ دین (یعنی دین کو جھٹلانے) کا فعل ظاہری عبادات کے التزام کے باوجود بھی ہوسکتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کچھ لوگ نماز وغیرہ کا اہتمام بھی کرتے ہوں لیکن اس کے باوجود ان کا طرزِ عمل دینِ حق کو جھٹلانے کے مترادف ہو۔ قرآن حکیم اس امر کی وضاحت بڑے زور دار الفاظ میں کر رہا ہے کہ تباہی اور ہلاکت یا عذابِ آخرت کے حق دار ہیں وہ لوگ جو نماز تو پڑھتے ہیں لیکن نماز کی روح ان کے

---

(۱) الذاریات، ۱۹:۵۱

عمل میں نہیں ہوتی۔ اس روحِ نماز کو فراموش کرنے کا ذکر قرآن حکیم اسی سورت میں پہلے ہی واضح کر چکا ہے۔ یعنی اگر لوگ نماز پڑھ کر یہ سمجھیں کہ ہم نے اپنا فرضِ بندگی اور تقاضائے دین پورا کر دیا جبکہ وہ اپنے معاشرے کے ضرورت مندوں اور بے سہارا لوگوں کی معاشی پریشانیوں کی کوئی پروا نہ کریں اور نہ ہی انہیں ابتلاء کی اذیتوں سے نجات دلانے کی کوشش کریں تو قرآن حکیم ان لوگوں کو للکار کر کہہ رہا ہے کہ اس طرح فریضہ بندگی اور تقاضائے دین پورا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا طرزِ عمل خدا کے نزدیک دین کی تکذیب ہے، ایسی نمازیں دکھلاوا اور ریاکاری کے سوا کچھ نہیں اور یہ ریاکارانہ عبادات جنت نہیں بلکہ دوزخ میں داخلے کا باعث ہوں گی۔

سورۃ الماعون میں دین کو جھٹلانے والوں کی آخری علامت آیت نمبر 7 میں بیان کی گئی ہے کہ وہ گھر کے برتنے کی معمولی چیزیں بھی اپنی ذات تک روک رکھتے ہیں۔ ان کے استفادہ و استعمال میں دوسروں کو شریک نہیں ہونے دیتے۔ جبکہ اسلام 'تصورِ انفاق' کی صورت میں دین کا جو 'وجوبی ضابطہ' عطا کرتا ہے اس میں اشیائے صرف یعنی گھر کے استعمال کی چیزوں میں بھی دوسروں کو نفع حاصل کرنے کا حق دیتا ہے۔ کوئی مالک ان اشیاء کی ملکیت بھی اس طرح غیر محدود اور غیر مشروط نہیں رکھ سکتا کہ دوسروں کی ضرورت کے باوجود انہیں ان سے محروم رکھا جاسکے بلکہ ایسا طرزِ عمل قرآن حکیم کے واضح اعلان کے مطابق تکذیبِ دین ہے جسے سادہ لفظوں میں اسلام کے ساتھ کفر کہا جاسکتا ہے۔

سوال 128: عدل کسے کہتے ہیں؟

جواب: عدل یہ ہے کہ انسان اس حد تک بے لوث اور بے غرض ہو، اور دیگر اَفرادِ معاشرہ کے حق میں اس حد تک دردمند، بہی خواہ، نفع بخش اور فیض رساں ہو جائے کہ جو کچھ وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرے یا روا رکھے کم از کم وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے اور ہو سکے تو انہیں مہیا بھی کرے۔ اگر خادم رکھتا ہو تو اسے اُسی معیار کا لباس پہنائے جیسا خود پہنتا ہے، اُسی معیار کا کھانا کھلائے جیسا خود کھاتا ہے۔

سوال 129: اِحسان کسے کہتے ہیں؟

جواب: لفظِ احسان، حَسَنَ/ حَسُنَ یَحْسُنُ حُسْناً سے ہے۔ اس کا معنی حسن و خوبصورتی، خیر و خوبی، نیکی، اچھائی اور بھلائی ہے۔ حُسن کی ضد القُبْحُ وَالسُّوْء یعنی قباحت، شر، گناہ، بدصورتی، بدی اور برائی ہے۔ جبکہ إحسان کی ضد إسَاءَة ہے۔ اِس کے معنی بھی قباحت اور برائی کے ہیں۔ امام ابومنصور الازہری نے تهذيب اللغة میں حَسَنَ اور إحسَان کے بنیادی معنی کے لیے اللیث کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا.[1]

اور عام لوگوں سے (بھی نرمی اور خوش خُلقی کے ساتھ) نیکی کی بات کہنا۔

---

(۱) البقرہ، ۲:۸۳

وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے: قَوْلاً حَسَناً یعنی لوگوں کے ساتھ اچھی، خوبصورت اور بھلائی کی بات کیا کرو۔

اِسی طرح والدین کے ساتھ احسان کے طرزِ عمل کا حکم بھی اسی لفظ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا.(۱)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین سے نیک سلوک کا حکم فرمایا۔

گویا والدین کے ساتھ کلام میں، عمل میں، برتاؤ میں الغرض ہر معاملے میں حسن، خوبصورتی، شفقت، بھلائی اور رحمت ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے۔ اس پورے طرزِ عمل کو حُسْناً سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حکم کی مزید تصریح یوں فرمائی ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ.(۲)

اور وہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی۔

معلوم ہوا ہے کہ حَسَنَة اور سَيِّئَة یعنی اچھائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہوسکتیں، اور دوسری بنیادی تعلیم یہ دی گئی ہے کہ: مسلمانو! برائی کا جواب برائی سے نہ دو، بلکہ برائی کا جواب بھی اچھائی سے دو، بری بات کے مقابلے میں بھی اچھی اور خوبصورت بات کہو۔ اس لیے کہ احسن قول اور احسن عمل، دونوں برائی

(۱) العنکبوت، ۲۹:۸

(۲) حم السجدة، ۴۱:۳۴

کو رد کر کے اُلفت اور تعاون کا ماحول پیدا کرتے ہیں، برائی اِفتراق کی طرف لے جاتی ہے جبکہ اچھائی اتفاق کی طرف، برائی اور زیادتی نفرت پیدا کرتی ہے جب کہ اچھائی اور بھلائی، محبت و یگانگت۔ یہی حقیقتِ احسان ہے۔ اِسی لیے باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو دُنیا اور آخرت کے لیے حسنۃ طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○[1]

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ○

یہ امر واضح رہے کہ اس آیت میں حسنۃ سے مراد محض اَعمالِ صالحہ اور عبادات نہیں ہیں، کیونکہ آخرت میں تو فقط جزا ہوگی، اعمال نہیں ہوں گے۔ سو آخرت میں کون سے اعمالِ صالحہ اور عبادات کی دعا کی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دونوں جگہ پر حسنۃ سے مراد 'احسان' ہے یعنی دُنیا میں ہر اچھائی، بھلائی اور احسان کے طرزِ عمل کی توفیق مانگی جا رہی ہے اور ایسی زندگی طلب کی جا رہی ہے جس میں سراسر خیر ہو اور وہ ہر فتنہ و شر اور ظلم و عدوان سے محفوظ و مامون ہو؛ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان کی خیرات مانگی جا رہی ہے جو عدل سے بھی بلند تر درجہ ہے۔ الغرض دنیا کی حسنۃ سے مراد ہر

(۱) البقرة، ۲:۲۰۱

خیر اور بھلائی کا میسر آنا اور ہر شر اور تکلیف سے امن و حفاظت ہے۔ اسی طرح آخرت کی حسنۃ سے مراد بھی عذاب آخرت سے امن و حفاظت، روزِ محشر کی مشکلات میں آسانی، حساب و کتاب میں سہولت اور جہنم سے نجات ہے۔

قرآن مجید میں طرزِ عمل کے دو درجات بیان کیے گئے ہیں: عدل اور احسان۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ.[1]

بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے○

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ انسان پر جس قدر دینا واجب ہو اس قدر دے، اور جس قدر لینا اس کا حق ہو اس قدر لے۔ مگر احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا واجب ہو اس سے زیادہ دے، اور جس قدر لینے کا حق ہو اس سے کم لے۔ گویا دینے میں بھی دوسروں پر بھلائی اور سخاوت سے کام لے اور دوسروں سے لینے میں بھی بھلائی اور سخاوت کا مظاہرہ کرے۔ اس لیے احسان کا درجہ عدل سے بلند رکھا گیا ہے۔ سو عدل کی جزا عدل ہے جبکہ احسان کی جزا احسان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ○[2]

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے○

---

(۱) النحل، ۱۶:۹۰

(۲) الرحمٰن، ۵۵:۶۰

اِس لیے حکم فرمایا گیا ہے کہ جس طرح انسان دُنیا میں 'احسان' کی صورت میں دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیتا ہے، اسی طرح باری تعالیٰ بھی آخرت میں احسان شعار لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ.(۱)

ایسے لوگوں کے لیے جو اِحسان شعار ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔

جو لوگ محسنین یعنی احسان شعار ہوں گے ان کے لیے جنت کی جزا ہوگی اور پھر ان کے اس حق سے انہیں بہت 'زیادہ' عطا کیا جائے گا۔ مفسرین نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ **زیادۃ** سے مراد **النظر إلی اللہ** ﷻ یعنی دیدارِ الٰہی ہے۔ کیا عجب بات ہے کہ جس طرح اسلام کے ذریعے 'سلامتی' کے معنی کو بلند رتبہ عطا فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام **السّلام** بیان فرمایا ہے اور ایمان کے ذریعے 'امن و امان' کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لیے باری تعالیٰ نے خود اپنا ایک نام **المؤمن** بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح احسان کے ذریعے حسن، خوبصورتی، خیر اور بھلائی کے معنی کو بلند رتبہ دینے کے لیے باری تعالیٰ نے اپنے تمام ناموں کو ہی حسن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.(۲)

---

(۱) یونس، ۱۰:۲۶

(۲) الأعراف، ۷: ۱۸۰

اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے سارے نام ہی نہایت حسن والے ہیں۔[1]

قرآن مجید نے دوسروں کے ہر حق کی ادائیگی میں بھی حکمِ احسان دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَدَآءٌ اِلَیۡهِ بِاِحۡسَانٍ.[2]

اور اسے احسان کے طریق پر ادا کریں۔

اس لیے باری تعالیٰ نے کبھی **اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ**[3] (بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیّت سے نوازتا ہے) فرما کر احسان شعار لوگوں کو اپنی خصوصی سنگت و معیت کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے، کبھی **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ**[4] (بے شک اللہ اِحسان والوں سے محبت فرماتا ہے) فرما کر

(۱) یاد رہے کہ اَلۡحُسۡنٰی، أَحۡسَن کی تانیث ہے اور یہ اسماء کے جمع ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر یہ ایک اسم ہوتا تو اسے أَحۡسَن فرمایا جاتا، جس طرح باری تعالیٰ نے سورۃ طٰهٰ کی آیت نمبر 23 میں اپنی 'آیات' کے لیے الکبریٰ فرمایا ہے:

لِنُرِیَکَ مِنۡ اٰیٰتِنَا الۡکُبۡرٰی○ (طٰه، ۲۰:۲۳)

یہ اس لیے (کر رہے ہیں) کہ ہم تمہیں اپنی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں○

یہاں پر الکبریٰ، اکبر کی تانیث ہے۔

(۲) البقرۃ، ۲:۱۷۸

(۳) العنکبوت، ۲۹:۶۹

(۴) البقرۃ، ۲:۱۹۵

احسان شعاروں کو اپنی محبت کے انعامِ لازوال کی خوش خبری سنائی ہے اور کبھی مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ[1] (صاحبانِ اِحسان پر اِلزام کی کوئی راہ نہیں) فرما کر اِحسان شعاروں کو خصوصی حفاظت اور اُلوہی امان کی ضمانت سے نوازا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ.[2]

اور دین اِختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا۔

قرآن مجید نے ہلاکت و تباہی سے بچنے کا طریق بھی 'احسان' تجویز فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○[3]

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیکی اختیار کرو، بے شک اللہ نیکوکاروں سے محبت فرماتا ہے ○

یہی وجہ ہے کہ ہر شخص پر ہر عمل میں احسان کو واجب قرار دیا گیا ہے،

---

(۱) التوبة، ۹:۹۱

(۲) النساء، ۴:۱۲۵

(۳) البقرة، ۲:۱۹۵

حتیٰ کہ کسی انسان کو قتل کرنے اور جانور کو اذیت دے کر ذبح کرنے سے بھی منع کر دیا گیا۔

۱۔ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت شداد بن اَوس ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ. (۱)

اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں اِحسان فرض کیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو احسن طریقے سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ چھری کو اچھی طرح تیز کرے اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو آرام دے۔

۲۔ حضرت ابوشریح خزاعی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، ۳:۱۵۴۸، رقم: ۱۹۵۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار، ۱:۶۹، رقم:۴۸

جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اِحسان سے پیش آئے۔

۳۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. (۱)

تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، گناہ کے بعد نیکی کیا کرو، وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اَخلاقِ حسنہ کے ساتھ پیش آیا کرو۔

سوال ۱۳۰: عدل و اِحسان میں کیا فرق ہے؟

جواب: احسان عام طور پر کسی پر بھلائی اور انعام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کا مفہوم صحیح طور پر اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ (۲)

بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في معاشرة الناس، ۴:۳۵۵، رقم:۱۹۸۷

(۲) النحل، ۱۶:۹۰

اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھوo

آیتِ مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے:

۱۔ عدل

۲۔ احسان

دونوں کا فرق امام راغب اصفہانی یوں بیان کرتے ہیں:

عدل یہ ہے کہ جس قدر دینا فرض ہو اسی قدر دیا جائے اور جس قدر لینا فرض ہو اسی قدر لیا جائے۔ جبکہ احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا فرض ہو اس سے زیادہ دیا جائے اور جس قدر لینا حق ہو اس سے کم لیا جائے۔[1]

اس سلسلے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتاب 'اِسلامی فلسفہ زندگی' میں رقم طراز ہیں کہ 'عدل و احسان' کا مذکورہ معیار کم سے کم حد پر مبنی ہے کیونکہ اس کا تو حکم دیا جا رہا ہے اور حکم اس واجب التعمیل امر کا نام ہوتا ہے جس کا ترک گناہ ہو، اگر یہ کم سے کم عدل اور احسان بھی نہ ہو تو انسان گنہگار ہوجائے گا۔ لہٰذا احسان کا یہ مفہوم اہل ایمان کے لیے درجہ فرض میں ہے، اسے 'مطلق احسان' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور 'کمالِ احسان' یہ ہے کہ

(۱) راغب اصفہانی، المفردات:۳۲۵

انسان اپنا سارا کا سارا حق دوسروں کے لیے قربان کر دے۔

☆ **عدل** یہ تھا کہ خود بھی لطف اٹھائے اور دوسروں کو بھی اُٹھانے دے۔
اِحسان یہ ہے کہ اپنا لطف قربان کر کے دوسروں کو بہم پہنچائے۔

☆ **عدل** یہ تھا کہ اپنے لیے بھی جیے اور دوسروں کے لیے بھی۔
اِحسان یہ ہے کہ صرف دوسروں کے واسطے زندہ رہے۔

☆ **عدل** یہ تھا کہ کسی کو دُکھ نہ پہنچے۔
اِحسان یہ ہے کہ اپنے سکھ بھی دوسروں میں بانٹ دے۔

☆ **عدل** شرطِ ایمان ہے اور **اِحسان** کمالِ ایمان۔

عدل و اِحسان کے تقابلی جائزے کے لیے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے۔ آپ ؓ فرماتے ہیں:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذَالِکَ عِنْدِي مَالًا، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا. قَالَ: فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِکَ؟ قُلْتُ: مِثْلَهُ، وَأَتٰى أَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ ﷺ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِکَ؟ قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. قُلْتُ: لَا أَسْبِقُهُ إِلٰى شَيْءٍ أَبَدًا. (۱)

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ اس حکم کی تعمیل کے

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب في مناقب أبي بکر و عمر ؓ ـــــ

لیے میرے پاس مال تھا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا: اگر میں ابو بکر ؓ سے کبھی سبقت لے جا سکا تو آج سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں: میں اپنا نصف مال لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی مال اُن کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ (اتنے میں) حضرت ابو بکر ؓ - جو کچھ اُن کے پاس تھا - وہ سب کچھ لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا: میں اِن سے کسی شے میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اِس حدیث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت عمر ؓ کا عمل عدل کا غماز تھا جب کہ حضرت ابو بکر ؓ کا عمل اِحسان کا آئینہ دار تھا۔

سوال 131: عملِ اِنفاق کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: عملِ اِنفاق کی دو صورتیں ہیں: اِنفرادی اور اِجتماعی۔

..... كليهما، ۲:۶۱۴، رقم:۳۶۷۵

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذالك، ۲:۱۲۹، رقم:۱۶۷۸

۳۔ دارمی، السنن، ۱:۴۸۰، رقم:۱۶۶۰

اِنفرادی سطح

اِنفرادی سطح پر اِنفاق سے مراد ہے کہ افراد اپنے طور پر اپنے حلقہ اثر میں اس شخص کو، جو معاشی مشکلات کا شکار اور ضروریاتِ زندگی سے محروم ہو کر معاشرے کا ناکارہ عضو بن کر رہ گیا ہو، اس کی اور اس جیسے دوسرے ضرورت مند افراد کی مالی مدد اس انداز سے کریں کہ ان کی عزتِ نفس بھی برقرار رہے اور ان کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ حتی کہ وہ کسی اور کے محتاج نہ رہیں بلکہ ان کی زندگی سے معاشی تعطل اس طرح ختم ہو جائے کہ وہ معاشرے میں باعزت شہریوں کی طرح تعمیری کردار ادا کر سکیں اور اس حیثیت میں آ جائیں کہ انہیں ان کا صحیح مقام مل جائے۔ اس سلسلے میں قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے علاوہ وہ لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو دین اِسلام کی خدمت کے لیے ہمہ وقت اس طرح وقف کر دیا ہو کہ ان کے پاس روزی کمانے کی فرصت ہی باقی نہ رہی ہو۔ وہ لوگ خدمتِ اِسلام میں اِس طرح کھوئے ہوئے ہوں کہ انہیں اپنے رزق، کاروبار اور معاملات کی پروا ہی نہ ہو۔ اگر یہ لوگ معاشی تعطل کا شکار ہو گئے تو دینِ حق کی خدمت اور اِحیاءِ ملّت کی خاطر ہونے والی جد و جہد معطل ہو کر رہ جائے گی۔ قرآن حکیم میں اس کے بارے میں یوں ارشاد ہوا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ

بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○[1]

(خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (کسبِ معاش سے) روک دیے گئے ہیں وہ (امورِ دین میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے باعث) زمین میں چل پھر بھی نہیں سکتے ان کے (زُھداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لو گے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑگڑانا نہ پڑے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو تو بے شک اللہ اسے خوب جانتا ہے○ جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے○

اِجتماعی سطح

اِجتماعی سطح پر اِنفاق سے مراد یہ ہے کہ عملِ انفاق ایک ایسے نظام کے

(۱) البقرة، ۲:۲۷۳-۲۷۴

طور پر رائج کیا جائے کہ معاشرے کا کوئی فرد حاجت مندی اور معاشی تعطل میں مبتلا نہ رہے۔ اس طرح جو معاشرہ جنم لے گا وہ معاشی استحکام سے ہم کنار ہو کر قومی نصب العین حاصل کرنے کے لیے اپنا کردار مؤثر طور پر ادا کر سکے گا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ قومی نصب العین کے حصول کے لیے لائحہ عمل تین بنیادی شعبوں یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے باہمی ربط و تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ یہ نصب العین اِحیاء دین کے لیے عالم گیر سطح پر ایک صالح معاشرے کا قیام ہے جو ہر سطح پر ظلم و جبر، معاشی ناانصافی اور معاشرتی نافرمانیوں کے خاتمے سے عبارت ہے۔ لہٰذا اجتماعی اِنفاق کا عمل اُسی وقت پروان چڑھ سکتا ہے جب ہمہ گیر سیاسی، معاشی اور سماجی انقلاب کے ذریعے ایک ایسا صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں لایا جائے جو ہر قسم کے جبر و استحصال کو جڑ سے اکھاڑ دے۔

معاشرے کے حاجت مند افراد کی حاجت روائی کے لیے اسلامی معاشی نظام میں بہترین حل موجود ہے اور وہ یہ کہ انہیں صاحبِ ثروت لوگوں سے ان کا وہ حق دلایا جائے جو شریعت نے ان کے لیے مختص کیا ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ○[1]

اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے○ مانگنے

(۱) المعارج، ۷۰:۲۴-۲۵

والے اور نہ مانگنے والے محتاج کاo

وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِo[1]

اور اُن کے اَموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھاo

اجتماعی سطح پر انفاق کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حکمرانِ وقت اُمراء سے یا بیت المال سے مال لے کر فقراء میں تقسیم کرا دے۔ حضرت عمر ﷺ نے غرباء و مساکین کے حصے مقرر کیے ہوئے تھے جو وہ بیت المال سے ادا کرتے تھے۔ ابو عبید القاسم بن سلام لکھتے ہیں:

فَكَانَ عُمَرُ ﷺ يُعْطِي كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كُلّ سَنَة ثَلاثَة آلاَف.[2]

حضرت عمر ﷺ ہر سال (غرباء میں سے) ہر ایک کو تین ہزار (کی مقرر کردہ) رقم دیتے تھے۔

یہ اجتماعی سطح پر اِنفاق کی بہترین مثال ہے۔ لہٰذا کسی بھی ملک کو معاشی لحاظ سے اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر انفاق کا عمل تسلسل سے جاری رکھنا ہوگا۔

سوال 132: اِنفاق فی المال کے معاشی ثمرات کیا ہیں؟

جواب: اِنفاق فی المال جہاں قربِ الٰہی، جذبہ ایثار، حصولِ تقویٰ، طہارت و

---

(۱) الذاریات، ۱۹:۵۱

(۲) أبو عبید، کتاب الأموال: ۳۱۰، رقم: ۶۰۹

پاکیزگی، خیر و برکت، عمر میں اضافہ اور مصائب سے نجات دلاتا ہے وہاں اس کے معاشی اثرات بھی بے حساب ہیں۔ اِنفاق فی المال کے چند معاشی ثمرات درج ذیل ہیں:

۱۔ امیر اور غریب کے درمیان خلیج کم ہو جاتی ہے۔

۲۔ امیر اور غریب کے درمیان کشمکش، نفرت، عناد اور فساد دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے حصول کی خاطر غرباء اور مساکین وغیرہ پر خرچ کرنے والا فضول خرچ نہیں کہلاتا۔

۴۔ انفاق فی المال کے ذریعے تقسیمِ دولت میں توازن اور نظم پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ اِحتکار (روز مرہ استعمال کی اشیاء کو جمع کر کے روکے رکھنا تاکہ نرخ بڑھنے کا انتظار کیا جائے) اور اِکتناز (وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے) کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

۶۔ بے روزگاری دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۷۔ حاجت مندوں کی کفالت کا بندوبست ہو جاتا ہے۔

۸۔ پیشہ ور گداگری، دوسروں پر بوجھ بننا اور معاشی جد و جہد سے اجتناب کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

۹۔ معیشت میں دولت کی گردش سے اشیاء اور خدمات میں اضافہ ہو جاتا ہے اور تجارت کے فروغ کی وجہ سے معاشی ترقی کا حصول آسان اور یقینی ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ جب نادار، ضرورت مند اور معاشی استحصال کے شکار افراد کو روزگار ملتا ہے تو نہ صرف مثبت معاشی نتائج سامنے آتے ہیں بلکہ معاشرہ میں بہت سی معاشرتی برائیاں یعنی چوری، ڈاکہ زنی، رہزنی، نفرت، حسد، قتل و غارت گری وغیرہ بھی ختم ہو جاتی ہیں اور ملک معاشی ترقی کی راہ پر گام زن ہوجاتا ہے۔

سوال 133: نمونۂ کمال کسے کہتے ہیں؟

جواب: نمونۂ کمال ایسے طرزِ عمل کو کہتے ہیں جو انسانی صورت میں جانچا گیا ہو؛ جسے دیکھا، سنا اور سمجھا جاسکے؛ جس میں مطلوبہ معیارِ عمل اپنے کمال کو پہنچا ہوا دکھائی دے اور پیکر محسوس ہونے کی بناء پر اس میں حصولِ کمال کے عمل کا مشاہدہ بھی کیا جاسکے تاکہ پیروی کرنے والا حصولِ نصب العین کی جد و جہد میں آغاز سے انجام تک اسے دیکھ کر اس کے نمونۂ حیات کو اپنا سکے۔

سوال 134: قرآن کی رُو سے کن ہستیوں کے طرزِ عمل کو نمونۂ کمال کا مصدر قرار دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے اُسوۂ و عمل کو نمونۂ کمال کا مصدر قرار دیا گیا

ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ لا عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ○[1]

ہمیں سیدھا راستہ دکھا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا○

انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر انعام یافتہ بندوں کی راہ کو بھی صراطِ مستقیم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی زندگیاں حیاتِ نبوی کے خصائص و فضائل کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کی پیروی بھی ہدایت کے نمونۂ کمال کی پیروی قرار پا گئی۔ ورنہ اصل نمونۂ کمال تو انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی سیرت و کردار ہے جو انسانیت کے لیے اَصلاً نمونۂ کمال کا درجہ رکھتی ہے اور اُسوۂ محمدی نمونۂ کمال کا ایسا پیکر اتم ہے جو ابد الآباد تک ہر زمان و مکاں میں بلا کم و کاست واجب الاتباع رہے گا۔

سوال 135: اُسوۂ محمدی کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟

جواب: اُسوۂ محمدی کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے کیونکہ احادیثِ مبارکہ اور کتبِ سیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) الفاتحة، ۱:۵-۷

نے اِنفاق فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی میں ایسا مقام دیا کہ اپنا سب کچھ مستحقین اور غرباء و سائلین میں تقسیم فرما دیتے یہاں تک کہ دوسرے کا فقر و فاقہ مٹانے کی خاطر اپنی ساری زندگی فقر و فاقہ میں گزار دی۔ اگر اپنے پاس ایک بھی لقمہ ہوا اور کسی کو کبھی حاجت مند پایا تو وہی لقمہ اسے دے دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ضرورت مند افراد کی مدد فرما کر اِنفاق فی سبیل اللہ کی جو عظیم مثال پیش کی اس کی نظیر پوری دنیائے انسانیت میں ابد الآباد تک نہیں مل سکتی۔

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيئًا قَطُّ، فَقَالَ: لَا. (۱)

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے جواب میں 'نہیں' فرمایا ہو۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. فَأَتٰى قَوْمَهُ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ! أَسْلِمُوا، فَوَاللهِ! إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ.

ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئًا قطّ فقال: لا، وَكثرة عطائه، ۴:۱۸۰۵، رقم: ۲۳۱۱

بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے وہ بکریاں عطا فرما دیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! اسلام لے آؤ، کیونکہ خدا کی قسم! بے شک محمد ﷺ خوب عطا فرماتے ہیں اور فقر سے نہیں ڈرتے۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا، پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوجاتا ہے۔(۱)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ رمضان میں جب حضرت جبرائیل امین ؑ کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوتی تو آپ ﷺ بہت زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے، حضرت جبرائیل امین ؑ کی ملاقات کے وقت آپ ﷺ کی سخاوت تیز ہوا کے جھونکے سے بھی بڑھ جاتی۔(۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئًا قطّ فقال: لا، وَکثرۃ عطائہ، ۴:۱۸۰۶، رقم:۲۳۱۲
۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷:۱۹، رقم:۱۲۹۶۷

(۲) بخاری الصحیح، کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبی یکون فی رمضان، ۲:۶۷۲، رقم:۱۸۰۳

وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ.(۱)

اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ تین راتیں مجھ پر اس حال میں نہ گزریں کہ اس مال میں سے کچھ بھی میرے پاس موجود ہو (یعنی سب کچھ بانٹ دوں) مگر صرف اتنا باقی رکھ لوں جس سے (اپنے ذمہ واجب الادا) قرض ادا کرسکوں۔

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ اِس قدر فیاض تھے اور اتنی سخاوت کیا کرتے تھے کہ اپنے اور اَہل خانہ کے لیے بھی کچھ نہ بچاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّهُ مَشٰى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا أَمْسٰى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ، وَلَا صَاعُ حَبٍّ – وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: ما يسرني أن عندي مثل أحد هذا ذهبا، ۵:۲۳۶۸، رقم:۶۰۸۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبة من لا يؤدی الزکاۃ، ۲:۶۸۷، رقم:۹۹۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۴۹، رقم:۸۵۷۹

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة، ۲:۷۲۹، رقم:۱۹۶۳

وہ جَو کی روٹی اور پرانی چیزیں لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس زرہ رہن رکھی ہوئی تھی اور اس سے اپنے اہل خانہ کے لیے جَو لیے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی شام ایسی نہیں آئی جبکہ محمد ﷺ کی آل کے پاس ایک صاع گندم یا کوئی اناج ہو- حالانکہ اُس وقت آپ ﷺ کی نَو اَزواجِ مطہرات تھیں۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا، حَتَّى قُبِضَ. (۱)

محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل نے آپ ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد متواتر تین دن بھی گندم (کی روٹی) سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ دنیا کو خیر باد کہہ دیا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب ما کان النبی ﷺ وأصحابه یأکلون، ۵:۲۰۶۷، رقم:۵۱۰۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، ۴:۲۲۸۱-۲۲۸۲، رقم:۲۹۷۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۲، رقم:۲۴۱۹۷

سوال 136: سیرتِ اَہلِ بیتِ اَطہار ﷺ کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟

جواب: اَہلِ بیتِ اَطہار اُسوۂ نبوی کی اتباع میں اپنی ساری دولت اور کمائی ہمیشہ دوسروں پر خرچ کرتے اور اپنے گھر کو فقر و فاقہ کی زینت سے نوازے رکھتے۔ اَہلِ بیتِ اَطہار کا گھرانہ انفاق فی سبیل اللہ، احسان اور فقر اختیاری میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نظیر نہیں رکھتا۔

۱۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی تھیں:

إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ، إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ. (۱)

ہمارا محمد ﷺ کی آل کا یہ حال تھا کہ ہم ایک ماہ تک ٹھہرے رہتے تھے اور آگ نہیں جلاتے تھے (یعنی ایک ایک مہینہ گزر جاتا کہ گھر میں آگ تک نہ جلتی)، ہم صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عروہ بن زبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے جو بھی چیز

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقائق، ۴:۲۲۸۲، رقم:۲۹۷۰
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ۴:۶۴۵، رقم:۲۴۷۱
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب معیشة آل محمد ﷺ، ۲:۱۳۸۸، رقم:۴۱۴۴

آتی وہ اسے اپنے پاس نہ روکے رکھتیں بلکہ اُسی وقت (کھڑے کھڑے) صدقہ فرما دیتیں۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دس غلام بھیجے گئے تو انہوں نے اُسی وقت اُنہیں آزاد کر دیا، حتی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس غلام آئے تو اُنہوں نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔[1]

۳۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت اَسماء رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر سخاوت کرنے والی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔ دونوں کی سخاوت میں فرق یہ تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اشیاء جمع فرماتی رہتیں اور اکٹھی کر کے تقسیم فرماتی تھیں جب کہ ان کی بہن سیدہ اَسماء رضی اللہ عنہا اپنے پاس کچھ نہ رکھتیں بلکہ فوری طور پر تقسیم فرما دیتی تھیں۔[2]

۴۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. قَالَتْ: فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا. قَالَتْ: فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ.[3]

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، ۳:۱۲۹۱، رقم:۳۳۱۴

(۲) بخاری، الأدب المفرد:۱۰۶، رقم:۲۸۰

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل زینب أم المؤمنین، ۴:۱۹۰۷، رقم:۲۴۵۲

تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ (زوجہ) لاحق ہوگی جس کے ہاتھ تم سب میں سے زیادہ لمبے ہوں گے۔ سیدہ عائشہ ﷺ کہتی ہیں: پھر ہم سب اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں، لیکن سب سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت زینب ﷺ کے تھے، کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔

یہی روایت 'صحیح بخاری' میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ سیدہ عائشہ ﷺ روایت کرتی ہیں:

إِنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟ قَالَ ﷺ: أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.[1]

بعض اَزواجِ مطہرات نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے۔ پس انہوں نے چھڑی کے ذریعے ہاتھ ماپنا شروع کر دیے تو سیدہ سودہ ﷺ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ لیکن بعد میں ہم نے جان لیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد زیادہ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقة الشحیح الصحیح، ۲:۵۱۵، رقم:۱۳۵۴

صدقہ کرنا تھا اور وہی زوجہ محترمہ سب سے پہلے آپ ﷺ سے جاملیں جو زیادہ صدقہ کرنا پسند کرتی تھیں۔

۵۔ ایک مرتبہ حسنین کریمین علیہما السلام بیمار ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ رضی اللہ عنہا نے ان کی صحت کے لیے تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا فرمائی۔ اب ان کی وفا کا وقت آیا تو تینوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین صاع جَو لے آئے اور سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک ایک صاع جَو تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور کھانا سامنے رکھا گیا تو پہلے روز مسکین، دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز ایک قیدی آ گیا۔ سب نے تینوں دن کھانا سائلین کو دے دیا اور ہر روز پانی سے افطار کرکے اگلے دن روزہ رکھ لیا۔ روزے کی حالت میں تین دن کا فاقہ ایسا مثالی نمونۂ اِیثار و اِنفاق اور اِحسان تھا کہ قدرت نے اسے معیاری عمل کے طور پر قرآن حکیم میں قلم بند کر دیا اور ارشاد فرمایا:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا○ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا○[1]

(یہ بندگانِ خاص وہ ہیں) جو (اپنی) نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی خوب پھیل جانے والی ہے○ اور

(۱) الدھر، ۷۶:۷-۱۰

(اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیںo (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیںo ہمیں تو اپنے ربّ سے اُس دن کا خوف رہتا ہے جو (چہروں کو) نہایت سیاہ (اور) بدنما کر دینے والا ہےo[1]

۶۔ حضرت علی ﷺ کے ایثار و اِنفاق کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی صاحبِ نصاب نہ ہوسکے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔

۷۔ صدقہ و خیرات اور فیاضی امام حسن ﷺ کا خاندانی وصف تھا لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اور مال و متاع لٹاتے تھے اس کی مثالیں کم ملیں گی۔ آپ نہ صرف فیاض تھے بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک روٹی لیے ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے۔ اسی طریق سے آدھی روٹی کتے کو کھلا دی۔ آپ ﷺ نے غلام سے پوچھا کہ کتے کو دھتکار کیوں نہ دیا! اس نے کہا: میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا۔ پھر پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: آبان بن عثمان کا غلام

---

(۱) ۱۔ ثعلبی، الکشف والبیان، ۱۰:۹۸-۱۰۱
۲۔ بغوی، معالم التنزیل، ۴:۴۲۸
۳۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۹:۱۳۱

ہوں۔ پوچھا: باغ کس کا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان ہی کا ہے۔ فرمایا: جب تک میں لوٹ نہ آؤں تم کہیں نہ جانا۔ یہ کہہ کر اسی وقت آبان کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں خرید کر واپس آئے۔ غلام سے کہا: میں نے تم کو خرید لیا۔ وہ تعظیماً کھڑا ہوگیا اور عرض کی: مولائی! میں خدا، رسول ﷺ اور آقا کی خدمت گزاری کے لیے حاضر ہوں، جو حکم ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے باغ بھی خرید لیا، تم خدا کی راہ میں آزاد ہو اور باغ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ غلام پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اس نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے، میں اسی کی راہ میں یہ باغ دیتا ہوں۔[1]

۸۔ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی رقم فقراء و مساکین کے لیے جمع کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ لوگ سمجھے کہ صلائے عام ہے اس لیے جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ آدمیوں کی یہ بھیڑ دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ رقم صرف فقراء و مساکین کے لیے ہے۔ اس اعلان پر تقریبا آدھے آدمی چھٹ گئے اور سب سے پہلے اشعث بن قیس نے حصہ پایا۔[2]

۹۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا عالم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مالی اعتبار سے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی، اسی فیاضی سے آپ رضی اللہ عنہ اس کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱۳:۲۴۶
(۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱۳:۲۴۶

ﷺ اللہ کی راہ میں کثرت سے صدقہ و خیرات کرتے تھے، کوئی سائل کبھی آپ ﷺ کے دروازے سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا، ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں گھومتا ہوا درِ دولت پر پہنچا، اس وقت آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے، سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت خادم کو آواز دی۔ خادم حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے؟ خادم نے جواب دیا۔ آپ نے دوسو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لیے دیے تھے، وہ ابھی تقسیم نہیں کیے گئے۔ فرمایا: وہ لے آؤ، اہل بیت سے زیادہ مستحق شخص آ گیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دوسو کی تھیلی منگوا کر سائل کے حوالے کر دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے اس لیے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔[1]

اَہل بیتِ اَطہار کے اس عمل میں مزید لطف کا پہلو یہ تھا کہ وہ اس ایثار پر کسی قسم کی شکر گزاری کے خواہش مند بھی نہ تھے بلکہ اسے اپنی آخرت سنوارنے کے لیے ضروری تقاضا قرار دیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو انفاق و احسان اس جذبے سے کیا جائے وہی 'معیاری' بھی ہے اور 'مقبول' بھی۔

سوال 137: سیرتِ صحابہ کرام ﷺ کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال کیا ہے؟

جواب: صحابہ کرام ﷺ وہ عظیم شخصیات ہیں جو براہِ راست فیضانِ نبوت سے

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱۴:۱۸۵

مستفید ہوئیں اور اپنی زندگیاں حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع و تقلید میں بسر کیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھی اُمتِ مسلمہ کے لیے 'نمونۂ کمال' اور بہترین نمونۂ عمل کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کی زندگیوں کو نمونۂ کمال قرار دیتے ہوئے اسوۂ صحابہ کے نمایاں پہلو کی نشان دہی قرآن حکیم میں اس انداز میں کی گئی:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○[1]

(یہ مال اُن انصار کے لیے بھی ہے) جنہوں نے اُن (مہاجرین) سے پہلے ہی شہرِ (مدینہ) اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔ یہ لوگ اُن سے محبت کرتے ہیں جو اِن کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اور یہ اپنے سینوں میں اُس (مال) کی نسبت کوئی طلب (یا تنگی) نہیں پاتے جو اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بُخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی با مراد و کامیاب ہیں○

سیرتِ صحابہ کرام ﷺ کی روشنی میں اِنفاق فی سبیل اللہ کا نمونۂ کمال یہ ہے کہ اَصحابِ رسول ﷺ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنی ذاتی ضروریات پر

(۱) الحشر، ۹:۵۹

ترجیح دیتے اور جس قدر ہوسکتا ایثار و انفاق کا طرزِ عمل اختیار کرتے۔ احادیث مبارکہ اور کتب تاریخ و سیر اس حقیقت کی تائید کرتی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جس قدر ایثار و انفاق کا عملی نمونہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے پیش کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

جس روز حضرت ابوبکر صدیق ﷺ ایمان لائے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، پس انہوں نے اپنی ساری دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دی۔ (۱)

گویا اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے مشن اور اس کی تکمیلی جد و جہد سے اتنی والہانہ محبت اور لگن پیدا ہوگئی کہ انہوں نے اسی راہ اور مشن کو اپنی ساری دولت کا واحد مصرف سمجھا۔

سیدنا فاروق اعظم ﷺ کی شخصیت بھی اسی طرح پیکرِ ایثار و احسان تھی۔ حضرت زید بن اسلم ﷺ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ﷺ نے مجھ سے حضرت عمر ﷺ کے بعض حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے حضرت عمر بن خطاب ﷺ جیسا نیک اور سخی انسان نہیں دیکھا، گویا یہ خوبیاں تو ان کی ذات پر ختم ہوگئی تھیں۔ (۲)

---

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۳۰:۶۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب، ۳:۱۳۴۸، رقم:۳۴۸۴

آپ کے ایثار و احسان کا یہ جذبہ تختِ خلافت پر متمکن ہونے پر بھی اسی طرح قائم و دائم رہا۔ آپ ؓ کا یہ ارشاد اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے:

لو ماتت شاة (وفی روایة: عناقا) علی شاطئ الفرات ضائعة، لظنت أن الله سائلی عنها یوم القیامة. (۱)

اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری (دوسری روایت کے مطابق بکری کا بچہ) بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلبی فرمائے گا۔

آپ ؓ کے رگ و ریشے میں دراصل وہی جذبہ ایثار و انفاق موجزن تھا جو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے نمونۂ کمال نے تمام صحابہ و اہل بیت کو عطا کیا تھا۔ زندگی کا یہ رنگ صرف آپ ؓ کی ذات تک ہی محصور نہ رہا تھا بلکہ آپ ؓ کے اہل خانہ بھی عمل احسان و انفاق کے آئینہ دار بن گئے تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ ؓ کے معمول سے ہوتا ہے۔ نافع روایت کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ ؓ لَا يَأْكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهٗ. (۲)

---

(۱) ابن جوزی، مناقب عمر بن خطاب ؓ: ۱۶۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب المؤمن یأکل فی معی واحد، ۵: ۲۰۶۱، رقم: ۵۰۷۸

حضرت (عبد اللہ) بن عمر ؓ اُس وقت تک کھانا نہیں کھایا کرتے تھے جب تک کسی غریب کو لا کر اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے۔

سیدنا عثمان غنی ؓ کا شیوہ زندگی بھی کسی سے مخفی نہیں۔ آپ ؓ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کے کنویں خرید کر وقف کیے، مسجد کے لیے قطعہ زمین خریدا، اسلامی فوج کو اس کی ضروریات اور ساز و سامان مہیا کیا، بے شمار غلاموں کو آزادی کی نعمت دلائی۔ آپ نے صحابہ کرام ؓ کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے اپنی بے پناہ دولت صرف کی۔ قحط اور تنگی کے ایّام میں باہر سے گندم خرید کر اہلِ مدینہ میں مفت تقسیم فرمائی اور ہر موقع پر حکم رسول ﷺ کی تعمیل میں احسان و انفاق کی وہ مثالیں پیش کیں جو ہمیشہ دنیائے انسانیت کے لیے نمونۂ عمل رہیں گی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن خباب ؓ فرماتے ہیں: میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ ﷺ جیش عسرہ کے متعلق لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سو اونٹ مع ساز و سامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت عثمان ؓ پھر اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو سو اونٹ مع ساز و سامان اور غلہ کے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پھر ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان ؓ تیسری بار کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ذمہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ

حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر سے اترے اور فرمایا: اس عمل کے بعد عثمان جو کچھ بھی آئندہ کرے گا اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت کے فیضان سے جو کوئی جس قدر مستفید ہوا تھا وہ اسی قدر ایثار اور انفاق و احسان کا پیکر بن گیا تھا۔ صحابہ کرام ﷺ کی زندگیوں کا یہ شعار حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے عملی نمونۂ کمال کی تاثیر کی شہادت تھا۔ یہ صحابہ کرام ﷺ کا عمل اور اُسوۂ حیات تھا جس کے باعث ان کا نمونۂ زندگی عالم انسانیت کے لیے معیارِ عمل قرار پا گیا۔ ان کے اس ایثار نے نہ صرف ان کو رضائے الٰہی کے حصول میں کامیاب و کامران کیا بلکہ قیامت تک ان کے اس طرزِ عمل کی پیروی کرنے والے بھی اپنے نصب العین میں کامیاب ہوں گے۔

سوال 138: سخی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اُس کی راہ میں بے دریغ مال خرچ کرنے والے کو سخی کہتے ہیں۔ حضرت قیس بن سلع اَنصاری ﷺ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ إِخْوَتَهُ شَكَوْهُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنَّهُ يُبَذِّرُ مَالَهُ وَيَنْبَسِطُ فِيهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا قَيْسُ، مَا شَأْنُ إِخْوَتِکَ يَشْكُونَکَ؟ يَزْعَمُوْنَ أَنَّکَ تُبَذِّرُ مَالَکَ وَتَنْبَسِطُ

(۱) ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان بن عفان ﷺ، ۵:۶۲۵، رقم:۳۷۰۰

فِيْهِ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي آخُذُ نَصِيْبِي مِنَ التَّمْرَةِ فَأُنْفِقُهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَعَلٰى مَنْ صَحِبَنِي، قَالَ: فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَدْرَهُ، فَقَالَ: أَنْفِقْ يُنْفِقِ اللهُ عَلَيْكَ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ خَرَجْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَمَعِيَ رَاحِلَةٌ، وَقَالَ: أَنَا أَكْثَرُ أَهْلِ بَيْتِي الْيَومَ وَأَيْسَرُهُ.(۱)

اس کے بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی شکایت کی، انہوں نے کہا: یہ اپنا مال فضول خرچ کر دیتا ہے اور اس میں خوش رہتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے استفسار کیا: قیس! کیا بات ہے؟ تیرے بھائی تیرے بارے میں شکایت کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ تو فضول خرچی کرتا ہے اور اس میں خوشی محسوس کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پیداوار میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور اپنے دوستوں پر خرچ کر دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: تو خرچ کرتا رہ، اللہ تعالیٰ تجھ پر خرچ کرتا رہے گا۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد جب میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا تو حالت یہ تھی کہ میرے پاس ایک سواری تھی اور آج میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ مال و دولت والا اور خوش حال ہوں۔

---

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۸:۲۴۶-۲۴۷، رقم:۸۵۳۶

سوال 139: سخی کے لیے کیا خوش خبری ہے؟

جواب: سخی کے لیے بے پناہ رزق اور جنت کی خوش خبری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

السخاء جنت میں ایک درخت ہے۔ پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑے گا جس کے ذریعے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔[1]

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اللهُ ﷻ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ. وَقَالَ: يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ.[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھے مال دوں

---

(۱) بیہقی، شعب الایمان، ۷:۴۳۵، رقم:۱۰۸۷۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: وعرشه على الماء، ۴:۱۷۲۴، رقم:۴۴۰۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف، ۲:۶۹۰، رقم:۹۹۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۱۳، ۵۰۰، رقم:۸۱۲۵، ۱۰۵۰۷،

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، ۱:۷۱، رقم:۱۹۷

گا۔ اور فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، رات دن خرچ کرنے سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب سے آسمان اور زمین کی پیدائش ہوئی اُس وقت سے کتنا اُس نے لوگوں کو دیا لیکن اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

سوال ۱۴۰: قناعت کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: قناعت کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ هُدِيَ إِلَى الإِسْلَامِ، وَرُزِقَ الْكَفَافَ وَقَنَعَ بِهِ. (۱)

وہ شخص کامیاب ہوگیا جسے اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی ہو، تھوڑی روزی ملی ہو اور وہ اس پر قناعت کرتا ہو۔

ایک بار حضرت موسیٰ ﷺ نے عرض کیا: اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تونگر کون ہے؟ ارشاد فرمایا:

أقنعهم بما أعطيته. (۲)

وہ شخص جسے میں نے عطا کیا اور اس نے ان سب سے بڑھ کر اس پر قناعت اِختیار کی۔

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب القناعة، ۴:۴۸۳، رقم:۴۱۳۸

(۲) ابن السني، كتاب القناعة، باب أقنع الناس هم أغنى الناس۔

حضرت ذو النون مصری فرماتے ہیں:

جو قناعت اختیار کرتا ہے وہ اپنے زمانے والوں سے آرام پاتا ہے اور اپنے ہاتھوں پر غالب رہتا ہے۔[1]

یاد رکھیے! قناعت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مسابقت اور جد و جہد اور آگے بڑھنے کی لگن ترک کر دی جائے بلکہ اسلام اور اس کے احکام کی اشاعت وتبلیغ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک وقوم کی تعمیر و ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دھن عینِ اسلام ہے۔ البتہ ذاتی عیش وعشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن اور مزاجِ اسلام کے خلاف ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے جس طرح زندگیاں بسر کی ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب و روز سادگی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتے لیکن وہ ہمیشہ متحرک رہتے اور دعوت وتبلیغِ دین کی جد و جہد میں مصروف نظر آتے۔

سوال 141: بخیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: مال جمع کر کے روکے رکھنے اور اللہ کی راہ میں اپنے سرمایہ و دولت کو خرچ نہ کرنے والے کو بخیل کہتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) قشیری، الرسالۃ: ۱۶۱

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ، وَسُوءُ الْخُلُقِ.(۱)

کسی مومن میں یہ دو عادتیں جمع نہیں ہوسکتیں: بخل اور بد اَخلاقی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا:

أَنْفِقِي، وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ.(۲)

خرچ کرو اور گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن کر دے گا، اور ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اپنا ہاتھ روک لے گا۔

حضرت حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في البخل، ۴:۳۴۳، رقم:۱۹۶۲

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۲:۴۹۰، رقم:۳۲۸

۳۔ طيالسي، المسند، ۱:۲۹۳، رقم:۲۲۰۸

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷:۴۲۳، رقم:۱۰۸۳۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الهبة وفضلها، باب هبة المرأة لغير زوجها وعتقها إذا كان لها زوج فهو جائز إذا لم تكن سفيهة، فإذا كانت سفيهة لم يجز قال الله تعالى: ولا تؤتوا السفهاء أموالكم، ۲:۹۱۵، رقم:۲۴۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكوة، باب الحث في الإنفاق وكراهة الإحصاء، ۲:۷۱۳، رقم:۱۰۲۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۳۴۵، رقم:۲۶۹۶۷

ایک حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا ابْنَ آدَمَ، أَوْدِعْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِي، وَلَا حَرَقَ وَلَا غَرَقَ وَلَا سَرَقَ أَوْتِيْكَهُ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ.(۱)

اے ابن آدم! اپنے خزانے میں سے کچھ نکال کر میرے پاس ودیعت کر۔ وہ نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا اور نہ چوری ہوگا، جب تجھے اس کی سخت ضرورت ہوگی تو میں تجھے یہ واپس لوٹا دوں گا۔

سوال 142: بخیل کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب: قرآن وحدیث کی رُو سے بخیل کے لیے اس کے مال ہلاک ہونے کی وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰىo وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰىo فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىo وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰىo(۲)

اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پروا رہاo اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایاo تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لیے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۲۲۱، رقم:۲۳۴۲
۲۔ ھندی، کنز العمال، ۶:۱۵۱، رقم:۱۶۰۲۱

(۲) الیل، ۹۲:۸-۱۱

ٹھہرے)○ اور اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا○

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا. (۱)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں لوگ صبح کریں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے (بخیل) کو (مال کی) بربادی عطا فرما۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی: فأما من أعطی واتقی وصدّق بالحسنی فسنیسرہ للیسری، ۲:۵۲۲، رقم:۱۳۷۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب في المنفق والممسك، ۲:۷۰۰، رقم:۱۰۱۰

مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ، عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا: فَأَمَّا الْمُنْفِقُ، فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ، أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ، حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ. وَأَمَّا الْبَخِيلُ: فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ.(۱)

بخیل اور مال خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی ہے جن (کے جسموں) پر چھاتی سے حلق تک لوہے کے جبے (زرہیں) ہوں، خرچ کرنے والا جب مال خرچ کرتا ہے تو جبہ وسیع ہو کر اس کے جسم پر پھیل جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی انگلیوں اور نشانیوں کو بھی چھپا لیتا ہے اور بخیل جب کچھ خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔ وہ اسے کھولنا چاہتا ہے لیکن کھول نہیں سکتا۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ، وَلَا مَنَّانٌ، وَلَا بَخِيلٌ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب مثل المتصدق و البخیل، ۲:۵۲۳، رقم:۱۳۷۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب مثل المنفق والبخیل، ۲:۷۰۸، رقم:۱۰۲۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۷، رقم:۳۲

مکار، اِحسان جتانے والا اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

۴۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ.[1]

باہر سے (تجارت کی غرض سے) مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور مال کو مہنگا بیچنے کی غرض سے روک لینے والا ملعون ہے۔

..... ۲۔ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في البخيل، ۴:۳۴۳، رقم:۱۹۶۳

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱:۹۵، رقم:۹۵

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب التجارت، باب الحُكرة والجلب، ۳:۱۱-۱۲، رقم:۲۱۵۳

5. فضائلِ صدقات و خیرات

سوال 143: صدقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدقہ 'خیرات' کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غریب لوگوں کو دیا جائے۔[1]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

> صدقہ وہ مال ہے جس کا ادا کرنا واجب نہ ہو بلکہ خیرات دینے والا اس سے قربِ الٰہی کا قصد کرے۔[2]

گویا صدقہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد وہ زائد مال و دولت ہے جسے مستحقین کے درمیان اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو، ان کی تخلیقی جد و جہد بحال ہو اور وہ معاشرے کی ترقی میں مطلوبہ کردار بحسن و خوبی سرانجام دے سکیں۔

سوال 144: صدقہ و خیرات کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: اللہ کی راہ میں مال صدقہ و خیرات کرنا انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں کیونکہ مال و جان سب کچھ اُسی خالق و مالک کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر یہ احسان کیا کہ اس مال کو وصول کرکے کئی گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰:۱۹۶

(۲) راغب اصفہانی، مفردات ألفاظ القرآن:۴۸۰

اور بعض کو بے حساب بھی دیتا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں صدقہ و خیرات کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، بلکہ اِسے اللہ اور اُس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس اٹل اور ناقابلِ تردید حقیقت کو قرآن حکیم نے ایک شاندار مثال کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ م بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (۱)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو (ایمان و اطاعت پر) مضبوط کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ ملے تو (اسے) شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ہو، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

قرآن حکیم نے اسی تصور کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ط اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ط

(۱) البقرة، ۲:۲۶۵

سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○[1]

اور بادیہ نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول (ﷺ) کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بے شک وہ ان کے لیے باعث قربِ الٰہی ہے، جلد ہی اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرما دے گا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے○ اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے○

پہلی آیت نے انفاق کے وجوب کو قرب و رضاے اِلٰہی اور قرب و رضاے رسول ﷺ کا باعث قرار دیا ہے تو دوسری آیت نے اس عمل کو اِحسان

(۱) التوبۃ، ۹:۹۹-۱۰۰

کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے رضاے اِلٰہی کی حقیقی اساس قرار دیا ہے۔

اِسی طرح کثیر احادیث مبارکہ میں صدقہ و خیرات کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں چند احادیث مبارکہ درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.(۱)

صدقہ مال میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا، بندے کے معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ ہی بلند فرماتا ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۴:۲۰۰۱، رقم:۲۵۸۸

۲۔ دارمی، السنن، كتاب الزكاة، باب في فضل الصدقة، ۱:۴۸۶، رقم:۱۶۷۶

۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴:۹۷، رقم:۲۴۳۸

۴۔ أبويعلى، المسند، ۱۱:۳۴۴، رقم:۶۴۵۸

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِيءُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَتَدْفَعُ عَنْ مِيْتَةِ السُّوْءِ.[1]

بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

اسی موضوع سے متعلقہ امام طبرانی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ صَدَقَةَ الْمُسْلِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ، وَتَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوءِ، وَيُذْهِبُ اللهُ بِهَا الْكِبْرَ وَالْفَخْرَ.[2]

کثیر بن عبد اللہ المزنی اپنے والد گرامی کے واسطہ سے اپنے جد امجد (حضرت عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے، بری موت کو روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تکبر وفخر کو ختم کر دیتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في فضل الصَّدَقَةِ، ۳:۵۲، رقم:۶۶۴

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۰۳، رقم:۳۳۰۹

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۲۱۳، رقم:۳۳۵۱

۴۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۵:۲۱۸، رقم:۱۸۹۷

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷:۲۲، رقم:۳۱

۳۔ حضرت رافع بن خدیج ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ السُّوْءِ.[1]

صدقہ برائی اور بدبختی کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

۴۔ حضرت عقبہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ.[2]

صدقہ اہلِ قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے تلے ہوگا۔

۵۔ حضرت میمونہ بنت سعد ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں صدقہ کے متعلق بتائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهَا حِجَابٌ مِنَ النَّارِ، لِمَنِ احْتَسَبَهَا يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى.[3]

جو شخص ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے صدقہ کرتا ہے اس کے لیے یہ نار جہنم سے رکاوٹ ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات کرنے کی بہت

---

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۲۷۴، رقم:۴۴۰۲

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷:۲۸۶، رقم:۷۸۷

(۳) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۳۵، رقم:۳۴۴۹

زیادہ فضیلت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و قرب نصیب ہوتا ہے اور یہ عمر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اس سے نہ صرف مصائب و آلام اور بلائیں دور ہوتی ہیں بلکہ اَہلِ قبور بھی صدقے کی برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

سوال 145: کیا صدقہ و خیرات ہر مسلمان پر لازم ہے؟

جواب: جی ہاں! صدقہ و خیرات ہر مسلمان پر لازم ہے، البتہ اس کی نوعیت میں فرق ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر شخص مال و دولت ہی خرچ کرے تو وہ صدقہ و خیرات کا ثواب پا سکے گا بلکہ صدقہ و خیرات میں بہت وسیع مفہوم پایا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ.

ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یَا نَبِيَّ اللهِ! فَمَنْ لَمْ یَجِدْ؟

یا نبی اللہ! جس میں اِستطاعت ہی نہ ہو (تو وہ کیا کرے)؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

یَعْمَلُ بِیَدِهٖ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَیَتَصَدَّقُ.

تو اپنے ہاتھ سے کام کر کے خود نفع حاصل کرے اور صدقہ بھی دے۔

صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا:

فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟

اگر یہ نہ کر سکے تو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ.

مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔

صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا:

فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟

اگر یہ بھی نہ کر سکے تو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ.[1]

نیکی کے کام کرے اور برے کاموں سے رُکے تو اس کے لیے یہی صدقہ ہوگا۔

پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ جس صورت میں بھی صدقہ کرنے کی استطاعت رکھے، حتی المقدور صدقہ کرے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب علی کل مسلم صدقۃ، ۲:۵۲۴، رقم:۱۳۷۶

سوال 146: صدقہ و خیرات پوشیدہ طور پر کرنا چاہیے یا ظاہری طور پر؟

جواب: صدقہ و خیرات پوشیدہ کیا جائے یا ظاہراً دونوں صورتیں جائز ہے اور یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○[1]

اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے (اس سے دوسروں کو ترغیب ہوگی) اور اگر تم انہیں مخفی رکھو اور وہ محتاجوں کو پہنچا دو تو یہ تمہارے لیے (اور) بہتر ہے، اور اللہ (اس خیرات کی وجہ سے) تمہارے کچھ گناہوں کو تم سے دور فرما دے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفل صدقہ میں خفیہ صدقہ کو اعلانیہ صدقہ پر ستر (70) درجہ فضیلت دی ہے جب کہ واجب صدقہ (یعنی زکوٰۃ اور فطرانہ وغیرہ) میں خفیہ ادائیگی کو اِعلانیہ ادائیگی پر پندرہ گنا زیادہ فضیلت دی ہے۔[2]

---

(۱) البقرة، ۲:۲۷۱

(۲) ۱۔ مکی بن أبی طالب المقری، تفسیر الهدایة إلی بلوغ النهایة، ۲:۸۹۹

۲۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳:۳۳۲

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سِرٌّ إِلٰى فَقِيْرٍ، وَجُهْدٌ مِنْ مُقِلٍّ. (۱)

کسی تنگ دست کو خفیہ صدقہ دینا اور مفلوک الحال آدمی کے خون پسینے کی کمائی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، تُوبُوْا إِلَى اللهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَبَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوْا، وَصِلُوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، تُرْزَقُوْا، وَتُنْصَرُوْا، وَتُجْبَرُوْا. (۲)

اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر لو، اور (موت کی سختی میں) مشغول کر دیے جانے سے قبل اعمال صالحہ میں جلدی کر لو۔ کثرتِ ذکر سے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق پیدا کرو،

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۶۵، رقم:۲۲۶۴۴

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸:۲۱۷، رقم:۷۸۷۱

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸:۲۲۶، رقم:۷۸۹۱

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، باب في فرض الجمعة، ۱:۳۴۳، رقم:۱۰۸۱

اسی طرح ظاہر و باہر اور پوشیدہ طور پر صدقہ کرو تو تمہیں رزق بھی دیا جائے گا اور تمہاری مدد بھی کی جائے گی۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ، فَخَلَقَ الْجِبَالَ، فَعَادَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ، فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ. قَالُوْا: يَا رَبِّ، هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ؟ قَالَ: نَعَمْ! الْحَدِيدُ. قَالُوْا: يَا رَب! فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ؟ قَالَ: نَعَمْ! النَّارُ. فَقَالُوْا: يَا رَبِّ، فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: نَعَمْ! اَلْمَاءُ. قَالُوْا: يَا رَبِّ، فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ! اَلرِّيْحُ. قَالُوْا: يَا رَبِّ، فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيحِ؟ قَالَ: نَعَمْ! ابْنُ آدَمَ، تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ.[1]

جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی تو وہ ہلنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۴، رقم:۱۲۲۷۵
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب، ۹۵، ۵:۴۵۴، رقم: ۳۳۶۹
۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۶۵، رقم:۱۲۱۵
۴۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۳:۴۲۳، رقم:۵۲۹۸

پہاڑ پیدا کیے اور انہیں زمین پر رکھ دیا چنانچہ وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں کو پہاڑوں کی شدت اور قوت پر تعجب ہوا، انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! تیری مخلوق میں پہاڑوں سے بھی طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! لوہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رب! تیری مخلوق میں لوہے سے بھی زیادہ طاقت والی کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! آگ ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا: اے پروردگار! تیری مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ طاقت والی کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! پانی ہے۔ پھر عرض کیا: اے رب! تیری مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا ہے۔ پوچھا: ہوا سے بھی زیادہ سخت کوئی مخلوق ہے؟ فرمایا: ہاں انسان ہے۔ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

نفلی صدقہ خفیہ طور پر ادا کرنا افضل ہے، البتہ کسی دینی مصلحت کے پیش نظر یا دوسروں کو مہمیز وترغیب دینے کی خاطر اس کا اعلان کرنا افضل ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ امر ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ اس اعلان میں ریاکاری نہ آنے پائے۔ کیونکہ اگر شہرت اور ریاکاری مقصود ہے تو نیکی برباد اور گناہ لازم ہے۔ لہٰذا صدقہ - خواہ فرض ہو یا نفل - جب صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے ریاکاری سے مبرا ہوکر اللہ کے لیے دیا جائے تو ظاہر ہو یا اِعلانیہ، دونوں بہتر ہیں۔ تاہم صدقہ کا ظاہر کردینا افضل ہے اور نفل کا چھپا کر ادا کرنا بہتر ہے۔

سوال 147: اَہل وعیال اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: احادیثِ مبارکہ میں اہل وعیال پر صدقہ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے، بلکہ دوسروں کی نسبت اہل وعیال پر صدقہ کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلٰى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ.(۱)

ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے غلام کی آزادی کے لیے خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کیا؛ ان میں سب سے زیادہ اجر اُس دینار پر

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک وإثم من ضیعھم أو حبس نفقتھم عنھم، ۲:۶۹۲، رقم:۹۹۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۷۶، رقم:۱۰۱۷۷

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹:۳۹، رقم:۹۰۷۹

۴۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲:۲۲۲، رقم:۳۰۷۹

ملے گا جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کیا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

جُهْدُ الْمُقِلِّ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.(۱)

تنگ دست کے خون پسینے کی کمائی کا صدقہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس سے شروع کر جس کی کفالت تیرے ذمہ ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں:

أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، عِنْدِي دِيْنَارٌ. قَالَ: فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِكَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِكَ، أَوْ زَوْجِكَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: تَصَدَّقْ عَلٰى خَادِمِكَ: قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: أَنْتَ أَبْصَرُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۸، رقم:۸۶۸۷

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلك، ۲:۱۲۹، رقم:۱۶۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۸:۱۳۴، رقم:۳۳۴۶

۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴:۱۰۲، رقم:۲۴۵۱

۵۔ حاكم، المستدرك، ۱:۵۷۴، رقم:۱۵۰۹

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، ۲:۱۳۲، رقم:۱۶۹۱

حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے اوپر خرچ کر لو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کر لو۔ عرض کیا: میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔ عرض کیا: میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کرو۔ عرض کیا: میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا: جس کے لیے تم مناسب سمجھو (اس پر خرچ کرو)۔

۴۔ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ.(۱)

..... ۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب تفسیر لك، ۵:۶۲، رقم:۲۵۳۵

۳۔ حاکم، المستدرك، ۱:۵۸۵، رقم:۱۵۱۴

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۲۶، رقم:۳۳۳۷

۵۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱:۷۸، رقم:۱۹۷

۶۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸:۲۳۷، رقم:۸۵۰۸

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة علی مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَلَى ذِي الْقَرَابَةِ، ۵:۹۲، رقم:۲۵۸۲

کسی حاجت مند کو صدقہ دینا (صرف) ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دو صدقات (کے برابر) ہے: ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ اَخلاقی مرض بہت عام ہے کہ دوسرے غیر لوگوں پر تو بہت زیادہ نوازشات کی جاتی ہیں اور ان پر کثرت سے صدقہ و خیرات بھی کیا جاتا ہے لیکن اپنے غریب اور مستحق رشتہ داروں کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کی وجوہات بھی کوئی ٹھوس نہیں ہوتیں بلکہ اکثر اوقات بدظنی و بدگمانی اور انا پرستی ہی اس بے اعتنائی و بے توجہی کا سبب بنتی ہیں۔ مثال کے طور پر غریب رشتہ دار نے صاحبِ ثروت رشتہ دار کے خلافِ منشا کوئی بات کر دی، اُس سے اختلافِ رائے کر لیا یا بالفرض اُس امیر رشتہ دار کے بارے میں کوئی بات ہی کر دی تو صاحبِ ثروت رشتہ دار دل میں رنجش پال لیتا ہے اور اپنے اس غریب رشتہ دار کی مدد کرنا اپنے اوپر حرام کر کے دوہرے اجر و ثواب کے باعث عمل خیر سے رک جاتا ہے۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم صدقہ و خیرات اس پر کریں گے جس سے ہم خود راضی ہوں گے نہ کہ جس پر خرچ کرنے کا حکم ہمیں اسلام دیتا ہے۔ گویا ہم صدقہ و خیرات کر کے غریب کو

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ۱:۵۹۱، رقم:۱۸۴۴

۳۔ حاكم، المستدرك، ۱:۵۶۴، رقم:۱۴۷۶

۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۸:۱۳۲، رقم:۳۳۴۴

اپنا نیاز مند اور احسان مند بنانا چاہتے ہیں نہ کہ کما حقہٗ اَحکامِ اِلٰہی پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے جو غریب رشتہ دار ہمارے ذاتی معیار پر پورا نہیں اترتا، ہم اسے دھتکار دیتے ہیں چاہے وہ کتنا ہی مستحق کیوں نہ ہو۔ رشتہ دار کا عمل اس کے ذمہ ہے، جس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس پر صدقہ و خیرات کرنے والے امیر رشتہ دار کو دوگنا اَجر و ثواب نہیں ملے گا۔ لہٰذا صدقہ و خیرات ہی نہیں بلکہ ہر نیک عمل کی بجاآوری میں محض اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی خوش نودی کو ہی پیش نظر رکھنا چاہیے اور کسی بھی عمل کی ادائیگی میں ذاتی پسند و ناپسند کو نہیں داخل کرنا چاہیے۔

سوال 148: شہرت کی نیت سے دیے گئے صدقہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: شہرت اور ریاکاری کی نیت سے دیا گیا صدقہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگا بلکہ وبالِ جان بنے گا۔ دوسروں کو دکھانے یا ذاتی نمود و نمائش کے لیے کیا گیا کوئی بھی نیک عمل قطعی طور پر بارگاہِ اِلٰہ میں شرفِ قبولیت نہ پاسکے گا، بلکہ ایسا کرنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

الْكٰفِرِيْنَ○[1]

اے ایمان والو! اپنے صدقات (بعد ازاں) احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کر لیا کرو جو مال لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ روزِ قیامت پر، اس کی مثال ایک ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو پھر اس پر زوردار بارش ہو تو وہ اسے (پھر وہی) سخت اور صاف (پتھر) کر کے ہی چھوڑ دے، سو اپنی کمائی میں سے ان (ریاکاروں) کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں فرماتا○

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے کہ سب سے پہلے جن تین اشخاص کو جہنم میں پھینکا جائے گا ان میں ایک ریاکار سخی ہوگا جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا مال خرچ کیا کرتا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ ..... وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَکَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّکَ فَعَلْتَ

(۱) البقرة، ۲:۲۶۴

لِيُقَالَ 'هُوَ جَوَّادٌ'، فَقَدْ قِيلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.(۱)

قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا ..... وہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا۔ اسے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور وہ نعمتیں دکھائی جائیں گی۔ جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے (تیرا عطا کردہ مال) ہر اُس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے یہ کام اس لیے کیے تاکہ تجھے سخی کہا جائے؛ سو (دنیا میں) تجھے سخی کہا گیا۔ پھر اس (ریا کار سخی) کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اور پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ہمیں مال خرچ کرتے ہوئے یا کوئی بھی نیک عمل کرتے ہوئے ایسی سوچ ہرگز نہیں رکھنی چاہیے کہ لوگ ہمیں غنی کہیں یا ہمیں نیکو کار کہا جائے۔ ایسا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ۳:۱۵۱۴، رقم:۱۹۰۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۲۱، رقم:۸۲۶۰
۳۔ حاكم، المستدرك، ۱:۱۸۹، رقم:۳۶۴
۴۔ أبو عوانة، المسند، ۴:۴۸۹، رقم:۷۴۴۱
۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹:۱۶۸

کرنے سے نہ صرف نیک عمل ضائع ہوجاتا ہے بلکہ الٹا اس کا وبال بھگتنا پڑے گا۔ لہٰذا نیکی کرتے ہوئے ہمیشہ ہر لحظہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا پیشِ نظر رہے کیونکہ اسی سے وہ عمل مقبول اور باعث اَجر وثواب ہوگا۔

سوال 149: کیا صدقہ دینے سے مال کم ہو جاتا ہے؟

جواب: جی نہیں! صدقہ دینے سے مال کبھی بھی کم نہیں ہوتا بلکہ بے پناہ بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.(۱)

صدقہ مال میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا، بندے کے معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ ہی بلند فرماتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۴:۲۰۰۱، رقم:۲۵۸۸

۲۔ دارمی، السنن، كتاب الزكاة، باب في فضل الصدقة، ۱:۴۸۶، رقم:۱۶۷۶

۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴:۹۷، رقم:۲۴۳۸

۴۔ أبويعلى، المسند، ۱۱:۳۴۴، رقم:۶۴۵۸

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰى ذٰلِکَ السَّحَابُ. فَأَفْرَغَ مَاءً فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْکَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِکَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ، مَا اسْمُکَ؟ قَالَ: فُلَانٌ؛ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ، لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ. يَقُولُ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِکَ. فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا؟ قَالَ: أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ.(۱)

ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا، وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا، وہ شخص

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب الصدقة في المساكين، ۴:۲۲۸۸، رقم:۲۹۸۴
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۶، رقم:۷۹۲۸
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۸:۱۴۲، رقم:۳۳۵۵

اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا، وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو اِدھر اُدھر کر رہا تھا، اس شخص نے باغ والے سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس شخص نے پوچھا: اے بندۂ خدا! تم میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا: جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی: فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ اس نے تمہارا نام لیا تھا، تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں، اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کرتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔

اِسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صدقہ و خیرات کرنے سے اَجر و ثواب ملتا ہے، درجات بھی بلند ہوتے ہیں، مال میں بے پناہ برکت پیدا ہوتی ہے اور غیبی طریقوں سے نصرتِ اِلٰہی ہوتی ہے۔

سوال 150: کیا ہر نیکی صدقہ ہے؟

جواب: جی ہاں! ہر نیکی صدقہ ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ.(۱)

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔

۲۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ! ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ.

یا رسول اللہ! مال والے تو اَجر و ثواب لوٹ کر لے گئے؛ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، لیکن اپنے زائد مال میں سے صدقہ کرتے ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ بِهِ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ.

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب کل معروف صدقة، ۵:۲۲۴۱، رقم:۵۶۷۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ۲:۶۹۷، رقم:۱۰۰۵

کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی صدقہ کا سبب نہیں بنایا! ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر بار الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، ہر بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، حتی کہ عملِ تزویج بھی صدقہ ہے۔

صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی شخص شہوت کی غرض سے عمل تزویج کرے تو کیا پھر بھی صدقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا.(۱)

کیوں نہیں! بھلا بتلاؤ اگر کوئی حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهٖ، فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ۲:۶۹۷، رقم: ۱۰۰۶

وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذٰى عَنُ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.(۱)

اِنسان کے ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ واجب ہوجاتا ہے۔ سورج طلوع ہوتے ہی دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا سامان سواری پر رکھوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے، نماز کے لیے اٹھایا جانے والا ہر قدم بھی صدقہ ہے اور تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

مذکورہ بالا اَحادیث مبارکہ سے صدقہ کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اِسلام میں ہر عملِ خیر ہی کسی نہ کسی طرح صدقہ کے زُمرے میں آتا ہے۔

سوال ۱۵۱: صدقہ جاریہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدقہ جاریہ سے مراد ایسا عمل صالح کرنا ہے کہ جس کا نفع باقی رہنے والا ہو اور اس کا اجر 'کرنے والے' کو اُس کی زندگی میں بھی ملے گا اور بعد ازاں جو اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کے باعث بھی اسے مسلسل اجر ملتا رہے گا لیکن ان بعد میں عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب من أخذ بالرکاب ونحوه، ۳:۱۰۹۰، رقم:۲۸۲۷

فرمایا:

إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ.(1)

مومن کے مرنے کے بعد اس کی نیکیوں اور اعمال میں سے جو چیزیں اسے نفع دیتی ہیں: ایک تو ان میں سے علم ہے جس کی وہ تعلیم دے اور پھیلائے، دوسرا نیک بیٹا ہے جسے وہ چھوڑ کر مرا ہو، تیسرا قرآن ہے کہ اس نے کسی کو اس کا وارث بنایا ہو، چوتھی مسجد ہے جس کی اس نے تعمیر کی ہو، پانچواں وہ مکان ہے جو اس نے مسافروں کے قیام کے لیے بنایا ہو، چھٹی وہ نہر ہے جو اس نے جاری کی ہو، ساتواں وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اور بحالتِ صحت اللہ کی راہ میں دیا ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو موت کے بعد بھی اس سے ملتی رہتی ہیں۔

یاد رکھیے کہ کسی بھی اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کسی شخص کی زندگی یا بعد اَز وفات دوسرے لوگ بھی شامل ہوئے تو ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ۱:۸۸، رقم:۲۴۲

۲۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴:۱۲۱، رقم:۲۴۹۰

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳:۲۴۸، رقم:۳۴۴۸

ہوگی۔ مثلاً کسی نے مسجد بنوائی اور اس میں لوگ نماز پڑھتے رہیں گے تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی اس کا ثواب خود بخود مسجد بنانے والے کو ملتا رہے گا اور نماز پڑھنے والوں کو بھی۔ اسی طرح اگر کوئی اپنا مال اللہ کی راہ میں اس انداز سے خرچ کرتا ہے کہ اس سے مسافر خانہ بنوادے جس سے عامۃ الناس استفادہ کرتے رہے تو بنوانے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ اگر کسی نے ٹھنڈے پانی کا کولر رفاہِ عامہ کے لیے لگا دیا تو جب تک لوگ اس سے پانی پیتے رہیں گے کولر لگوانے والے کو اس کا اجر ملتا رہے گا۔ اگر کسی نے وضو خانہ بنوا دیا تو جب تک نمازی وہاں وضو کرتے رہیں گے وضو کرنے والے اور وضو خانہ بنوانے والے دونوں کو اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ بنوانے والا اگر مر جائے تو اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ. (۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ۳:۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۷۲، رقم: ۸۸۳۱

۳۔ أبوداود، السنن، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الصدقة عن الميت، ۳:۱۱۷، رقم: ۲۸۸۰

۴۔ نسائی، السنن، كتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت، ۶:۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے: صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔

سوال 152: قرضِ حسنہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: قرض حسنہ اس قرض کو کہتے ہے جو صاحبِ مال کسی ضرورت مند، غریب یا محتاج فرد کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اس میں وہ اپنے لیے کوئی فائدہ، لالچ، مالی منفعت، بدل یا سود کے حصول کی ہرگز ہرگز نیت نہیں رکھتا بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اجر کی امید رکھتا ہے۔

سوال 153: کیا اللہ تعالیٰ کو بھی قرض دیا جاسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ وہ اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سے اگر کچھ واپس بھی لیتا ہے تو بدلے میں اس سے بہتر نعمت سے نوازتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کی رضا پر راضی رہے اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔ یہ صدقہ و خیرات کی ہی فضیلت ہے کہ اللہ نے اپنی راہ میں خرچ کیے گئے مال کو اپنے ذمہ قرضِ حسنہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ

۵۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱:۳۴۳، رقم:۶۴۵۷

۶۔ أبوعوانة، المسند، ۳:۴۹۵، رقم:۵۸۲۴

تعالیٰ کے ذمہ کسی کا قرض باقی رہے! قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ○[1]

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے گا، اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○

۲۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ○[2]

بے شک صدقہ و خیرات دینے والے مرد اور صدقہ و خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ کے طور پر قرض دیا ان کے لیے (صدقہ و قرضہ کا اجر) کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور اُن کے لیے بڑی عزت والا ثواب ہوگا○

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کی یہی ایک شکل ہے کہ اس کی راہ میں اپنا پسندیدہ مال خرچ کیا جائے جس کے بدلے میں نہ صرف بے اندازہ مال ملے گا بلکہ بے پناہ اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ درجات میں بلندی بھی نصیب ہوگی۔

---

(۱) البقرۃ، ۲:۲۴۵

(۲) الحدید، ۵۷:۱۸

سوال 154: قرض کی وصولی میں رعایت برتنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام میں قرض حسنہ معاف کرنے یا اس کی وصولی میں مہلت، سہولت اور آسانی فراہم کرنے والے کے لیے زیادہ اجر و ثواب کی نشان دہی کی گئی ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○[1]

اور اگر قرض دار تنگ دست ہو تو خوش حالی تک مہلت دی جانی چاہیے، اور تمہارا (قرض کو) معاف کر دینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں معلوم ہو (کہ غریب کی دِل جوئی اللہ کی نگاہ میں کیا مقام رکھتی ہے) ○

یہ اَمر ضرور ذہن نشین رہے کہ جہاں قرضِ حسنہ دینا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے وہیں قرض لینے والے کے لیے اس کی واپسی بھی اَز حد ضروری ہے۔ کیونکہ قرض ایسی شے ہے کہ مرنے والے کے ترکہ کی تقسیم سے بھی قبل اس کے ذمہ واجب الادا قرض ادا کرنے کا حکم ہے۔ ثانیاً قرض مرنے کے بعد بھی معاف نہیں ہوتا اِلا یہ کہ قرض دینے والا خود معاف نہ کردے۔ لہٰذا انتہائی ناگزیر صورت میں ہی قرض لینا چاہیے اور جلد اَز جلد اسے واپس کر دینا چاہیے۔

---

(۱) البقرۃ، ۲:۲۸۰

سوال 155: احادیث مبارکہ میں تنگ دست کی مدد کرنے کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟

جواب: اِسلام معاشرتی تعلق و روابط کی اُستواری پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ معاشرے میں باہمی مودّت و محبت اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور معاوِنت کی نمایاں اَہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِسلام تنگ دستوں کی مدد اور حاجت روائی کرنے والوں کی بہت فضیلت بیان کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.[1]

جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا سلمه، ۲:۸۶۲، رقم:۲۳۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ۴:۱۹۹۶، رقم:۲۵۸۰

مشکل حل فرمائے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ. (۱)

جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ (اس وقت تک) اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، ۴:۲۰۷۴، رقم:۲۶۹۹

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الحدود، باب ما جاء في الستر على المسلم، ۴:۳۴، رقم:۱۴۲۵، ۱۹۳۰، ۲۹۴۵

۳۔ حضرت اَنس ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ اللهُ فِي حَاجَةِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ.(۱)

اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں (مدد کرتا) رہتا ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کے کام میں (مدد کرتا) رہتا ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ أُوْلَئِکَ الْآمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللهِ.(۲)

اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جنہیں اس نے لوگوں کی حاجت روائی کے لیے پیدا فرمایا ہے، لوگ اپنی حاجات (کے سلسلہ) میں

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶:۴۰۴، رقم:۲۷۹۳

۲۔ طبرانی نے 'المعجم الکبیر (۵:۱۱۸، رقم:۴۸۰۲)' میں اسے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۳۔ دیلمی نے 'الفردوس (۵:۹۱، رقم:۷۵۶۰)' میں اسے حضرت زید بن ثابت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۳۵۸، رقم:۱۳۳۳۴

۲۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲:۱۱۷، رقم:۱۰۰۷-۱۰۰۸

۳۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳:۲۶۲، رقم:۳۹۶۶

دوڑے دوڑے ان کے پاس آتے ہیں یہ (وہ لوگ ہیں جو) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی مدد اور حاجت روائی اس قدر پسند ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کی مدد و اِعانت کے لیے کچھ بندوں کو مامور کیا ہوا ہے جن کے ذمہ صرف دوسروں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ دونوں سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ حَتّٰى يُتِمَّهَا لَهُ، أَظَلَّهُ اللهُ بِخَمْسَةِ آلَافٍ (وفي رواية: بِخَمْسَةٍ وَسَبْعِيْنَ أَلْفَ) مَلَكٍ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، إِنْ كَانَ صَبَاحًا حَتّٰى يُمْسِي وَإِن كَانَ مَسَاءً حَتّٰى يُصْبِحَ؛ وَلَا يَرْفَعُ قَدَمًا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ، وَلَا يَضَعُ قَدَمًا إِلَّا حَطَّ اللهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً. (۱)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے کام کے سلسلہ میں چل پڑا یہاں تک کہ اسے پورا کردے تو اللہ تعالیٰ اس پر پانچ ہزار - اور ایک روایت کے مطابق پچھہتر ہزار - فرشتوں کا سایہ فرما دیتا ہے جو اس کے لیے اگر دن ہو تو رات ہونے تک اور رات ہو تو دن ہونے تک

(۱) ۱۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶:۱۱۹، رقم:۷۶۶۹
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴:۳۴۷، رقم:۴۳۹۶

دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ اس کے اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس کے (اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو حل کرنے کے لیے) اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے عیاں ہوتا ہے کہ دوسروں کی مدد کرنا اور ان کے کام آنا کتنا عظیم کام ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں افراتفری، بے یقینی اور خودغرضی کی کیفیات اسی لیے بڑھتی جارہی ہیں کہ ہم نے دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنا اور ان کے دکھ کو بانٹنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بے حسی بڑھتی جارہی ہے اور ہر جا نفسانفسی کا عالم ہے، کسی کو ہمسائے کی خبر نہیں ہوتی کہ کون جیا اور کون مرا چہ جائیکہ ہمسائے کے دکھ درد میں شریک ہوا جائے۔ لہٰذا حقیقی اِسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اِسلامی تعلیمات پر انفرادی و اجتماعی ہر دو سطحوں پر عمل پیرا ہوا جائے اور ایک دوسرے کی اَخلاقی، عملی اور مالی ہر طرح کی مدد کی جائے۔

سوال 156: احادیث مبارکہ میں تنگ دستوں کو قرضِ حسنہ دینے کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟

جواب: اِسلام معاشرتی تعلق و روابط کی اُستواری پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ معاشرے میں باہمی مودّت و محبت اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور معاوِنت کی اَہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہی

وجہ ہے کہ اِسلام تنگ دستوں کی مالی مدد کی بہت ترغیب دیتا ہے تاکہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری ہوسکیں۔ لیکن اگر کوئی زیادہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو حاجت مند کو قرضِ حسنہ ہی دے دے تاکہ اس کی مشکل دور ہوسکے۔ اِسلام نے قرضِ حسنہ دینے کے بھی بعض قواعد بیان فرمائے ہیں کہ قرض دینے کے بعد مقروض کے گرد گھیرا تنگ نہ کیا جائے بلکہ اسے قرض سے سبک دوش ہونے کے لیے مکمل آسانی فراہم کی جائے۔

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. فَقَالُوْا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا. قَالُوْا: تَذَكَّرْ. قَالَ: كُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ فَآمُرُ فِتْيَانِي: أَنْ يُنْظِرُوْا الْمُعْسِرَ وَيَتَجَوَّزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ. قَالَ ﷺ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: تَجَوَّزُوْا عَنْهُ.[1]

تم سے پہلی اُمتوں کا واقعہ ہے کہ فرشتوں نے ایک شخص کی روح قبض کی اور پوچھا: کیا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرشتوں نے کہا: یاد کرو۔ اس نے کہا: میں لوگوں کو قرض دیتا تھا اور اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ تنگ دست کو مہلت دینا اور مالدار سے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب من أنظر موسرا، ۲:۷۳۱، رقم:۱۹۷۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، ۳:۱۱۹۴، رقم:۱۵۶۰

درگزر کرنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے فرشتوں سے فرمایا: اس سے درگزر کرو۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا، قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ.(۱)

ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے خادموں سے کہتا: اس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔

'سنن نسائی' میں یہی حدیث کچھ تفصیل کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ. فَيَقُولُ لِرَسُولِهِ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ وَاتْرُكْ مَا عَسُرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللهَ تَعَالَى أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. فَلَمَّا هَلَكَ، قَالَ اللهُ ﷻ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لِي غُلَامٌ، وَكُنْتُ أُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا بَعَثْتُهُ لِيَتَقَاضَى، قُلْتُ

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب البيوع، باب من أنظر معسراً، ۲: ۷۳۱، رقم: ۱۹۷۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر، ۳: ۱۱۹۶، رقم: ۱۵۶۲

لَهُ: خُذْ مَا تَيَسَّرَ وَاتْرُكْ مَا عَسُرَ، وَتَجَاوَزْ لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا. قَالَ اللهُ تَعَالَى: قَدْ تَجَاوَزْتُ عَنْكَ.(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اس کے سوا بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا تھا مگر یہ کہ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ (جب قرض واپس لینا مقصود ہوتا تو) وہ اپنے ایلچی سے کہتا: جہاں سے آسانی سے موصول ہو وہاں سے وصول کرو لیکن جہاں مقروض مفلس اور تنگ دست ہو تو چھوڑ دو اور اُس سے درگزر کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جب وہ فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے کوئی نیکی کی تھی؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں، مگر میرا ایک خادم تھا اور میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب میں اس خادم کو قرض کی وصولی کے لیے بھیجتا تو اُسے ہدایت کرتا کہ آسانی سے ملے تو لے لینا اور جہاں دشواری ہو چھوڑ دینا اور معاف کرنا، شاید اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا۔

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۱، رقم: ۸۷۱۵

۲۔ نسائی، السنن، کتاب البیوع، باب حسن المعاملة والرفق في المطالبة، ۷: ۳۸۱، رقم: ۴۶۹۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۴۲۲، رقم: ۵۴۰۳

۴۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۲: ۳۳، رقم: ۲۲۲۳

مفلس اور تنگ دست مقروض لوگوں سے صرفِ نظر کرنے اور انہیں سہولیات بہم پہنچانے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی مغفرت فرما دی کیونکہ اس نے اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا تھا۔

۳۔ 'صحیح مسلم' میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ ﷺ نے اپنے ایک قرض دار سے قرض کا مطالبہ کیا تو وہ ان سے چھپ گیا۔ بعد ازاں حضرت ابو قتادہ ﷺ اس سے ملے تو اس نے کہا: میں ایک غریب آدمی ہوں، ابھی قرض نہیں لوٹا سکتا۔ حضرت ابوقتادہ ﷺ نے کہا: بخدا! کیا یہ درست ہے؟ اس نے کہا: ہاں! خدا کی قسم۔ حضرت ابوقتادہ ﷺ نے اس پر کہا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ.(۱)

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے یوم قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے تو وہ کسی (مقروض) مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ وَأَنْ تُكْشَفَ كُرْبَتُهُ فَلْيُفَرِّجْ عَنْ

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل النظار المعسر، ۳:۱۱۹۶، رقم:۱۵۶۳

مُعْسِرٍ.[1]

جو آدمی چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی مشکلات دور کی جائیں تو اسے چاہیے کہ وہ (مقروض) تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرے۔

مقروض تنگ دست کے لیے سہولت پیدا کرنے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں کہ یا تو قرض خواہ خود اسے رعایت دیتے ہوئے اس کا قرض معاف کردے یا کوئی صاحبِ ثروت مقروض کے ذمہ واجب الادا قرض ادا کردے۔ دونوں صورتوں میں ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے جس سے قربِ اِلٰہی نصیب ہوتا ہے۔

سوال 157: قرض ادا نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید سنائی گئی ہے؟

جواب: جس طرح قرضِ حسنہ دینے کی حوصلہ افزائی اور پھر اس میں مفلس و نادار مقروض کو مہلت یا معاف کر دینے پر انعام و اکرام دینے کی خوش خبری دی گئی ہے، اسی طرح قرض ادا نہ کرنے والوں کو بھی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۳، رقم:۴۷۴۹

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ.[1]

قرض کے سوا شہید کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الدَّيْنَ يُقْضٰى مِنْ صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[2]

قیامت کے دن مقروض سے قرض ادا کرایا جائے گا۔

۳۔ حضرت سمرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ.[3]

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين، ۳:۱۵۰۲، رقم:۱۸۸۶
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۰، رقم:۷۰۵۱
۳۔ ترمذی، السنن، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فى ثواب الشهداء، ۴:۱۷۵، رقم:۱۶۴۰

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الصدقات، باب ثلاث من ادان فيهن قضى الله عنه، ۲:۸۱۴، رقم:۲۴۳۵
۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱:۱۳۸، رقم:۳۴۹
۳۔ اسحاق بن راهويه، المسند، ۲:۴۸۴، رقم:۱۰۶۴

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب البيوع، باب ما جاء أن العارية مؤادة، ۳:۵۶۶، رقم:۱۲۶۶
۲۔ ابو داود، السنن، ابواب الإجارة، باب في تضمين العور، ۲:۳۱۸، رقم:۳۵۶۱

عاریتاً لی ہوئی شے کی ذمہ داری ہے جب تک کہ واپس نہ کر دی جائے۔

قرض حقوق العباد میں سے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ بھی یہ حق معاف نہیں فرماتا۔ پس جلد اَز جلد اِسے ادا کرنا چاہیے۔ کیا معلوم کب موت اُچک لے جائے اور بعد میں کوئی قرض ادا بھی کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا اپنا قرض خود ہی پہلی ترجیح کے طور پر ادا کر دینا چاہیے۔

سوال 158: صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدقہ فطر مالی اِنفاق ہے جس کا حکم حضور نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ سے پہلے اس سال دیا جب رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ صدقہ فطر غریبوں اور مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ اسے فطرانہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ادا کرنا ہر مال دار شخص کے لیے ضروری ہے تا کہ غریب اور مسکین لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ علاوہ ازیں صدقہ فطر روزے دار کو فضول اور فحش حرکات سے پاک کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ.[1]

..... ۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الصدقات، باب العارية، ۲:۸۰۲، رقم:۲۴۰۰

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب زكاة الفطر، ۲:۱۱۱، رقم:۱۶۰۹

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو واجب فرمایا جو روزہ دار کو لغویات اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے والا ہے اور غریبوں کی غذا کے لیے ہے۔

سوال 159: صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

جواب: صدقہ فطر تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کی مقدار

..... ۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ۱:۵۸۵، رقم:۱۸۲۷

۳۔ دارقطنی، السنن، ۲:۱۳۸

۴۔ حاكم، المستدرك، ۱:۵۶۸، رقم:۱۴۸۸

۵۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۲:۲۹۶، رقم:۳۳۴۸

(۱) ۱۔ بخاری، في الصحيح، كتاب الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، ۲:۵۴۷، رقم:۱۴۳۲

۲۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب فرض زكاة رمضان على المسلمين دون المعاهدين، ۵:۴۸، رقم:۲۵۰۴

۳۔ بيهقی، السنن الكبرى، ۴:۱۶۲، رقم:۷۴۷۷

ہر (صاحبِ اِستطاعت) غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر واجب فرمایا ہے۔

اِسی طرح حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى.(۱)

صدقہ فطر ہر تونگر پر (واجب) ہے۔

شرع کی رُو سے تونگر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہ ہو لیکن اس کے پاس ضروری اسباب (جیسے گھر، کپڑے اور گھر کا سامان وغیرہ) ہو کہ جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ تجارت کا مال ہو یا نہ ہو اور خواہ اس پر سال گزرے یا نہ گزرے، ایسی صورت میں اس شخص پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

سوال 160: صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت کیا ہے؟

جواب: صدقہ فطر کے بارے میں اَصل حکم تو یہی ہے کہ نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے تاکہ فقراء و مساکین اور نادار لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں اور عید کے دن سوال کرنے سے مستغنی ہوجائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگ نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیں۔(۲)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۳۰، رقم:۷۱۵۵

(۲) ۱۔ بخاری، في الصحيح، كتاب الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، ۲:۵۴۷، رقم:۱۴۳۲

لیکن اگر کوئی شخص صدقہ فطر کسی مجبوری کے باعث نمازِ عید سے پہلے ادا نہ کر سکا اور بعد میں ادا کیا تو اُس نے اَفضل کو ترک کیا کیونکہ صدقہ فطر سے مقصود فقیروں کو دستِ سوال دراز کرنے سے بے نیاز کرنا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے:

أَغْنُوْهُمْ فِي هٰذَا الْيَوْم.(۱)

اس دن فقیروں کو (دستِ سوال دراز کردینے سے) بے نیاز کردو۔

جوں جوں فطرانہ میں تاخیر ہوگی، مقصد بعید ہوتا جائے گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ فطرانہ کی رقم رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتے ہی ادا کر دی جائے تا کہ مستحقین اور فقراء و مساکین عید کی خوشیوں میں دوسروں کے ساتھ بھرپور شرکت کرسکیں۔

سوال 161: صدقہ فطر کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: صدقہ فطر کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

۱۔ صدقہ فطر ادا کرنے سے حکم شرعی پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

۲۔ صدقہ فطر روزوں کو کمی کوتاہی سے پاک کرنے کا ذریعہ ہے۔

۳۔ صدقہ فطر دینے سے ناداروں اور مفلسوں کی کفالت ہو جاتی ہے اور وہ

..... ۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة قبل العید، ۲:۵۴۸، رقم:۱۴۳۸

(۱) دارقطنی، السنن، ۲:۱۵۲، رقم:۶۷

بھی عید کی خوشیوں میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔

سوال 162: ماہِ رمضان میں صدقہ و خیرات کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: صدقہ و خیرات وہ مال ہے جو اللہ کی رضا کے لیے غریب و مسکین لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ راہِ خدا میں صدقہ و خیرات کرنے کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات کی فضیلت کا علم ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیثِ مبارکہ سے ملتا ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ.[1]

رمضان میں صدقہ کرنا اَفضل ہے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ ؑ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی فضل الصدقة، ۲:۴۳، رقم:۶۶۳

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴:۳۰۵، رقم:۸۳۰۰

جِبْرِيلُ ﷺ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.[1]

حضور نبی اکرم ﷺ بھلائی کرنے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت اُس وقت اور بڑھ جاتی جب جبرئیل ﷺ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حضرت جبرئیل ﷺ رمضان کی ہر رات میں حاضر ہوتے یہاں تک کہ وہ گزر جاتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اُنہیں قرآن حکیم سناتے اور حضرت جبریل ﷺ کی ملاقات کے وقت تو آپ ﷺ کی سخاوت تیز ہوا کے جھونکے سے بھی بڑھ جاتی۔

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان، ۲:۶۷۲، رقم:۱۸۰۳

6. مسائلِ صدقات و خیرات

سوال 163: صدقہ کے سب سے مستحق لوگ کون ہیں؟

جواب: صدقہ کے سب سے مستحق لوگ اپنے رشتہ دار جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ساس، سسر، داماد وغیرہ میں سے حاجت مند لوگ ہیں۔ انہیں صدقہ دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو اسے دینا افضل ہے۔ پھر جسے دینے میں دین اور ملّت کا فائدہ زیادہ ہو جیسے طالب علم اور محققین وغیرہ۔

حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ میں ارشاد فرما رہے تھے:

يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ: أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ؛ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ.[1]

دینے والا ہاتھ اوپر والا ہے اور ان لوگوں سے صدقہ شروع کرو جن کا نان و نفقہ تم پر ہے، جیسے ماں، باپ، بہن اور بھائی وغیرہ اور پھر اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو (صدقات) دو۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۶۴، ۱۶۳

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ایتھما الید العلیا، ۵:۶۱، رقم:۲۵۳۲

سوال 164: کیا معمولی چیز بطور صدقہ دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! معمولی چیز بطور صدقہ دینا جائز ہے بشرطیکہ حلال کمائی سے ہو۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ.[1]

جس نے ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی - اور اللہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب لا یقبل اللہ الصدقۃ من غلول ولا یقبل إلا من کسب طیب، ۲:۵۱۱، رقم:۱۳۴۴
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ۲:۷۰۲، رقم:۱۰۱۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۳۱، ۳۸۱، رقم:۸۳۶۳، ۸۹۴۸
۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في فضل الصدقۃ، ۳:۶۹، رقم:۶۶۱
۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من غلول، ۵:۵۷، رقم:۲۵۲۵
۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء في فضل الصدقۃ، ۱:۵۹۰، رقم:۱۸۴۲
۶۔ مالك، المؤطأ، کتاب الصدقۃ، باب الترغیب في الصدقۃ، ۲۰:۹۹۵، رقم:۱۸۰۶

تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر حلال کمائی سے - تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لیے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے:

يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ. (۱)

اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِيَتَّقِ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ، وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الهبة وفضلها، باب فضلها والتحریضِ علیها، ۲:۹۰۷، رقم:۲۴۲۷

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب لا تحقرن جارة لجارتها، ۵:۲۲۴۰، رقم:۵۶۷۱

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل، ولا تمتنع من القلیل لاحتقاره، ۲:۷۱۴، رقم:۱۰۳۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۸۸، رقم:۳۶۷۹

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۱۰۵

تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کرنے سے ہو۔

ہر مسلمان کو اپنی حیثیت کے مطابق جتنا ہو سکے صدقہ و خیرات ضرور کرتے رہنا چاہیے اور مال کی کمی کے باعث صدقہ کرنے کا عمل روکنا نہیں چاہیے۔ نیز کسی کی دی ہوئی چیز کو بھی حقیر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ایک ذرّہ برابر بھی نیکی مقبول ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ○[1]

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا○

سوال 165: کیا حرام مال میں سے صدقہ کرنا جائز ہے؟

جواب: مالِ حرام سے صدقہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال مال ہی قبول فرماتا ہے اور اس کا ثواب پہاڑ کی مثل عطا کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ.[2]

---

(۱) الزلزال، ۹۹:۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب لا یقبل اللہ الصدقۃ من غلول ولا یقبل إلا من کسب طیب، ۲:۵۱۱، رقم:۱۳۴۴

جس نے ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی - اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر حلال کمائی سے - تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لیے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔

لہٰذا حرام مال سے چاہے کتنا ہی صدقہ و خیرات کیا جائے بے سود ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے جسے حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے روایت کیا ہے:

مَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ، لَمْ يَكُنْ لَهٗ فِيهِ أَجْرٌ، وَكَانَ إِصْرُهٗ عَلَيْهِ. (۱)

..... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ۲:۷۰۲، رقم:۱۰۱۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۳۱، ۳۸۱، رقم:۸۳۶۳، ۸۹۴۸

۴۔ ترمذی، السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ۳:۶۹، رقم:۶۶۱

۴۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب الصدقة من غلول، ۵:۵۷، رقم:۲۵۲۵

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزكوة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ۱:۵۹۰، رقم:۱۸۴۲

۶۔ مالك، المؤطأ، كتاب الصدقة، باب الترغيب في الصدقة، ۲۰:۹۹۵، رقم:۱۸۰۶

(۱) ابن حبان، الصحيح، ۸:۱۵۳، رقم:۳۳۶۷

جس نے حرام مال جمع کیا اور پھر اس میں سے صدقہ کیا تو اس میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ البتہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

سوال 166: کیا صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہے؟

جواب: صدقہ دے کر واپس لینا جائز نہیں بلکہ ناپسندیدہ اور قبیح فعل ہے۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں:

حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ؛ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ. (۱)

میں نے ایک گھوڑا سواری کے لیے اللہ کی راہ میں دیا۔ جس کو دیا تھا اس نے اسے ضائع کر دیا (یعنی اس کی اچھی طرح دیکھ بھال نہ کی) تو میں نے اسے خریدنا چاہا اور خیال کیا کہ وہ سستا بیچ دے گا۔ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو خواہ وہ تم کو ایک درہم میں ہی کیوں نہ دے، کیونکہ صدقہ دے کر واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسا قے کر کے چاٹنے والا۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ھل یشتری صدقتہ، ۲:۵۴۲، رقم:۱۴۱۹

سوال 167: کیا صدقہ دینے والا اپنے صدقہ کا وارث بن سکتا ہے؟

جواب: صدقہ دینے والا درج ذیل حدیث مبارکہ کے مطابق اپنے ہی صدقہ کا وارث بن سکتا ہے۔ حضرت بریدہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، إِذَا أَتَتْهُ امْرَأَةٌ. فَقَالَتْ: إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ. قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ. وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُوْمِي عَنْهَا. قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّي عَنْهَا.[1]

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ ایک عورت آئی اور عرض کیا: میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں ثواب مل

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ۲:۸۰۵، رقم:۱۱۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۴۹، ۳۵۱، ۳۵۹، ۳۶۱، رقم:۲۳۰۰۶، ۲۳۰۲۱، ۲۳۰۸۲، ۲۳۱۰۴

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء في المتصدّق يرث صدقته، ۳:۵۴، رقم:۶۶۷

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۴:۶۶-۶۷، رقم:۶۳۱۴-۶۳۱۶

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الصدقات، باب من تصدق بصدقه ثم ورثها، ۲:۸۰۰، رقم:۲۳۹۴

گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں لوٹا دی۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (بھی باقی) تھے، کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا تھا، کیا میں اس کی طرف سے حج بھی ادا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو (کیونکہ اسے ان سب اعمال کا ثواب پہنچے گا)۔

اکثر علماء کرام کا اس پر عمل ہے کہ جب کوئی شخص صدقہ دے اور پھر اس کا وارث ہو جائے تو اس کے لیے حلال ہے۔ لیکن بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ صدقہ ایک ایسی چیز ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے دی ہے۔ لہٰذا وارث ہونے کے باوجود واجب ہے کہ اُدھر ہی لوٹائے۔

سوال 168: اگر پرندے یا جانور کسی مسلمان کے کھیت یا باغ سے کھا جائیں تو کیا وہ بھی صدقہ ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر پرندے یا جانور کسی مسلمان کے کھیت یا باغ سے کھا جائیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ، أَوْ

إِنْسَانٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ.(۱)

جو کوئی پھل دار درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس میں سے پرندے، انسان یا مویشی کھاتے ہیں تو وہ اس کی طرف سے صدقہ لکھا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ. كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۲)

جو مسلمان کوئی پودا اُگاتا ہے تو اس درخت میں سے جو کچھ کھایا جائے وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوجاتا ہے، جو کچھ اس سے چوری ہو وہ بھی اس کی طرف سے صدقہ ہوجاتا ہے، اور جو درندے کھالیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے، اور جو کچھ پرندے کھائیں وہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أکل منه، ۲:۸۱۷، رقم:۲۱۹۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع، ۳:۱۱۸۹، رقم:۱۵۵۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع، ۳:۱۱۸۸، رقم:۱۵۵۲

بھی اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے، اور جو شخص اس میں سے کم کرے گا وہ اس کا صدقہ ہوجائے گا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: 'وہ قیامت کے دن تک اس کے لیے صدقہ ہوگا۔'

سوال 169: کیا صدقات کے فنڈ سے قرضِ حسنہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: صدقات دو طرح کے ہیں: ایک صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ، صدقہ فطر، نذر، کفارات اور فدیہ کی رقوم جبکہ دوسرے صدقاتِ نافلہ ہیں جن میں عام صدقہ و خیرات اور عطیات شامل ہیں۔ صدقاتِ نافلہ کی رقوم سے قرضِ حسنہ کے لیے فنڈ کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے تاکہ غرباء و مساکین کی مدد کی جاسکے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ صدقہ و خیرات اور عطیات دینے والے اس کی اجازت بھی دیں۔

سوال 170: کیا میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے قرض ادا کیا جائے تو قرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میت کی طرف سے فرض حج کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے صدقہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

ذیل میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.(۱)

جو کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے (باقی) ہوں تو اُس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضٰى عَنْهُ وَلِيُّهُ.(۲)

اگر اس (فوت ہونے والے) پر کسی نذر کا پورا کرنا باقی ہو (جو اس نے مانی تھی) تو اُسے اس کی طرف سے اس کا ولی پوری کرے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من مات وعلیه صوم، ۲:۶۹۰، رقم:۱۸۵۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، ۲:۸۰۳، رقم:۱۱۴۷

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب ما جاء فیمن مات وعلیه صیام صام عنه ولیه، ۳:۲۳۷، رقم:۳۳۱۱

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۲:۱۷۵، رقم:۲۹۱۹

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الصیام، باب فیمن مات وعلیه صیام، ۲:۳۱۵، رقم:۲۴۰۰-۲۴۰۱

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.(۱)

ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقت نزع) گفتگو کر سکتی تو صدقہ (کی ادائیگی کا حکم) کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، ۱:۴۶۷، رقم:۱۳۲۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت، ۳:۱۲۵۴، رقم:۱۰۰۴

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فیمن مات وصیة یتصدق عنه، ۳:۱۱۸، رقم:۲۸۸۱

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب إذا مات الفجأة هل یستحب لأهله أن یتصدقوا عنه، ۶:۲۵۰، رقم:۳۶۴۹

۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الوصایا، باب من مات ولم یوصی هل یتصدق عنه، ۲:۹۰۶، رقم:۲۷۱۷

امام مسلم نے یہ حدیث 'صدقات کے ثواب کا فوت شدگان کو پہنچنا' کے باب میں نقل کی ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ ﷺ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.(۱)

حضرت سعد بن عبادہ ﷺ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ وہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ہے اور میں اُس وقت حاضر نہ تھا، اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ وخیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت سعد ﷺ عرض گزار ہوئے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوصایا، باب إذا قال أرضي أو بستاني صدقة عن أمي فهوجائز، ۳:۱۰۱۳، رقم:۲۶۰۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۷۰، رقم:۳۵۰۴

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في الصدقة عن الميت، ۳:۵۶، رقم:۶۶۹

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء في من مات وصية يتصدق عنه، ۳:۱۱۸، رقم:۲۸۸۲

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقة عن الميت، ۶:۲۵۲، رقم:۳۶۵۵

امام ترمذی فرماتے ہیں: حدیث حسن ہے۔ علماء کا یہی قول ہے کہ 'میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔'

کہ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

۵۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ اُن کی والدہ فوت ہوگئیں تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کون سا صدقہ بہتر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا، (تو انہوں نے ایک کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا)۔ پس یہ کنواں مدینہ منورہ میں سعد یا آل سعد کی پانی کی سبیل (کے نام سے مشہور) تھا۔[1]

۶۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد فوت ہوگئے ہیں اور اُنہوں نے مال چھوڑا ہے، لیکن اُنہوں نے وصیت نہیں کی۔ اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ (صدقہ) اُن کے گناہوں کا کفّارہ ہو جائے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۸۴، رقم:۲۲۵۱۲

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء، ۲:۱۳۰، رقم:۱۶۸۱

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الوصايا، باب ذكر اختلاف على سفيان، ۶:۲۵۴-۲۵۵، رقم:۳۶۶۲-۳۶۶۶

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب فضل صدقة الماء، ۲:۱۲۱۴، رقم:۳۶۸۴

گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔[1]

۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور اُن پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر اُس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اُس کی طرف سے وہ قرض ادا کرتیں؟ اُس عورت نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض (پہلے) ادا کیا جائے۔[2]

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور اُنہوں نے حج ادا نہیں کیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے والد کی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت، ۳:۱۲۵۴، رقم:۱۶۳۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۷۱، رقم:۸۸۲۸

۳۔ نسائی، في السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقة عن المیت، ۶:۲۵۱، رقم:۳۶۵۲

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الوصایا، باب من مات ولم یوص هل یتصدق عنه، ۲:۲۰۶، رقم:۲۷۱۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، ۲:۸۰۴، رقم:۱۱۴۸

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۲۹۹، ۳۳۵، رقم:۳۵۳۰، ۳۵۷۰

۳۔ بیهقی، السنن الکبری، ۴:۲۵۵، رقم:۸۰۱۲

طرف سے حج کر لے۔[1]

۹۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میری بہن وفات پا چکی ہے اور اُس نے حج نہیں کیا تھا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو تم یقیناً ادا کر دیتے، پس اللہ تعالیٰ وفاء کا زیادہ حق دار ہے۔[2]

۱۰۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا.[3]

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الحج، باب الحج عن المیت الذی لم یحج، ۵:۱۱۶، رقم:۲۶۳۴

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶:۸۷، رقم:۵۸۷۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸:۲۸۴، رقم:۷۲۷

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۳۰۶، رقم:۳۹۹۳

۲۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۳:۳۳۹، رقم:۱۴۷۲۴

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الصوم، باب ما جاء من الکفارة، ۳:۹۶، رقم:۷۱۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الصیام، باب من مات وعلیه صیام رمضان قد فرط فیه، ۱:۵۵۸، رقم:۱۷۵۷

۳۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۳:۲۷۳، رقم:۲۰۵۶

جو شخص وفات پا جائے اور اُس کے ذمہ رمضان شریف کے روزے باقی ہوں تو اُس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ أُطْعِمَ عَنْهُ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَإِنْ نَذْرٌ قَضٰى عَنْهُ وَلِيُّهُ. (۱)

جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو جائے پھر صحت یاب نہ ہو بلکہ مر جائے تو اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائے اور اس کے اوپر قضا نہیں ہے۔ اور اگر اس نے نذر مانی ہو تو اس کا ولی اس کی نذر پوری کرے۔

۱۲۔ حنش کا بیان ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو عرض کیا: یہ کیا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ (ارشادِ عالی کے تحت) میں (ہمیشہ) ایک قربانی حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پیش کرتا ہوں۔ (۲)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور واقعات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ فوت

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الصوم، باب فيمن مات وعليه صيام، ۲:۳۱۵، رقم: ۲۴۰۱

۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴:۲۵۶، رقم: ۸۰۲۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۷۰۲، رقم: ۱۲۰۰ ←

شدگان کی طرف سے نیک اعمال بجا لائے جاسکتے ہیں اور انہیں ان نیک اعمال کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

سوال 171: کیا عورت اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ صدقہ کرسکتی ہے؟

جواب: عورت شوہر کے مال میں سے صدقہ کرسکتی ہے، اس صورت میں جب شوہر کی جانب سے عادۃً اجازت ہو۔ اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں چیز صدقہ کرنے سے شوہر ناراض ہوگا تو ایسی چیزوں کا صدقہ کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔ عورت شوہر کی رضامندی سے صدقہ کرے تو اس عورت، اس کے شوہر اور جس ملازم کے ذریعے صدقہ دے سب کو اجر ملے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا. (1)

..... ۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الضحايا، باب الأضحية عن الميت، ۳:۹۴، رقم:۲۷۹۰

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱:۳۵۵، رقم:۴۵۹

۴۔ حاكم، المستدرك، ۴:۲۵۵، رقم:۷۵۵۶

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الاجر الخازن الامين والمراة اذا تصدقت من بيت زوجها۔ ۲:۷۱۰، رقم: ۱۰۲۴

جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام کو خراب کیے بغیر اس میں سے خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا لیکن کسی کو اجر ملنے سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہوگا۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا، كَانَ لَهَا بِهِ أَجْرٌ، وَلِلزَّوْجِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلَا يَنْقُصُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ أَجْرِ صَاحِبِهِ شَيْئًا لَهُ بِمَا كَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ. (۱)

جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے تو اس کے لیے بھی اجر ہے اور شوہر کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہے، خزانچی کے لیے بھی اس کے برابر اجر ہے اور کسی ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کمی نہیں کرے گا۔ شوہر کے لیے کمانے کا اور عورت کے لیے خرچ کرنے کا ثواب ہے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۹۹، رقم:۲۴۷۲۴

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الزكاة، باب في نفقة المرأة من بيت زوجها، ۳:۵۸، رقم:۶۷۱

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة من بيت زوجها، ۵:۶۵، رقم:۲۵۳۹

۴۔ بيهقي، السنن، ۵:۳۷۹، رقم:۹۱۹۶

علاوہ ازیں اگر کسی عورت کا شوہر مال دار ہونے کے باوجود کنجوس اور بخیل ہے تو پھر عورت بغیر پوچھے بھی صدقہ کرسکتی ہے۔

سوال 172: کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کرسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں: عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کرسکتی ہے۔

سوال 173: سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا، سوال کرنا اور بھیک مانگنا انتہائی ناپسندیدہ اور قبیح فعل ہے۔ اسلام میں اِس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

۱۔ حضرت عائذ بن عمرو ؓ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ فَأَعْطَاهُ، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِي الْمَسْأَلَةِ، مَا مَشٰى أَحَدٌ إِلٰى أَحَدٍ يَسْأَلُهُ شَيْئًا. (۱)

ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے عنایت فرمایا۔ جب (واپس جاتے

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب المسألۃ، ۵:۹۴، رقم:۲۵۸۶
۲۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۲:۳۲۸، رقم:۱۰۹۴
۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارۃ، ۸:۲۳۵، رقم:۲۸۰

ہوئے) اس نے اپنا پاؤں چوکھٹ پر رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ سوال کرنا کتنا عیب اور نقص ہے تو کوئی شخص دوسرے کے پاس مانگنے کے لیے نہ جاتا۔

۲۔ بلاضرورت سوال کرنا اور مانگنے میں اصرار کرنا ایک مذموم عمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَيْسَ فِي وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ. (۱)

آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

۳۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَسْأَلَةَ، كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا، أَوْ فِي أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ. (۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب من سأل الناس تکثرا، ۲:۵۳۶، رقم:۱۴۰۵

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۰، رقم:۲۰۱۱۸

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في النهي عن المسألة، ۳:۶۵، رقم:۶۸۱

بھیک مانگنا ایک زخم ہے جس کے ساتھ آدمی اپنا چہرہ زخمی کرتا ہے، سوائے اس کے کہ کوئی شخص حکمران سے یا کسی ضروری اَمر میں اِعانت طلب کرے (تو جائز ہے)۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرَ جَهَنَّمَ، فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ أَوْ لِيُكْثِرْ. (۱)

جس نے غنا کی حالت میں لوگوں سے سوال کیا (یعنی بھیک مانگی) تو وہ جہنم کی آگ کے انگاروں کا سوال کرتا ہے؛ اب اسے اختیار ہے کہ وہ (انگارے) کم حاصل کرے یا زیادہ۔

اِسلام میں سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی حد درجہ مذمت اس لیے کی گئی ہے کہ اس سے معاشرے میں کام نہ کرنے کا ماحول پروان چڑھتا ہے اور معاشرہ مجموعی طور پر کام چوری وغفلت کا مظہر بن جاتا ہے۔ جب کہ اسلام تو ایک ایسا دین ہے جو اپنے پیروکاروں میں ہمہ وقت تحرک اور کام کرنے کا جذبہ

..... ۳۔ نسائی، السنن کتاب الزکاۃ، باب مسألة الرجل في أمره بدله منه، ۵:۱۰۰، رقم:۲۶۰۰

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۸۱، رقم:۳۳۸۶

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷:۱۶۳، رقم:۶۷۶۹

(۱) ابن ماجه، السنن، کتاب الزکاۃ، باب من سأل عن ظهر غنی، ۱:۵۸۹، رقم:۱۸۳۸

دیکھنا چاہتا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور یہ انتظار کرنا کہ اللہ تعالیٰ خیر الرازقین ہے اور وہ خود ہی ہمارے لیے رزق بھیج دے گا یا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور انہیں اپنی مجبوریاں بتا کر بھیک مانگنے کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو بھی یہ حکم فرمایا تھا کہ پہلے اُمورِ حیات و کارہاے اُمت ادا کیے جائیں اور بعد میں عبادتِ اِلٰہی کی طرف راغب ہوا جائے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ○ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ○[1]

پس جب آپ (تعلیمِ اُمت، تبلیغ و جہاد اور ادائیگیِ فرائض سے) فارغ ہوں تو (ذکر و عبادت میں) محنت فرمایا کریں○ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایا کریں○

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهٗ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ.[2]

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم میں

---

(۱) الإنشراح، ۹۴:۷-۸

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، ۲:۵۳۵، رقم: ۱۴۰۱

سے کوئی رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سوال کرتا پھرے تو کوئی اسے دے اور کوئی نہ دے۔

۶۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ سوال کرنے کے بارے میں حد درجہ احتیاط کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ روایت کرتے ہیں:

سَرَّحَتْنِي أُمِّي إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَأَتَيْتُهُ وَقَعَدْتُ، فَاسْتَقْبَلَنِي، وَقَالَ، مَنِ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللهُ ﷻ، وَمَنِ اسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللهُ ﷻ، وَمَنِ اسْتَكْفٰى كَفَاهُ اللهُ ﷻ، وَمَنْ سَأَلَ وَلَهُ قِيمَةُ أُوقِيَّةٍ فَقَدْ أَلْحَفَ. فَقُلْتُ: نَاقَتِي الْيَاقُوتَةُ خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ. (۱)

میری والدہ نے (شدید ضرورت کے تحت کچھ مانگنے کے لیے) مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا، میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ اپنا رُخِ انور میری طرف کر کے بیٹھے اور ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں سے بے نیاز ہوگا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۷، رقم:۱۱۰۵۹
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، ۲:۱۱۶، رقم:۱۶۲۸
۳۔ نسائي، السنن، كتاب الزكاة، باب من الملحف، ۵:۹۸، رقم:۲۵۹۵
۴۔ دارقطني، السنن، ۲:۱۱۸، رقم:۱
۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲:۱۵۰، رقم:۱۶۳۰

اور جو شخص سوال سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا اور جو شخص تھوڑے مال پر کفایت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کفایت دے گا اور جو شخص بھیک مانگے گا حالانکہ اس کے پاس ایک اُوقیہ (چالیس درہم - 122.472 گرام) کے برابر مال ہوگا تو اس نے الحاف کیا (یعنی گڑگڑا کر بھیک مانگی)۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری یاقوتہ نامی اونٹنی ایک اوقیہ سے بڑھ کر ہے۔ میں واپس آیا اور آپ ﷺ سے سوال نہیں کیا۔

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اِسلام میں گداگری کتنا مذموم عمل ہے۔ سوال کرنے اور ہاتھ پھیلانے کی اجازت صرف اور صرف انتہائی مجبوری کی حالت میں ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جان بچانے جیسی مجبوری کی حالت میں ہی سوال کرنے کی اجازت ہے۔

۷۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ. (۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، السند، ۳:۱۲۶، رقم:۱۲۳۰۰

۲۔ أبوداود، السنن كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسألة، ۲:۱۲۰، رقم:۱۶۴۱

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب بيع المزايدة، ۲:۷۴۰، ـــــ

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین اشخاص کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا درست نہیں: ایک وہ شخص جو خاک پر لٹا دینے والی محتاجی میں مبتلا ہو، دوسرا وہ جو سخت قرضے میں گھر گیا ہو، تیسرا وہ جسے دیت کی ادائیگی کی مجبوری ہو۔

۸۔ حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار ؓ روایت کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا، فَرَفَعَ فِينَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ، فَرَآنَا جَلْدَيْنِ، فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ.(۱)

..... رقم:۲۱۹۸

۴۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۸۵، رقم:۲۱۴۵

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۲۴، رقم:۱۸۰۰۱

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى، ۲:۱۱۸، رقم:۱۶۳۳

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب مسألة القوي المكتسب، ۵:۹۹، رقم:۲۵۹۸

۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۴:۱۰۹، رقم:۷۱۵۴

۵۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲:۴۲۴، رقم:۱۰۶۶۶

۶۔ دارقطنی، السنن، كتاب الزكاة، باب لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي، ۲:۱۱۹، رقم:۷

۷۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳:۱۳۷، رقم:۲۷۲۲

دو آدمیوں نے مجھے بیان کیا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ صدقے کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ پس انہوں نے اس میں سے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر دیکھا، پھر نگاہیں جھکالیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا کہ ہم دونوں موٹے تازے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ اس میں غنی اور کمانے کے قابل طاقت ور کا حق نہیں ہے۔

بھیک مانگنے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی عادت دراصل نہ صرف افراد و اقوام کو اقتصادی طور پر پسماندہ کر دیتی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ دستِ سوال دراز کرنے کی عادتِ قبیح سے اَقوام نفسیاتی و روحانی طور پر بھی مجروح ہوتی ہیں۔

سوال 174: ضرورت مند ہونے کے باوجود سوال سے بچنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ضرورت مند ہونے کے باوجود حتی الوسع سوال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ احادیث مبارکہ میں سوال سے بچنے کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ

وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ.(۱)

رسول اللہ ﷺ - جب کہ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے - نے صدقہ کرنے، سوال سے بچنے اور سوال کرنے کے متعلق فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے؛ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے جب کہ نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔

۲۔ حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں؟ حضرت ثوبان ؓ نے کہا کہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقة إلاعن ظهر غنى ومن تصدق وہو محتاج، ۲:۵۱۹، رقم:۱۳۶۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی، ۲:۷۱۷، رقم:۱۰۳۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۶۷، ۹۸، ۱۲۲، رقم:۵۳۴۴، ۵۷۲۸، ۶۰۳۹

۴۔ أبوداود، السنن، کتاب الزکاۃ، باب في الاستعفاف، ۲:۱۲۲، رقم:۱۶۴۸

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الید السفلی، ۵:۶۱، رقم:۲۵۳۳

۶۔ مالك، الموطأ، کتاب الصدقة، باب ما جاء في التعفف، ۲:۹۹۸، رقم:۱۸۱۳

میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ثوبان ﷺ کسی سے کچھ سوال نہیں کیا کرتے تھے۔[1]

۳۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ. فَقَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ، فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.[2]

انصار کے کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دے دیا۔ انہوں نے پھر آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عطا فرما دیا حتی کہ آپ ﷺ کے پاس جتنا بھی مال تھا وہ ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جتنا بھی مال ہو میں

---

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، ۲: ۴۲، رقم: ۱۶۴۳

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، فضل من لا یسأل الناس شیئا، ۵:۹۶، رقم: ۲۵۹۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، ۲:۵۳۴-۵۳۵، رقم: ۱۴۰۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل التعفف والصبر، ۲:۷۲۹، رقم: ۱۰۵۳

کبھی بھی اسے تم سے نہیں روکوں گا لیکن جو شخص خود کو سوال کرنے سے بچائے، اللہ اس کو بچائے گا؛ اور جو شخص استغناء اختیار کرے، اللہ اسے غنی کر دے گا؛ اور جو شخص صبر کی کوشش کرے گا تو اللہ اسے صبر عطا کر دے گا؛ اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور فراخی والا کوئی دوسرا عطیہ نہیں دیا گیا۔

سوال 175: بن مانگے صدقہ لینا کیسا ہے؟

جواب: بن مانگے صدقہ لینا جائز ہے۔ حضرت عمر ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا:

فَمَا جَاءَکَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَکَ.[1]

جو مال تمہارے پاس اس طرح آئے کہ تم اُس کے طلب گار یا سائل

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب رزق الحکام والعاملین علیها ۶:۲۶۲۰، رقم:۶۷۴۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب إباحة الأخذ لمن أعطی من غیر مسألة ولا إشراف، ۲:۷۲۳، رقم:۱۰۴۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۷، رقم:۱۰۰

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۱، رقم:۱۳۶

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب من آتاه الله مالا من غیر مسألة، ۵:۱۰۴، رقم:۲۶۰۷

نہ ہو تو اُسے لے لو اور اگر نہ لینا ہو تو پھر اُس کے پیچھے دل کو نہ بھگاؤ۔

سوال 176: اللہ کے نام پر سوال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ کے نام پر سوال کرنا نہایت ہی قبیح اور مذموم عمل ہے، ایسے بھکاری فقیر نہیں ہوتے بلکہ زیادتیِ مال کی حرص میں اللہ کے نام پر بھیک مانگ کر حقیقتاً جہنم کے انگارے جمع کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی بھکاری اُس وقت مسلمانوں کے لیے تکلیف کا بھی باعث بنتے ہیں جب وہ اللہ کے نام پر مانگ کر ان کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور گداگر کو منع کر دینے کی صورت میں بھیک نہ دینے والا پشیمان ہوتا ہے۔ لہٰذا حتی الامکان دوسروں کو یہ اذیت دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ گداگروں اور بھکاریوں میں اللہ تعالیٰ کا نام بہت لیا جاتا ہے لیکن عملی طور پر کثرتِ سوال کے باعث ان میں توکل علی اللہ کا انتہائی فقدان ہوتا ہے۔ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات صرف بھیک مانگنے کا ایک آلہ قرار پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنے کی ممانعت پر کتبِ احادیث میں باب باندھے گئے ہیں۔ امام ابو داود روایت کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلَّا الْجَنَّةُ.[1]

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الزكاة، باب كراهية المسألة بوجه الله تعالى، ۲:۱۲۷، رقم: ۱۶۷۱

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگا جائے سوائے جنت کے۔

خالقِ کائنات اور رب العالمین کا نام فقط اِس لیے اِستعمال نہ کیا جائے کہ چند ٹکے وصول کیے جاسکیں یا ایک وقت کی روٹی حاصل کی جاسکے؛ بلکہ اگر اس نام کے بدلے کچھ حاصل ہی کرنا ہے تو جنت حاصل کرو تاکہ آخرت میں فائدہ ہو؛ چندلمحوں کی دنیاوی منفعت سے کیا ملے گا کیونکہ دنیا کا تو سب کچھ یہیں رہ جانا ہے، آخرت میں تو صرف اَعمال ہی ساتھ جائیں گے۔

سوال 177: بھیک کو اپنا ذریعہ روزگار بنانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: تعلیماتِ اسلام کے مطابق بھیک مانگنا یا اس کو اپنا ذریعہ روزگار بنانا انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم عمل ہے۔ آج کل بہت سے لوگوں نے سوال کرنے اور بھیگ مانگنے کو باقاعدہ اپنا پیشہ بنالیا ہے۔ یہ لوگ کثیر مال ومتاع کے مالک ہوکر بھی بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو ہمارا پیشہ ہے، ہم کیسے اپنا پیشہ چھوڑ دیں؟ حالانکہ ایسے لوگوں کا سوال کرنا اور بھیک مانگنا بالکل حرام ہے۔ اگر وہ چاہیں تو حلال روزگار سے کام کرکے نہ صرف خود کھا سکتے ہیں بلکہ دوسروں کی کفالت بھی کرسکتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ.[1]

جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ (جہنم کے) انگاروں کا سوال کرتا ہے چاہے کم کرے یا زیادہ۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس پر فاقہ گزرا نہ اُس کے اتنے بچے ہیں کہ جن کی کفالت کی اس میں استطاعت نہیں اور وہ اس کے باوجود دوسروں کے سامنے سوال کرے تو اللہ تعالی اس پر ایسی جگہ سے فاقہ کا دروازہ کھول دے گا جو اس کے خیال میں بھی نہیں ہوگا۔[2]

۳۔ حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی ؓ بیان کرتے ہیں:

میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا۔ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے، ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم کریں گے۔ پھر

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، ۲:۷۲۰، رقم:۱۰۴۱

(۲) بيهقي، شعب الايمان، ۳:۲۷۴، رقم:۳۵۲۶

فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے: ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے۔ دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہوگیا ہو تو اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی اس بات پر گواہی دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے۔ اے قبیصہ! ان تین اشخاص کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔[1]

مقروض کے لیے ادائیگیِ قرض کے واسطے سوال کی اجازت اُس وقت ہے جب اس نے کسی جائز ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو؛ اگر کسی گناہ کی خاطر قرض لیا ہے تو سوال کی اجازت نہیں۔ فاقہ زدہ کے لیے اس کی قوم کے تین باشعور اور زیرک اَفراد کی گواہی بطور اِستحباب ہے ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیشہ ور گداگری اسلام میں

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب من تحل له المسئلة، ۲: ۷۲۲، رقم: ۱۰۴۴

ناجائز ہے اور پیشہ ور گداگروں کے خلاف قانونی کارروائی کرنا حکومتِ وقت کا فرض ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ لوگ (الا ماشاء اللہ) بھیک مانگنے کے لیے مصنوعی طور پر اور بعض عمداً معذور بن جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ، پاؤں خراب کر کے ایسی وضع اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ترس آئے اور زیادہ سے زیادہ بھیک ملے۔ ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سلامتیِ اعضاء ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ میک اپ کا سہارا لے کر مصنوعی بیماریاں ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ بعض مصنوعی طور پر نابینا یا اپاہج بن جاتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے سخت سزا دینی چاہیے تاکہ اس مکروہ پیشہ کی حوصلہ شکنی ہو اور معاشرہ سے پیشہ ور گداگری کی لعنت کا خاتمہ ہو۔

سوال 178: کیا رمضان کے روزے نہ رکھنے والے پر بھی صدقہ فطر واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! رمضان کے روزے نہ رکھنے والے پر بھی صدقہ فطر واجب ہے کیونکہ صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں۔ اگر کسی عذر جیسے سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر بھی روزہ نہ رکھا تب بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

سوال 179: کیا صدقہ فطر یومِ عید سے پہلے رمضان میں دیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! بلکہ صدقہ فطر یوم عید سے پہلے ادا کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ غرباء و مساکین بھی بہتر طور پر عید کی تیاریاں کر سکیں۔ عید سے ایک دو دن قبل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صدقہ فطر ادا کرنا ثابت ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.[1]

وہ (یعنی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عید الفطر سے ایک یا دو روز قبل فطرانہ ادا کر دیا کرتے تھے۔

سوال 180: کیا نابالغ پر بھی فطرانہ ادا کرنا واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر نابالغ کا اپنا مال ہو تو اس کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا وگرنہ ہر صاحبِ نصاب مالک پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

سوال 181: فطرانہ لینے کے مستحق کون لوگ ہیں؟

جواب: صدقہ فطر/ فطرانہ کے مصارِف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، یعنی جن کو

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر على الحر والمملوك، ۲:۵۴۹، رقم:۱۴۴۰

زکوٰۃ دے سکتے ہیں اُنہیں صدقہ فطر دے سکتے ہیں اور جنہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے اُنہیں فطرانہ بھی نہیں دے سکتے۔ مصارِف میں سے بہتر یہی ہے کہ فقراء و مساکین کو ترجیح دی جائے، اِس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے:

أَغْنُوْهُمْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ.(۱)

اس دن مساکین کو (سوال سے) بے نیاز کر دو۔

سوال 182: کیا رشتہ داروں کو صدقہ فطر دینا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! رشتہ داروں مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو صدقہ فطر دینا جائز ہے لیکن اپنی اولاد کو یا ماں باپ، نانا، نانی اور دادا، دادی کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ علاوہ ازیں شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو بھی صدقہ فطر نہیں دے سکتی۔

سوال 183: شرعی اعتبار سے صدقہ فطر کی مقدار کتنی مقرر ہے؟

جواب: صدقہ فطر گیہوں یا گیہوں کا آٹا آدھا صاع اور جَو یا جَو کا آٹا یا کھجور ایک صاع دیں۔ اگر فطرانہ میں اس مقدار کے برابر قیمت دے دی جائے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ محتاجوں کو اس سے زیادہ فائدہ ہو گا۔ صدقہ فطر اجتماعی طور پر کسی ایک محتاج کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) دارقطنی، السنن، ۲:۱۵۲، رقم:۶۷

سوال 184: کیا ہر شخص صدقہ فطر یکساں ادا کرے گا یا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق؟

جواب: ہر طبقہ کے لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ فطر ادا کریں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر کی مختلف اَقسام کو اُمت کے لیے جائز فرمایا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ہم ایک صاع اناج (بطور صدقہ فطر) ادا کرتے تھے؛ یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش ادا کرتے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو گندم کا آٹا آ گیا - جو کہ اُس وقت نسبتاً سب سے مہنگا تھا - تو نصف صاع گندم کو ان چیزوں کے چار کلو کے برابر قرار دے دیا گیا۔[1]

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اَقدس میں ہم ایک صاع اناج بطور صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ ہمارا اناج جَو، کشمش، پنیر اور کھجور پر مشتمل ہوتا تھا۔[2]

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب صدقة الفطر، باب صاع من زبیب، ۲:۵۴۸، رقم:۱۴۳۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب صدقة الفطر، باب الصدقة قبل العید، ۲:۵۴۸، رقم:۱۴۳۹

لہٰذا مختلف آمدنی رکھنے والے طبقات اپنی اپنی آمدن اور مالی حیثیت کے مطابق دو کلو گندم کی قیمت سے لے کر چار کلو کشمش کی قیمت تک کسی بھی مقدار کو صدقۂ فطر کے طور پر ادا کر سکتے ہیں تاکہ غرباء و مستحقین کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔

7. سفارشات بابت نظامِ زکوٰۃ

سوال 185: پاکستان میں رائج نظامِ زکوٰۃ مثالی نتائج پیدا کرنے میں کیوں قاصر ہے؟

جواب: پاکستان میں حکومتی سطح پر زکوٰۃ وعُشر آرڈیننس اورعوام کی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی بدولت نظامِ زکوٰۃ چل تو رہا ہے مگر اس کے مکمل اثرات ظاہرنہیں ہو رہے؛ کیونکہ اس نظام میں چند بنیادی خامیاں ہیں، جن کا ذیل میں جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ اسلام میں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق راہنمائی ملتی ہے۔ کسی بھی نظام کے مکمل اثرات اسی وقت نمایاں ہوسکتے ہیں جب سارے نظام صحیح معنوں میں نافذ ہوں۔ نظامِ زکوٰۃ کے بھی مؤثر نتائج برآمد نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ پاکستان میں زندگی کے باقی شعبوں میں اسلامی نظام پوری طرح عملی طور پر نافذ نہیں ہے۔

۲۔ اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل کا تیار کردہ نظامِ زکوٰۃ کافی بہتر ہے مگر اس کا نفاذ اس طریقے سے ممکن نہیں بنایا گیا جیسے ہونا چاہیے تھا۔ نظامِ زکوٰۃ کے غیر معیاری نفاذ (implementation) کے باعث اس کے مطلوبہ نتائج واثرات برآمد نہیں ہوسکے۔

۳۔ موجودہ نظام کے تحت کسی بھی فرد کی زکوٰۃ اس کے بینک اکاؤنٹ میں

موجود رقم سے کاٹی جاتی ہے جبکہ زکوٰۃ اس سارے مال پر لاگو ہوتی ہے جو ضرورت سے زائد ہو۔

۴۔ اس نظام میں حولانِ حول کی شرط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ مقررہ تاریخ پر زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے چاہے اس رقم پر ایک سال گزرا ہو یا ایک دن؛ حالانکہ وجوبِ زکوٰۃ کے لیے لازمی ہے کہ مال پر سال گزر جائے۔

۵۔ کسی کے اکاؤنٹ میں قرض کی رقم بھی ہوسکتی ہے اور اس پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہوتی جبکہ بینک میں اس رقم پر بھی بغیر تحقیق کے زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے۔

اِس ضابطے میں ایک تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ اگر اکاؤنٹ ہولڈر اپنے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ منہا نہیں کرانا چاہتا تو وہ بیانِ حلفی جمع کرا دے۔ پھر بینک اس کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ نہیں کاٹتا، لیکن جس نے یہ حلف نامہ جمع نہیں کرایا اس کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے۔

۶۔ اس نظام میں ایک خامی یہ بھی ہے کہ حکومت تحصیلی سطح پر زکوٰۃ میں تو سرگرمی سے کام لیتی ہے مگر اس کے خرچ کو بالعموم نمایاں نہیں کرتی جس کی وجہ سے زکوٰۃ کے مطلوبہ اثرات مرتب نہیں ہوتے اور لوگ اَز خود زکوٰۃ دینے کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

۷۔ پسماندہ علاقوں میں شعور کی کمی اور وڈیرہ شاہی کے باعث سردار یا وڈیرے غریب و نادار لوگوں سے انگوٹھے لگوا کر رقم خود رکھ لیتے ہیں جس کے

باعث ان علاقوں میں زکوٰۃ کی رقم سے مطلوبہ تبدیلی نہیں آتی۔

۸۔ زکوٰۃ کاٹنے کی معینہ تاریخ سے پہلے ہی وہ لوگ یکم رمضان سے قبل اپنی رقم بینک سے نکلوا لیتے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے۔

۹۔ زکوٰۃ کی رقم ایسے فلاحی منصوبہ جات میں نہیں لگائی جاتی جن کی تکمیل سے زکوٰۃ کے حاجت مندوں کی تعداد کم ہو سکے۔

۱۰۔ زکوٰۃ کے نظام کو ترغیب اور ترہیب سے نہیں چلایا جارہا جس کی وجہ سے بیشتر لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

لہٰذا درج بالا بنیادی خامیوں کی وجہ سے پاکستان میں رائج نظامِ زکوٰۃ کامیاب نہیں ہے۔ تاریخِ اِسلام کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے اِسلامی ریاست میں زکوٰۃ کا نظام ہمیشہ حکومت کے تحت چلایا جاتا تھا یعنی مرکزی سطح پر (centralized) زکوٰۃ اکٹھی کرنے کا اہتمام ہوتا رہا ہے۔ حکومت کی طرف سے عاملین کا تقرر کیا جاتا تھا جو نچلی سطح (grass-roots level) تک جا کر زکوٰۃ اکٹھی کرتے اور بیت المال میں جمع کراتے تھے۔ بعد ازاں ریاست جمع شدہ زکوٰۃ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت غریبوں کی فلاح و بہبود اور دیگر ضروری شعبوں میں شرعی اُصول وضوابط کے مطابق خرچ کرنے کا اِہتمام کرتی تھی۔ فی زمانہ جہاں ہر سطح پر اور ہر شعبہ میں بگاڑ پیدا ہوا، اسی طرح نظامِ زکوٰۃ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ آج ہمارے ملک میں عدمِ منصوبہ بندی اور ناقص اِنتظامات کی وجہ سے زکوٰۃ کی collection اور distribution کا

نظام اِنتہائی حد تک گر چکا ہے اور صاحبانِ ثروت اور متمول اَفراد کا اکثریتی طبقہ اللہ کی دیے ہوئے مال و دولت کو اُس کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے میں مصروف ہے۔ یوں غرباء و مساکین مزید غریب ہو رہے ہیں اور امیر و غریب کے مابین پائی جانے والی معاشی خلیج کم ہونے کی بجائے وسیع ہوتی جارہی ہے۔

سوال 186: کیا بینک میں رکھے ہوئے پیسوں پر کٹوتی کا حکومتی نظامِ زکوٰۃ درست ہے؟

جواب: آج کل جس طرح ہر شعبے میں نیکی و بدی میں امتیاز کرنا مشکل ہے اسی طرح یہ مسئلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ قرونِ اُولیٰ میں زکوٰۃ و عُشر اور صدقات ہمیشہ سرکاری طور پر جمع کیے جاتے تھے اور مستحقین کی ضروریات پوری کی جاتیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں منکرین زکوٰۃ کے خلاف ایکشن لیا گیا کہ وہ بیت المال میں سرکاری اہل کاروں کے ذریعے زکوٰۃ دینے سے انکاری تھے۔ لہٰذا اس سے اصولاً اختلاف ممکن نہیں۔ اختلاف اس سے ہوسکتا ہے کہ بینک میں رکھی ہوئی رقوم پر کٹوتی سے مستحقین تک مال پہنچے گا یا غلط کار لوگ اسے اپنی عیش و عشرت پر خرچ کریں گے؟ علاوہ ازیں اگر کوئی بینک وقت سے پہلے رقم پر زکوٰۃ لے لیتا ہے تو درست نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ کی collection اور distribution شفاف بنیادوں پر یقینی بنانے کے لیے ٹھوس اِقدامات کی ضرورت ہے۔

سوال 187: پاکستان میں قانون کے تحت حکومتی سطح پر کتنی اقسام کے زکوٰۃ فنڈ قائم کیے گئے ہیں؟

جواب: قانون کی تحت تین قسم کے زکوٰۃ فنڈ قائم کیے گئے ہیں: مرکزی زکوٰۃ فنڈ؛ صوبائی زکوٰۃ فنڈ اور لوکل زکوٰۃ فنڈ۔

مرکزی کونسل کی ہدایات کے تحت ایڈمنسٹریٹر جنرل زکوٰۃ، زکوٰۃ فنڈ کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔ مرکزی زکوٰۃ فنڈ کا بڑا حصہ جبری طور پر کٹوتی کی گئی رقوم سے آتا ہے۔ مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے رقوم صوبائی زکوٰۃ فنڈ میں منتقل ہوتی ہیں جہاں سے کچھ حصہ صوبائی کونسلیں خرچ کرتی ہیں اور باقی رقوم لوکل کمیٹیوں کو مہیا کی جاتی ہیں۔ قومی حیثیت کے حامل اداروں کی وساطت سے مستحقین زکوٰۃ کو ادائیگی بھی مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے کی جاتی ہے۔ یہ فنڈ بنک دولتِ پاکستان (State Bank of Pakistan) میں دوسری تمام سرکاری رقومات سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ لوکل زکوٰۃ کمیٹیاں مستحقین کو براہِ راست ادائیگی کرتی ہیں۔ ان کمیٹیوں کی آمدن اور ادائیگیوں کو جمع کر کے تحصیلی وصوبائی کونسلوں کو ہر تین ماہ بعد رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ کی رقم منہا کرنے کے لیے کئی زکوٰۃ کٹوتی کنٹرولنگ ایجنسیاں ہیں، جب کہ ہزاروں دفاتر ہیں جو اثاثوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کرنے کا کام کرتے ہیں؛ تاہم بنیادی طور پر یہ سارا نظام اِعتماد پر قائم ہے۔

سوال 188: کس طرح غرباء و مساکین امیروں کے اَموال میں شریک ہوسکتے ہیں؟

جواب: قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ○[1]

اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا○

درج بالا آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ مال داروں کے مالوں میں غریبوں کا حق ہے۔ لہٰذا ضرورت مند کے لینے میں عار نہیں اور مال دار کے دینے میں کوئی احسان نہیں کیونکہ غریب تو اپنا حق لے رہا ہے اور مال دار اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے۔ پس امیر و دولت مند طبقہ غرباء و مساکین کو اپنے مال میں شریک کریں تاکہ غریب اور امیر کے درمیان پایا جانے والا غیر معمولی اور غیر فطری و غیر عادلانہ فرق دور ہو اور ایک انسان دوسرے انسان سے اپنے لیے اُنس و اُلفت کے جذبات محسوس کرے۔ لہٰذا ملک کی اقتصادی صورت حال میں مفید تبدیلی لانے اور غریب لوگوں کو امیروں کے اموال میں شریک کرنے کے لیے یہاں درج ذیل دو عملی اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں:

۱۔ حکومتی سطح پر اقدامات

۲۔ شخصی سطح پر اقدامات

---

(۱) الذاریات، ۱۹:۵۱

ا۔حکومتی سطح پر اِقدامات

ا۔ پُرتکلف کھانے پینے اور پہننے کے مظاہر کو ختم کرنے کے لیے حکومتی حلقے فعال کردار ادا کریں اور نمود و نمائش اور اسراف کو ختم کریں جو اقتصادی تباہی کا سبب بن رہا ہے۔

۲۔ معاشی طبقاتی تفاوت ختم کیا جائے اور معاشرے کے تمام افراد کی عزت و تکریم کا خیال رکھا جائے۔ یہ کام زندگی کے تمام شعبہ جات میں ہونا چاہیے۔

۳۔ صنعتی و زرعی سیکٹرز اور حکومتی و پرائیویٹ دفاتر سے حاصل ہونے والے منافع جات کو ملازمین اور ورکرز کے مابین بھی تقسیم کیا جائے تاکہ ہر کام کرنے والا شخص اپنی فیملی کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کر سکے اور کام کرنے والا محنتی طبقہ اقتصادی مصائب کی چکی میں نہ پستا رہے۔

۴۔ ٹیکس کے نظام میں منصفانہ تبدیلی لاتے ہوئے اس کے دائرہ کار میں بڑے بڑے اُمراء کو بھی شامل کیا جائے تاکہ ہر شخص ٹیکس ادا کرے اور کوئی شخص ناجائز سرمایہ اکٹھا نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جو چیز اقتصادی تباہی کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگوں پر ٹیکس لاگو کیا جاتا ہے تو اس وقت وہ ٹیکس سے بچنے کے لیے ناجائز طریقے استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے حکومتی خزانہ خالی رہتا ہے، اس رویہ کا بھی سدِباب کیا جائے۔

۵۔ ٹیکس اور اقتصادی امور حکومتی کارکنوں کے ہاتھوں میں ہی محصور نہیں

ہونے چاہییں بلکہ ان امور کی انجام دہی میں مختلف تنظیموں کے لوگوں کو بھی شریک کیا جائے تاکہ حکومت مناسب اقتصادی نظام کو احسن طریقے سے اپنا سکے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ حکومت اور عوام کے درمیان باہمی اعتماد رہے گا اور اقتصادی مسائل کم ہوتے جائیں گے۔

۶۔ حکومتی دفاتر میں غیر ضروری اخراجات کو کم کیا جائے اور کارکنوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے سہولیات دی جائیں تاکہ حرام مال کمانے اور رشوت کے مواقع کم ہو جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب قومی سطح پر کارکنوں کے احوال کی اصلاح ہو جاتی ہے تو چھوٹے کارکنوں کے احوال کی اصلاح خود بخود ہوجاتی ہے۔ جب اس طرز پر کام کیا جائے گا تو پبلک کے لیے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت زیادہ مال بچ جائے گا اور خسارے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔

۷۔ ایسے قوانین بنا کر انہیں عملاً نافذ کیا جائے جن کے ذریعے رشوت، سمگلنگ، جوا، سٹہ بازی اور ڈرگ مافیا وغیرہ میں ملوث عناصر کی سرکوبی ہو تاکہ یہ قوانین صرف کاغذی پرزوں کی بجائے اقتصادی حالت کی بہتری کا سبب بنیں۔

۲۔ شخصی سطح پر اِقدامات

مذکورہ بالا سطور میں مذکورہ اقدامات کی تنفیذ تبھی ممکن ہے جب امیر طبقہ درج ذیل اِقدامات کرے گا:

۱۔ امیر لوگ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق اسکول، کالج اور فنی تعلیم کے ادارے مفت کھولیں تاکہ غریب اور متوسط لوگوں کے بچوں کو فری تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر آسکیں۔ اس اقدام سے علمی میدان میں پائی جانے والی خرابیاں دور کرکے بہتری لائی جاسکتی ہے۔

۲۔ امیر لوگوں کو فقیر اور متوسط طبقے کے لیے ایسے فری ہسپتال بنانے چاہییں جن میں تمام جدید طبی سہولتوں کے مطابق علاج ممکن ہو۔

۳۔ صاحبِ ثروت اَفراد رہائشی مکانات تیار کرکے متوسط اور غریب لوگوں کو آسان قسطوں پر فراہم کریں یا سستے کرایوں پر دیں تاکہ غریبوں کے رہائشی مسائل حل ہوں اور ان کے لیے زندگی گزارنا آسان ہو جائے۔

۴۔ امیر طبقہ ایسی امدادی سوسائٹیز تشکیل دے جو مستحق لوگوں کو قرضِ حسنہ فراہم کریں تاکہ ان کی معاشرتی ضروریات پوری ہوسکیں۔ اسی طرح وہ چھوٹی صنعتیں قائم کریں جو معاشی لحاظ سے پسماندہ وغریب اور بے روزگار لوگوں کی آمدنی کا ذریعہ بن جائیں۔

یہ ایسی عملی تجاویز ہیں کہ جن کے ذریعے غریب لوگوں کو امیر لوگوں کے اموال میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اموال صرف ایک طبقہ کے ہاتھ میں مرتکز نہیں ہوں گے بلکہ غریب لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔ یہ تمام امور اسلامی احکام کے مطابق ہیں جن سے معاشی اور معاشرتی ترقی یقینی ہے۔

سوال 189: زکوٰۃ وعُشر کی وصولی یقینی بنانے کے لیے کن اصلاحات کی ضرورت ہے؟

جواب: زکوٰۃ وعُشر کی وصولی یقینی بنانے کے لیے درج ذیل اصلاحات کی ضرورت ہے:

۱۔ تجارتی وصنعتی اموالِ تجارت پر لازمی زکوٰۃ پہلے مرحلہ میں خود تشخیصی کی بنا پر کی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ ٹیکسوں کے نظام کو شفاف نظامِ زکوٰۃ میں بدلا جائے۔ وہ اس طرح کہ کاروباری حضرات اپنے اثاثہ جات سال کے شروع میں گوشواروں کی صورت میں جمع کرائیں اور سال کے آخر میں ان کے اثاثوں اور آمدنیوں پر نصاب کے مطابق زکوٰۃ وصول کرلی جائے تو پھر کاروباری حضرات پر مزید ٹیکس لگانے کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ تمام چھوٹے بڑے کاروباری اور تجارتی اداروں کو رجسٹرڈ کیا جائے اور ان کی سالانہ آمدنیوں پر زکوٰۃ لگائی جائے۔ بصورتِ دیگر ان کا تجارتی لائسنس منسوخ کیا جائے۔

۲۔ شہروں اور قصبوں میں ریاست خود ماہرین کی موجودگی میں زکوٰۃ کی تشخیص کا کام سرانجام دے کیونکہ پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ درہم برہم ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس نظام کو لوگوں کی صوابدید پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

۳۔ تاجروں کے اَموالِ تجارت کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہ کیا جائے۔

۴۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد جو بیچنے کے لیے خریدی جائے، اس کی

حیثیت مالِ تجارت کی ہوگی۔

۵۔ حصص (shares) اور سرٹیفکیٹس وغیرہ پر زکوٰۃ ان کی اس وقت کی بازاری مالیت کے حساب سے کاٹی جائے۔

۶۔ اداروں کی طرف سے جاری کیے جانے والے مختلف اقسام کے بانڈز اور اسناد وغیرہ کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنے کا کام فوری روک دیا جائے۔

۷۔ عُشر کی وصولی کی تشخیص کا نظام سخت سست ہونے کے باعث حکومت کو عُشر سے سالانہ آمدنی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت اس کام کے لیے ایمان دار اور اہل لوگوں کو متعین کرتے ہوئے فول پروف نظام وضع کرے۔

۸۔ ایک گاؤں/قصبہ کے لوگ جب فصل کی کٹائی سے فارغ ہوجائیں تو ایک کمیٹی کی زیرِنگرانی اجلاس کیا جائے جس میں تمام کاشت کار اپنی فصل کی پیداوار ریکارڈ کروائیں۔ اجلاس میں باہمی مشاورت سے ہر ایک کے عُشر کا تعین کیا جائے۔ اس طرح کوئی بھی غلط بیانی نہیں کرسکے گا۔

۹۔ کمیٹی میں پڑھے لکھے شریعت کے اصول وقوانین سے واقف عاملین کا تعین کیا جائے۔

۱۰۔ زکوٰۃ وعُشر سے حاصل ہونے والی آمدنی کو اسی علاقہ کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے۔

۱۱۔ فقہ جعفریہ کے پیروکاروں پر خُمس لاگو کیا جائے۔

سوال ۱۹۰: تحصیلی سطح پر زکوٰۃ کی وصولی کا کیا طریقہ کار رائج ہونا چاہئے؟

جواب: تحصیلی سطح پر زکوٰۃ کی وصولی درج ذیل طریقے سے ہونی چاہیے:

۱۔ ایسی مؤثر قانون سازی کی جائے جس میں کسی کے لیے بھی بچ نکلنے کی راہ (loop holes) نہ ہو۔ ان قوانین پر عمل درآمد کرا کر تمام صاحبِ نصاب لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور کوئی شخص زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچ نہ پائے۔

۲۔ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، حکومت ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔

۳۔ صرف نقدی اور اجناس پر زکوٰۃ وصول نہ کی جائے بلکہ مال و جائیداد، مویشی اور دفینوں جیسے ساری اشیاء کو ملا کر زکوٰۃ وصول کی جائے۔

۴۔ محکمہ زکوٰۃ میں ایک شعبہ ایسا بھی ہو جو لوگوں کے احوال کی تحقیق پر مامور ہو تاکہ زکوٰۃ کی چوری پر قابو پایا جاسکے۔

۵۔ عاملین زکوٰۃ کی تربیت اور احتساب کا منظّم نظام قائم ہو، تاکہ حصولِ زکوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا مرحلہ موثر اور یقینی بنایا جاسکے۔

۶۔ وصولیِ زکوٰۃ کا نظام سادہ اور سہل ہو تاکہ اس پر کم سے کم اخراجات آئیں۔

۷۔ مرکزی سطح سے لوکل سطح تک محکمہ زکوٰۃ میں جو بھی افراد کام کریں ان میں تقویٰ، امانت داری اور جذبہ خدمتِ خلق جیسی خصوصیات موجود ہوں تاکہ وصولیِ زکوٰۃ شفاف طریقے سے عمل میں لائی جاسکے۔

سوال ۱۹۱: زکوٰۃ کی تقسیم کار کیسی ہونی چاہئے؟

جواب: زکوٰۃ کی تقسیم کار درج ذیل اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے:

۱۔ زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی رقم درست اور مکمل حساب کے ساتھ علیحدہ رکھی جائے تاکہ اسے صرف معینہ مصارف پر خرچ کیا جاسکے۔

۲۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ ان کی زکوٰۃ صحیح جگہ پر خرچ کی جائے گی اور اس کا عملاً ثبوت بھی فراہم کیا جائے تاکہ لوگ بخوشی زکوٰۃ ادا کریں۔

۳۔ حکومتی سطح پر حاصل ہونے والی زکوٰۃ کی رقم ٹریننگ سینٹرز کے قیام اور اس طرح کے دوسرے منصوبہ جات پر بھی خرچ کی جائے جن کے ذریعے مستحقین زکوٰۃ کی تعداد کم سے کم کرنے کے مقاصد حاصل ہوسکیں۔

۴۔ زکوٰۃ کی رقم سے مستحقین کے لیے بنیادی ضروریات جیسے لباس، خوراک، مکان، تعلیم اور صحت حکومت کی طرف سے فراہم کی جائیں تاکہ غربت و امارت کی خلیج کم سے کم کی جاسکے۔

۵۔ لوکل سطح پر زکوٰۃ کمیٹیوں کے پاس مستحقین زکوٰۃ کی مکمل فہرست ہو اور

اس کے مطابق ہر شخص کی ضرورت کی کفالت کی جائے۔

اِن تمام اقدامات سے ملک سے غربت و بے روزگاری کا خاتمہ کرنے اور معاشی ترقی میں نہایت اہم کردار لیا جاسکتا ہے۔

سوال 192: کون سے ایسے اقدامات کیے جائیں جن کے ذریعے نظامِ زکوٰۃ کو مؤثر بنا کر بہترین نتائج حاصل ہوسکیں؟

جواب: پاکستان کو صحیح معنوں میں فلاحی اسلامی ریاست بنانے اور نظامِ زکوٰۃ کو مؤثر بنانے کے لیے درج ذیل تجاویز پر عمل کیا جائے تو اس کے بہترین نتائج برآمد ہوسکتے ہیں:

۱۔ ملکی سطح پر زکوٰۃ کی اہمیت و افادیت اور اس کی برکات و اثرات کے بارے میں لوگوں کا شعور بیدار کیا جائے۔ اس سلسلے میں میڈیا کا بھرپور استعمال مؤثر نتائج پیدا کرسکتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کی تنظیم میں ایک عملی قدم یہ بھی اٹھانا چاہیے کہ نہ صرف ملکی سطح پر زکوٰۃ کی ایک مرکزی کونسل ہو بلکہ پوری امت مسلمہ کی ایک مشترکہ زکوٰۃ کونسل بھی بنائی جائے؛ جس طرح مغربی ممالک نے اپنے اقتصادی مفادات کے لیے مختلف کونسلز بنائی ہوئی ہیں۔

۳۔ تمام اسلامی ممالک کے منتخب نمائندوں پر مشتمل امت مسلمہ زکوٰۃ کونسل ہو جو تمام اسلامی ممالک کی زکوٰۃ فنڈ کا کچھ حصہ لے اور زیادہ پسماندہ مسلمان ممالک میں اس رقم کو خرچ کرے۔

سوال 193: منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن (MWF) کے قیام کے مقاصد کیا ہیں؟ نظامِ زکوٰۃ کے عملی نفاذ کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کیا کردار ادا کر رہی ہے؟

جواب: تحریکِ منہاج القرآن کے بانی و سرپرستِ اَعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 17 اکتوبر 1989ء کو منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ جو معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی فلاح و بہبود کے لیے ہر شعبہ زندگی میں مدد و تعاون فراہم کرنے کے لیے پاکستان سمیت دنیا بھر میں کوشاں ہے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ایک بین الاقوامی فلاحی و رفاہی تنظیم ہے جو امدادِ باہمی کے تصورِ تعاون، اُخوت، عزت و احترام کے جذبے کے تحت معاشرے کے خوش حال طبقے کے ساتھ مل کر متاثرہ افراد اور بدحالی میں مبتلا طبقے کو خوش حال زندگی گزارنے کے لیے اعانت فراہم کرتی ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن تعلیم، صحت اور فلاحِ عام کے میدانوں میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اس کے قیام کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ بامقصد، معیاری اور سستی تعلیم کا فروغ

۲۔ غریب اور مستحق طلباء کے لیے وظائف کا اہتمام

۳۔ صحت کی بنیادی ضروریات سے محروم افراد کے لیے معیاری اور سستی طبی امداد کی فراہمی

۴۔ ناگہانی حادثات اور ایمرجنسی کی صورت میں زخمیوں کے لیے فرسٹ ایڈ، خون اور ایمبولینس کی فراہمی

۵۔ خواتین اور بچوں کے حقوق اور فلاح و بہبود کے منصوبہ جات کا قیام

۶۔ یتیم اور بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت اور کفالت کا اہتمام

۷۔ متاثرینِ قدرتی آفات کی اِمداد اور بحالی

۸۔ بنیادی انسانی حقوق کے شعور کی بیداری کی عملی جد و جہد

۹۔ بیت المال کے ذریعے مجبور اور حق دار لوگوں کی مالی امداد

۱۰۔ پسماندہ علاقوں میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی

۱۱۔ غریب اور نادار گھرانوں کی بیٹیوں کی شادی کا اہتمام

۱۲۔ بیرون ملک پاکستان کمیونٹی کی فلاح و بہبود کے منصوبہ جات

۱۳۔ منہاج مصالحتی کونسل کے ذریعے اَفرادِ معاشرہ کی اخلاقی و قانونی مدد

۱۴۔ بیرونِ ملک مقیم افراد اور خاندانوں کی تعلیم و تربیت اور سماجی خدمت کے لیے ایجوکیشن اور کمیونٹی سنٹرز کا قیام

۱۵۔ ہنگامی صورت حال میں متاثرین کی فوری امداد کے لیے ویئر ہاوسز کا قیام

سوال 194: تحریکِ منہاج القرآن کے تحت قائم شدہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے اَہداف کیا ہیں؟

جواب: منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے بنیادی اَہداف درج ذیل ہیں:

تعلیم

۱۔ خواندگی سنٹرز اور پرائمری اسکولز کا قیام

۲۔ ۱,۰۰۰ ہائی اسکولز و اسلامک سنٹرز اور کالجز کا قیام

۳۔ ایک بین الاقوامی چارٹرڈ یونی ورسٹی کا قیام

۴۔ پاکستان کے ہر صوبے میں یونی ورسٹی کا قیام

۵۔ غریب و مستحق طلبہ و طالبات کے لیے تعلیمی وظائف کی فراہمی

صحت

۱۔ ملک کی ہر یونین کونسل میں فری ڈسپنسری کا قیام

۲۔ ہر یونین کونسل میں ماہانہ بنیادوں پر فری میڈیکل کیمپس کا انعقاد

۳۔ ملک کے تمام بڑے شہروں اور پانچ سو تحصیلوں میں منہاج ایمبولینس سروس کا قیام

۴۔ تحصیلی سطح پر منہاج ہاسپٹل کا قیام

۵۔ ملک بھر میں بلڈ ڈونیشن سوسائٹیز کا قیام

فلاحِ عامہ

۱۔ پانچ سو یتیم و بے سہارا بچوں کے لیے مرکزی سطح پر ادارہ آغوش کا قیام۔ الحمد للہ یہ منصوبہ کام یابی سے چل رہا ہے۔

۲۔ چار سو مستحق اور ذہین طالبات کی رہائش کے عظیم منصوبہ بیت الزہراء کا قیام۔ بحمد اللہ تعالیٰ اِس منصوبے کا بیسمنٹ کے ساتھ تین منزلوں پر مشتمل سٹرکچر مکمل ہو چکا ہے اور بقیہ کام تیزی سے جاری ہے۔

۳۔ ملک کے تمام بڑے شہروں میں یتیم و بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت اور کفالت کے لیے ادارہ آغوش کی برانچز کا قیام۔

۴۔ پانی کی کمی والے علاقوں میں واٹر پمپس کی تنصیب کے ذریعے فراہمیِ آب کے منصوبہ جات کا قیام۔

۵۔ قدرتی آفات، زلزلہ، سیلاب، بارش اور دہشت گردی سے متاثرہ علاقوں میں ایمرجنسی اور بحالی کے لیے ریلیف سرگرمیاں۔

۶۔ بے روزگاری اور غربت کے خاتمے کے لیے منہاج روزگار اسکیم کے ذریعے باعزت روزگار کی فراہمی۔

سوال 195: تحریکِ منہاج القرآن کے تحت منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے میں کیا تبدیلی لانا چاہتی ہے؟

جواب: تحریکِ منہاج القرآن، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن (MWF) کے

ذریعے نظامِ زکوٰۃ و صدقات اور مخیّر حضرات کے تعاون سے تعلیم، صحت اور فلاحِ عام کے منصوبہ جات پر کام کرکے نہ صرف معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے کی طرف گام زن ہے بلکہ دنیا بھر کے پریشان حال اور افلاس زدہ لوگوں کی مدد کرنے میں بھی پیش پیش ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کی ناہمواریاں ختم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر حلال ذرائع سے کمائی گئی دولت سے زکوٰۃ نکالی جائے تو ایسی دولت میں برکت و اِضافہ ہوتا ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے بیت المال کی شکل میں معاشرے کو دائمی غربت کی مصیبت اور استحقاق کی ذلت سے نکالنا چاہتی ہے، کیونکہ اسلام خوش حال طبقے کو زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کے بے حال اور بے روزگار طبقے کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن درج ذیل شعبہ جات میں خدمات سرانجام دے رہی ہے:

ا۔ تعلیم

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ MWF کے تحت پاکستان میں قائم شدہ 630 اسکولز اور 8 کالجز میں غریب و متوسط طبقے کے تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار طلبہ و طالبات زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں اور ہزاروں طلبہ و طالبات ان تعلیمی اداروں میں مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اب تک تقریباً 3

کروڑ 28 لاکھ روپے کے تعلیمی وظائف بھی مستحقین کو دیے جا چکے ہیں جو ذہین اور ہونہار ہونے کے باوجود محض غربت کی وجہ سے تعلیم جیسی نعمت سے محروم تھے۔

۲۔صحت

اسی طرح صحت کے میدان میں ملک بھر کی 110 فری ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں میں ہزاروں مریضوں کو مفت علاج معالجہ کی سہولت حاصل ہے جبکہ 31 شہروں اور دیہی علاقوں میں منہاج فری ایمبولینس سروس بھی فراہم کی گئی ہے۔

(۱) سالانہ فری آئی سرجری کیمپس

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ہر سال مختلف شہروں اور بالخصوص دیہی علاقہ جات میں فری آئی سرجری کیمپ لگائے جاتے ہیں جہاں ہزاروں مریضوں کو فری میڈیسن فراہم کی جاتی ہیں جبکہ فری آئی سرجری بھی کی جاتی ہے۔

(۲) بلڈ ڈونیشن سوسائٹیز کا قیام

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت ملکی سطح پر وسیع بلڈ ڈونیشن سوسائٹیز کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس کے تحت ملک کے طول و عرض میں ہزاروں خواتین و حضرات بالخصوص طلبہ رجسٹرڈ ہو کر حسبِ ضرورت خون کا عطیہ دیتے ہیں۔

۳۔ فلاح عامہ

(۱) اجتماعی شادیاں

ہر سال ۱۰۰ سے زائد غریب، نادار اور یتیم بچیوں کی شادیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کی ستم ظریفی ہے کہ اس میں بیٹی کی شادی جیسا مقدس فریضہ بھی والدین پر بوجھ بن چکا ہے۔ جہیز کی لعنت نے غریب اور سفید پوش طبقے کو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے والدین کے اس بوجھ اور پریشانی کے خاتمے کے لیے غریب بچیوں کی اجتماعی شادیاں سر انجام دینے کا آغاز کیا ہے۔ ان بیٹیوں کے لیے جہیز کا ضروری سامان، بارات اور مہمانوں کی با عزت تواضع، نکاح اور رخصتی کا اہتمام منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کرتی ہے۔ اس وقت تک 712 غریب بیٹیوں کی شادیاں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر انتظام ہوچکی ہیں۔ ایک شادی پر تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر اب تک ۱۰ کروڑ 68 لاکھ روپے اجتماعی شادیوں کی مدّ میں خرچ کیے جاچکے ہیں۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی خدمات تمام انسانوں کے لیے بلاتفریق پیش کی جاتی ہیں۔ بایں وجہ اِجتماعی شادیوں میں دیگر مذاہب کی پیروکار مستحق بچیوں کے لیے بھی مساوی بنیادوں پر اِہتمام کیا جاتا ہے، جو کہ منہاج القرآن اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا طرۂ اِمتیاز ہے۔

(۲) قدرتی آفات سے متاثرین کی بحالی

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن قدرتی آفات مثلاً زلزلہ، سیلاب اور قحط سالی

وغیرہ کا شکار ہونے والے انسانوں کی بحالی میں ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔ اور بلا تفریقِ مذہب اور رنگ ونسل ان کے لیے خوراک، لباس، رہائش، ادویات اورضروری سامان کا ممکنہ حد تک انتظام کیا جاتا ہے۔ اب تک متاثرین کی بحالی کے لیے 73 کروڑ روپے خرچ کیے جاچکے ہیں۔

(۳) اِجتماعی قربانی

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے تحت سنتِ ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے پورے ملک میں اجتماعی قربانی کے وسیع سطح پر انتظامات کیے جاتے ہیں اور لاکھوں غریب خاندانوں میں گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک عمل اب پاکستان کی حدود سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل چکا ہے، خصوصاً براعظم افریقہ اور براعظم ایشیا میں غریب ومفلوک الحال اور پسماندہ لوگوں میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۴) عید گفٹس

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام غریب اور نادار لوگوں میں فری رمضان پیکج تقسیم کیا جاتا ہے جس میں آٹا، گھی، چاول، چینی اور رمضان المبارک میں خصوصی طور پر اِستعمال ہونے والی اشیاے خورد ونوش شامل ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ویمن ونگ ہر سال بے سہارا بچوں اور خواتین کے ساتھ عید کی خوشیاں منانے کے ساتھ ساتھ ان کو خوبصورت گفٹس بھی دیتی ہے جس میں سوٹ، سکارف، مہندی اور بچوں کے کھلونے بھی

شامل ہوتے ہیں۔

(۵) آغوش

منہاج ویلفیئر فاونڈیشن کا سب سے بڑا اور قابلِ فخر منصوبہ یتیم اور بے سہارا بچوں کا ادارہ 'آغوش' ہے۔ 500 بچوں کے لیے بغداد ٹاؤن لاہور میں اِنتہائی خوبصورت و جدید سہولتوں سے آراستہ پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر تقریباً 30 کروڑ روپے کی لاگت سے مکمل ہوئی ہے، جس میں تعلیمی سیشن 2012ء سے باقاعدہ طور پر سرگرمیاں جاری ہوچکی ہیں۔ آغوش گرامر اسکول کے نام سے ایک بہترین و معیاری ہائی اسکول فروغِ علم و شعور میں کوشاں ہے۔ یتیم و بے سہارا بچوں کو ادارہ آغوش میں رہائش دی گئی ہے جن کی کفالت کا اہتمام کرنا بھی منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی ذمہ داری ہے۔ ہر بچے کی مکمل کفالت - جس میں رہائش، خوراک، لباس اور تعلیمی اخراجات شامل ہیں - پر ماہانہ -/6500 روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں۔

(۶) بیت الزہراء

اِسی طرز پر ذہین اور مستحق طالبات کے لیے 'بیت الزہراء' کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے جس پر تقریباً دس کروڑ کے قریب لاگت آئے گی۔ اِس کا بنیادی سٹرکچر مکمل ہوچکا ہے جس میں بیسمنٹ کے علاوہ تین منزلیں تعمیر ہوگئی ہیں اور بقیہ تعمیراتی اُمور تیزی سے تکمیل کی جانب گام زن ہیں۔

مزید برآں پاکستان بھر میں اس وقت 55 نئے تعلیمی اور فلاحی منصوبہ

جات بھی زیرِ تعمیر ہیں۔

خلاصہ کلام

گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی تفصیلات سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے کہ اِسلام کا نظامِ زکوۃ و صدقات تاریخ اِنسانی میں جدید اور منفرد نظام ہے جس تک انسانی فکر کی کبھی رسائی نہیں ہوئی اور نہ کسی دوسری شریعت نے اس قدر مفصل نظام وضع کیا ہے۔زکوۃ سے ناداروں کی اقتصادی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ اِرتکازِ دولت کے خلاف ایک مؤثر اقدام ہے۔ یہ ایک اجتماعی نظام ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں امیر وغریب کے فاصلے کم ہوتے ہیں اورظلم و اِستحصال کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اِس کا سیاسی پہلو یہ ہے کہ ریاستی سطح پر اس کی وصولی وتقسیم کا پورا نظام قائم ہوتا ہے اور اس کا اَخلاقی پہلو یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ دہندہ کے قلب و مال کی تطہیر ہوتی ہے اور اَفرادِ معاشرہ کے مابین اُخوت و محبت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ الغرض! اِسلامی نظامِ زکوٰۃ و صدقات ایک مکمل، مفصل اور قابل عمل نظام ہے جس کے معاشرتی زندگی کے ہر پہلو پر دور رس اَثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مآخذ ومراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

(۲) تفسیر القرآن

۲۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد الفراء (۴۳۶-۵۱۶ھ/۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء

۳۔ **ثعلبی**، ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم (م ۴۲۷ھ)۔ الکشف والبیان۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء۔

۴۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۵۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری، (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۶۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۷۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (م ۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۸۔ **مکی بن ابی طالب المقری** (م ۴۳۷ھ)۔ **تفسیر الھدایۃ إلی بلوغ النھایۃ**۔ شارجہ، متحدہ عرب اِمارات: کلیۃ الدراسات العلیا والبحث العلمی، یونی ورسٹی آف شارجہ، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء۔

(۳) الحدیث

۹۔ **ابن مبارک،** ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/۷۳۶-۷۹۸ء)۔ **کتاب الجهاد**۔تونس: دار تونسیہ۔

۱۰۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، دمشق: دار ابن کثیر، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۱۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۱۲۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۳۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۴۔ **ترمذی،** ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰-۲۷۹ھ/۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ **ترمذی،** ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۰۹-۲۷۹ھ/۸۲۴-۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، المکتبۃ التجاریۃ۔

۱۶۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۷۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۱۸۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۱۹۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۰۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/۸۴۵-۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۲۱۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۲۲۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۲۳۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱-۲۳۷ھ/۷۷۸-۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۲۴۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی،

۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۲۵۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۶۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۲۷۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۲۸۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲-۸۴۰ھ)۔ **مصباح الزجاجۃ فی زوائد**۔ بیروت، لبنان: دار العربیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۲۹۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۷۳ھ/۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۳۰۔ **مالک**، ابنِ انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳- ۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۱۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الأحادیث المختارۃ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۳۲۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵- ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۳۳۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵-۳۰۳ھ/۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۳۴۔ **ہندی**، حسام الدین علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۳۵۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۳۶۔ **ابو یعلیٰ**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

(۴) شروحات الحدیث

۳۷۔ **نووی**، ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری (۶۳۱-۶۷۶ھ)۔ **شرح النووي علی صحیح مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۳۹۲ھ۔

۳۸۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱-۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء۔

۳۹۔ **ابن ہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الاحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی (م ۶۸۱ھ)۔ **شرح فتح القدیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

(۵) الفقہ و اصول الفقہ

۴۰۔ **حصکفی**، علاء الدین (م۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء)۔ **الدر المختار شرح تنویر الأبصار**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۴۱۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ)۔ **حجة الله البالغة**۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ السّلفیہ۔

۴۲۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰-۱۸۳۴ء)۔ **نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۷۳ء۔

۴۳۔ **عبدالرحمٰن جزیری**۔ **الفقه علی المذاهب الأربعة**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۴۴۔ **کاسانی**، علاؤ الدین ابو بکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ کراچی، پاکستان، ایچ۔ایم سعید کمپنی۔

۴۵۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱-۷۷۴ھ/۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **البدایه والنهایه**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۶۔ **ابو یوسف**، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابرہیم (۱۱۳-۱۸۲ھ)۔**کتاب الخراج**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

(۶) السیرۃ

۴۷۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (۹۷۵-۱۰۴۴ھ)۔ **السیرة الحلبیة / إنسان العیون فی سیرة الأمین المأمون**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۴۸۔ **ابن قیم**، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الجوزیہ (۶۹۱-۷۵۱ھ/ ۱۲۹۲-۱۳۵۰ء)۔

زاد المعاد فی هدی خیر العباد ﷺ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔

(۷) التاریخ

۴۹۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ دمشق الکبیر المعروف بـ: تاریخ ابن عساکر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۵۰۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تہذیب تاریخ دمشق الکبیر**۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔

(۸) سوانح

۵۱۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۷۹ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الحضارۃ العربیۃ۔

(۹) اللغات

۵۲۔ **راغب اصفہانی**، ابو قاسم حسین بن محمد (م ۵۰۲ھ/۱۱۰۸ء)۔ **المفردات فی غریب القرآن**۔ کراچی، پاکستان، کارخانہ تجارت کتب۔

۵۳۔ **ابن منظور**، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقہ افریقی (۶۳۰-۷۱۱ھ/۱۲۳۲-۱۳۱۱ء)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

کتبِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۔ عرفانُ القرآن (اُردو ترجمہ قرآنِ حکیم)۔

۲۔ المِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ (عربی متن، اُردو ترجمہ اور تحقیق وتخریج)

۳۔ جَامِعُ السُّنَّة فِيمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ آخرُ الأُمَّة ﴿کِتَابُ الْمَنَاقِب﴾

۴۔ سلسلۂ اَربعینات: اَلْإِدْرَاک فِي فَضْلِ الْإِنْفَاقِ وَذَمِّ الْإِمْسَاک ﴿اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت﴾

۵۔ سلسلۂ اَربعینات: اَلثَّمَرَات فِي فَضَائِلِ الصَّدَقَات ﴿فضائلِ صدقات﴾

۶۔ سلسلۂ اَربعینات: نُوْرُ الْمِشْکَاة فِي فَضْلِ الزَّکَاة ﴿فضائلِ زکوٰۃ﴾

۷۔ اسلامی تربیتی نصاب (جلد اوّل)

۸۔ اسلامی تربیتی نصاب (جلد دُوُم)

۹۔ تعلیماتِ اِسلام

۱۰۔ اَرکانِ اِسلام

۱۱۔ اِقتصادیاتِ اِسلام

۱۲۔ اِسلام کا تصورِ ملکیت

۱۳۔ اِسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی اُصول

۱۴۔ اِسلامی فلسفہ زندگی

۱۵۔ دہشت گردی اور فتنہ خوارج - مبسوط تاریخی فتویٰ

۱۶۔ منہاج الافکار (جلد اوّل)

۱۷۔ منہاج الافکار (جلد دوم)

۱۸۔ سلسلہ تعلیماتِ اِسلام (3): اِسلام

۱۹۔ سلسلہ تعلیماتِ اِسلام (4): اِحسان

۲۰۔ سلسلہ تعلیماتِ اِسلام (6): روزہ اور اِعتکاف

خطاباتِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۔ AD-58: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت (قسط اوّل)

۲۔ AD-98: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت (قسط دوم)

۳۔ DF-1: زکوٰۃ کا لغوی معنی ومفہوم (والیم: 1)

۴۔ DF-2: زکوٰۃ کا لغوی معنی ومفہوم (والیم: 2)

۵۔ DF-3: ادائیگیِ زکوٰۃ وصدقات کے آداب (والیم: 3)

۶۔ DF-4: اِسلام کا تصورِ ملکیت (والیم: 4)

۷۔ DF-5: زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک

۸۔ DF-6: مصارفِ زکوٰۃ کی ترجیحات

۹۔ FS-19: احسان اور اس کا اجر (خصوصی خطاب لیلۃ القدر)

۱۰۔ GA-10: عہد فاروقی کا نظامِ سلطنت

۱۱۔ GA-11: عہد فاروقی کا نظامِ سلطنت

۱۲۔ GB-1: فضائل اہل بیت اطہار علیہم السلام

۱۳۔ GD-10: اسوۂ خلیل علیہ السلام ایثار وقربانی کا مظہر اَتم ہے

۱۴۔ HA-12: فلاحی انقلاب کی ضرورت ویلفیئر سوسائٹی کا قیام

۱۵۔ HG-1: اسلام اور ارتکازِ دولت

۱۶۔ HG-2: نبوی تصورِ معیشت

۱۷۔ HG–3: اسلامی نظامِ معیشت

۱۸۔ HK–3: اسلام کا تصورِ معیشت

۱۹۔ IA–48: زکوٰۃ مہم (خصوصی پیغام کارکنان کے نام)

۲۰۔ IA–78: زکوٰۃ مہم کے سلسلے میں کارکنوں سے خصوصی خطاب

۲۱۔ IB–79: سیلاب زدگان اور ہماری ذمہ داریاں (اجلاس مجلس شوریٰ)

۲۲۔ JB–1: جہاد بالمال (والیم ۱)

۲۳۔ JB–2: جہاد بالمال (والیم 2)

۲۴۔ JB–3: جہاد بالمال (والیم 3)

۲۵۔ JB–4: جہاد بالمال (والیم 4)

۲۶۔ JB–5: جہاد بالمال (والیم 5)

۲۷۔ JB–6: جہاد بالمال اور تقویٰ (والیم 6)

۲۸۔ JB–7: حفاظت دین و ایمان کے لئے جہاد بالمال کی ضرورت۔

۲۹۔ JB–8: انفاق بالمال کی قرآنی اہمیت۔

۳۰۔ JB–9: صدقہ و خیرات اللہ کا پسندیدہ عمل ہے۔

۳۱۔ JB–13: قوموں کی بقاء جان و مال کی قربانی میں مضمر ہے۔

۳۲۔ KA–3: اسلام میں محنت کا تصور

۳۳۔ M–141: معاشی مسئلے کا بارہ نکاتی حل (عوامی مارچ)